

سلطانِ نصیر

پروفیسر احمد رفیق اختر

(تالیف: کلثوم اسماعیل)

سے صباحتِ رخِ جانوں کی آرزو لے کر
گزر رہی ہے غمِ دل کی جستجو کرتے

ان مبارک ہستیوں کے نام.....
 جنہوں نے اُس علم کے آفتاب عالم تاب ﷺ
 سے جلا پائی اور تمام عالم کے لئے رشد و ہدایت
 کا سرچشمہ ہوئے، جن کے بارے میں حضور ﷺ
 کا ارشاد ہے کہ ”أَصْحَابُكَ النُّجُومُ“.....

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
11	آئیے عرض گزاریں ہم بھی
17	☆ سیر رسول ﷺ (چند انوکھے پہلو) (یکپھر 16 اگست 2009ء)
	سوال و جواب
50	1 متابعت رسول ﷺ کیلئے عقل یا دل
50	2 خوف الہی
51	3 موسیٰ اور حضرت کا علمی تقابل
52	4 پاکستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی
53	5 وارثی اور سنت رسول ﷺ
54	6 حدیث عقل کی سند
55	7 اسلام ایک تبلیغی مذہب اور توہین رسالت
58	8 نماز اور عشق رسول ﷺ
60	9 دنیا کی بھلائی
60	10 پاکستان کا مستقبل
63	☆ مذہب: ماضی، حال اور مستقبل (یکپھر 15 مارچ 2009ء)
	سوال و جواب

98	نا جائز ٹیکس اور حکومتی نظام	1
100	سیاسی حالات میں تحریک و کلاء کا کردار	2
101	انکارِ بلیس اور کن فیكون	3
103	نواز شریف کا مستقبل	4
104	دنیا کی بیوی اور جنت کی حوریں	5
105	خدا کی پہچان کی دلیل	6
106	مزاراتِ اولیاء پر دہشت گردی	7
107	اسماء کا شخصیت پر اثر	8
109	مسلمانوں کی خدمات	9
110	وجد اور مجذوبیت	10
112	مسلمان اور سائنس دان	11
113	مرغن کھانا اور اسراف	12
114	عورت اور آگینے	13
114	حواسِ خمسہ میں اللہ کی محبت کا ادراک	14
115	سات کا عدد	15
116	فطرت سے مغر	16
117	عشق اور عقل	17

120	اللہ کو اللہ میاں کہنا	18
120	بیویاں اور حوریں	19
122	مراتب فکر میں مصائب اور آسائشوں کا کردار	20
127	پاکستانیوں کا ذہنی کرب	21
128	سگریٹ نوشی	22
131	اللہ: حسن ذوق کی انتہا	23
132	عقل کی کمی پیشی	24
134	گدی نشین	25
144	ڈارون اور قرآنی نظریہء ارتقاء میں اختلاف	26
146	کلوننگ	27
147	دروہ شریف	28
148	شرک اور بدعت	29
151	ٹیچر کا سخت رویہ	30
151	مسلمان اور کافر کا بچہ	31
152	باجماعت نماز	32
152	دوران نماز گفتگو	33
155	قرآن کا نظریہء کائنات (لیکچر 10 اکتوبر 2008ء)	☆

سوال و جواب

- | | | |
|-----|-----------------------------------------|---|
| 178 | مجسم خدا کا تصور | 1 |
| 178 | عشاء کی سترہ رکعتیں | 2 |
| 180 | اللہ کا اپنے قائم کردہ قوانین سے انحراف | 3 |
| 182 | وحدت الوجود و شہود | 4 |
| 183 | شیخ ابن عربی اور وحدت الوجود | 5 |
| 187 | شیطان اور انسان کا جھگڑا | 6 |
| 189 | مذہب اور الحاد (لیکچر 14 اکتوبر 2009ء) | ☆ |

سوال و جواب

- | | | |
|-----|------------------------------|---|
| 217 | قرآن کا چیلنج اور صحیح بخاری | 1 |
| 229 | لا دین سے دوستی | 1 |
| 230 | خدا اور سائنس دان | 2 |
| 236 | روحانی رہنما کی پہچان | 3 |
| 241 | اللہ کو محسوس کرنے کی حس | 4 |
| 243 | قیامت کے دن اللہ کا ظہور | 5 |

آئیے عرض گزاریں ہم بھی

کون جانتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ آنے والا کھل گیا لائے گا اور کون سا خواب متھنکل ہو پائے گا۔ آدمی مگر دعا کے ہاتھ تو اٹھا سکتا ہے..... آئیے عرض گزاریں ہم بھی۔

انڈونیشیا میں کبھی کوئی فوج اتری اور نہ کبھی کوئی معرکہ برپا ہوا..... پھر وہ سب مسلمان کیسے ہو گئے؟ کوئی سمجھنا چاہے تو اسے کو جرخان جانا چاہئے اور پروفیسر احمد رفیق اختر سے ملنا چاہئے، ملتے رہنا چاہئے۔ میں بھی جانا ہوں۔ کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں، جہاں جاتے ہوئے ایسی یکسوئی نصیب ہو اور جہاں ایسی شادمانی میسر آتی ہو۔ ہمیشہ، ہر بار۔

کوئی سجادہ نشین اور شیخ وہ نہیں۔ پوچھا: آپ اپنا تذکرہ کس طرح پسند کریں گے؟ ایک لمحہ تامل کے بغیر کہا: ایک فقیر، راہ سلوک کا ایک مسافر۔ پروفیسر صاحب شاید تنہائی کے آرزو مند ہوتے۔ خود کہتے ہیں کہ اسی لیے لاہور سے بھاگ کر آیا تھا۔ اپنے والد کی دوکان پر بیٹھا رہتا اور اپنے مالک کو یاد کیا کرتا، پھر خلقت ٹوٹ پڑی۔ ایک آدھ دن نہیں، یہ چار عشروں کا قصہ ہے۔ پندرہ برس پہلے وہ دن میں نے دیکھے ہیں، جب ہجوم ایسا بے حساب نہ ہوتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا: میرے مالک نے مجھے کبھی آزمائش میں نہ ڈالا، اس کی مخلوق نے البتہ بہت۔

خدا کی مخلوق یہاں کیا ڈھونڈنے آتی ہے؟ جنرل، سیاستدان، دوکاندار،

شاعر، کسان، ناجر، دانشور اور اخبار نویس؟ آدمی کی بخت چھین لی گئی اور آزمائش میں وہ جھونک دیا گیا۔ اپنے زخموں کی گٹھڑیاں اٹھائے وہ آتے ہیں اور سب گٹھڑیاں اس دہلیز پر چھوڑ جاتے ہیں۔ اپنی ہمیشہ کی ہموار، انس اور الفت سے بھری مگر بے ریا اور دھمی آواز میں فقیران سے یہ کہتا ہے: اللہ ہی آسمان و زمین، کائنات اور حیات کا خالق ہے اور وہی آدمی کی ترجیح اول ہونا چاہیے۔ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، فقط وہی ایک نمونہ عمل اور تمام بنی نوع انسان کے سچے غم خوار۔ کوئی سوال پوچھے بغیر، وہ آدمی کا مسئلہ اسے بتاتے ہیں: بی بی! آپ سخت گیر بہت ہیں، آپ کا سچہ اس لیے باغی اور بے توازن ہوا کہ آپ کسی کی سختی نہیں۔ سچے بے خطا ہوتے ہیں، محبت سے انہیں سکھایا جاتا ہے، پھر وہ ایک ورق اس کی طرف بڑھاتے ہیں، جس پر سرور کون و مکاں ﷺ کی دعائیں رقم ہیں۔ ان میں سے بعض پر انہوں نے نشان لگادیئے ہیں۔ اپنے قلم سے وہ چند اسماء ربانی لکھتے ہیں۔ یا سلام، یا مومن یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم یا کریم، یا ولی یا نصیر، یا ذوالجلال والاکرام، یا وہاب۔ مسافر چونکا اٹھتا ہے: اس آدمی کو میرے باطن اور احوال کی خبر کیسے ہو گئی مگر بات سچی ہے اور لہجے میں شفقت اور دعا ہے، چوہ صدیاں قبل جو ابوالقاسم ﷺ کے ہونٹوں سے ادا ہو کر بابرکت ہو گئی تھی۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اب ان کی تعداد پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی۔ عمران خاں اور جنرل حمید گل سمیت خود اس طالب علم کے توسط سے ہزاروں۔ کوئی پیچیدہ سوال درپیش ہو، کوئی کرب، کوئی الجھن، کوئی مصیبت، واں ہر دکھ کی دوا ہے اس لیے کہ دوا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ فقیر کوئی بات نہیں کہتا، جس پر محمد ﷺ کی مہر نہیں، جس پر اللہ کی

آخری کتاب سے دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔ اور وہ کسی چیز کا دعوے دار نہیں، عظمت تو بہت دور کی بات ہے، پارسائی کا بھی نہیں۔ کسی نے پوچھا: کیا آپ مومن ہیں؟ کہا: دعویٰ باطل ہوتا ہے، مسلمان ہوں، مومن بننے کی کوشش میں لگا ہوں۔

میرے خاندان کے سبھی بزرگ تہجد گزار تھے۔ چالیس برس کی عملی زندگی میں ہزاروں اجلے آدمی دیکھے لیکن پورا مسلمان ایک ہی دیکھا۔ بے تکلف، بے ریا، سنجیدہ مگر گاہے شوخ و شنگ، تنہائی پسند مگر محفل آرا بھی، چہرے مہرے اور زیب و زینت میں یکساں عامی لیکن غور کرو تو حیرت زدہ رہ جاؤ۔ "بے شک اللہ کے ولی وہ ہیں جو کبھی خوف کا شکار ہوتے ہیں اور نہ غم کا" ہر حال میں انہیں دیکھا ہے۔ غصہ، چڑچڑاپن اور رنج تو دور کی بات ہے، کبھی اداس بھی نہیں۔ حرف شکایت زبان پر آتا ہی نہیں۔ پیہم شکر گزار، پیہم شکر گزار۔ اللہ کے بندوں پر ہمیشہ مہربان۔ اس آدمی کو دیکھ کر پتہ چلا کہ ایسے ہی پیامبر ہوا کرتے تھے، جنہیں دیکھ کر انڈونیشیا والے مسلمان ہوئے۔۔۔۔۔ اور جہنم سے ڈراتے مولوی صاحبان؟ بے شمار کو میں نے دیکھا اور برتا ہے۔۔۔۔۔ شیخ محشر میں جو بچے تو اعمال مدارد۔ جس مال کے تاجر تھے وہی مال مدارد۔

فقیر جب قرآن کریم، سیرت اور عہد اول کی تاریخ یا عصر حاضر پہ گفتگو کرتا ہے تو ادراک ہوتا ہے کہ علم کسے کہتے ہیں۔ نور کا ایک دریا بہتا ہے کہ اول نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے، پھر قرارا اور انہماک، حتیٰ کہ ادراک ہونے لگتا ہے۔ تب احساس ہوتا ہے کہ علم نہ گرجتے برستے مولوی کے پاس ہے اور نہ مانگوں میں دم دبائے، منمناتے سیکولر کے پاس۔۔۔۔۔ درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا۔ چراغ رنگر کو کیا خبر ہے؟

شب ساڑھے گیارہ بجے تھے جب فلسفہ ارتقا کے بارے میں سوال کیا، صبح کے چار بجے تھے، جب گفتگو تمام ہوئی۔ انسان اور کائنات کی تخلیق کے سارے مراحل، مغربی سائنسدانوں کے بدلتے اور رفعت پذیر ہوتے مغالطوں میں اٹے تصورات، قرآن کریم، احادیث اور اصحاب رسولؐ کے انکار، قدیم پیغمبروں کے نظریات۔ ممکن ہے عمران خاں نے بعض کو پڑھا ہو، میرے لیے اکثر نام نئے تھے۔ بوریٹ کا ایک بھی لمحہ نہیں آتا۔ تب احساس ہوتا ہے کہ علم عبادت سے بڑھ کر کیوں ہے۔ یہ کیوں ارشاد ہوا کہ طالب علم کے قلم کی سیاہی، شہید کے خون سے افضل ہے۔ پیچ در پیچ زندگی اپنے اوراق کھولتی ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ احد، احد پکارنے لگتا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے مجھ سے کہا * پندرہ سو برس پہلے قرآن کریم کے سوا کس نے کہا تھا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ پہاڑ منجمد ہیں؟ وہ تو روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں (اور پہلے خلا نور نے ٹھیک یہی الفاظ کہے) * پندرہ صدیاں قبل کس نے کہا تھا کہ سب سیارے اپنے مدار میں گردش کرتے ہیں * کس نے کہا تھا "ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا" پھر بولے: میری کتاب کا دیباچہ لکھ دو۔ میں انکار کر دیتا، میری بساط کیا ہے مگر اس خیال سے جی خوش ہوا کہ صاحب عرفان سے تعلق جڑتا ہے۔ پھر کہا: آپ لکھیں گے تو کچھ برکت ہو جائے گی۔ بخدا، اگر وہ یہ کہتے کہ ایسا کرنے سے تمہارے حصے میں خیر و برکت آئے گی تو یہ بھی ایک احسان ہوتا مگر ایسی مہربانی اور اتنی عنایت؟

پروفیسر صاحب کہتے ہیں: قرآن اللہ کا Data ہے۔ اس کے وجود پر سب سے بڑی، مکمل اور حتمی کواہی۔ ہزار اوراق میں سے ایک غلطی ڈھونڈ لو، پھر تم آزاد ہو۔

اس لیے کہ ہزاروں حماقتوں کے باوجود آدمی تو آدمی ہی رہتا ہے مگر ایک چھوٹی سی غلطی کرنے کے بعد پروردگار، پروردگار نہیں رہ سکتا۔ پھر وہ کہتے ہیں، بھائی، پچاس برس پہلے، خود میں نے بھی قرآن کریم اس لیے پڑھنا شروع کیا تھا کہ کہیں کوئی غلطی نکل آئے۔ آٹھ برس غور کرتا رہا مگر وہ سچا نکلا اور مکمل طور پر سچا۔ زندگی کی سب سے بڑی اور بنیادی سچائی۔ تسلیم کے سوا اب چارہ کیا تھا؟ لیکن پھر وہ ایک بات اور کہتے ہیں: اللہ کی کتاب یہ کہتی ہے کہ وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو غور و فکر کے بغیر، خود اللہ کی آیات کو مان لیں۔ تقلید نہیں، غور و فکر، قرآن کریم میں، حدیث میں، سیرت میں، تاریخ میں، عصر حاضر میں، آدمی میں اور عصری علوم میں۔

دیوبندی نہ بریلوی، وہابی نہ شیعہ، پروفیسر صاحب مسلمان ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں: اللہ نے میرا نام مسلمان رکھا تو میں بریلوی یا دیوبندی کیوں بنوں؟..... اور اس نے آدمی کو ایسا روشن دماغ عطا کیا تو وہ تقلید کیوں کرے؟ حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ہزار چندرہ سو الفاظ میں، اس شخص پر لکھنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا جو قرآن میں غوطہ زن ہو اور عصری علوم میں بھی۔ خود جس کی اپنی زندگی ایک معجزہ ہے۔ ایک چراغ کہ جس سے چراغ جلتے چلے گئے۔ ایک پوری کتاب لکھنی چاہیے مگر کیسے لکھوں۔ اذن عطا ہو تو ابتدا کروں، اللہ کو منظور ہو تو ابتدا کروں۔ کون جانتا ہے کہ آنے والا کل کیا لائے گا اور کون سا خواب متشکل ہو پائے گا۔ آدمی مگر دعا کے ہاتھ تو اٹھا سکتا ہے۔..... آئیے عرض گزاریں ہم بھی۔

سیرت رسول ﷺ (چند انوکھے پہلو)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

یہ موضوع بہت اہم ہے۔ تین رسالت ﷺ کے بارے میں گفتگو کرنے کا شاید ہی

کوئی اہل ہو۔ ایک وہ مقام ہے جو اللہ کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے جس کے بارے میں

عالم بے بسی سے یہ کہتا ہے:

عالمِ ثنائے خوبہ یہ یزداں گزاشتم

کاں ذاتِ پاکِ مرتبہ دانی محمد است

(اے عالم میں نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف اللہ پر چھوڑ دی ہے۔)

ہم نہیں وہ ذات پاک ہی محمد ﷺ کے مرجعہ کو جانتی ہے۔)

جب ہم عقیدت و محبت کے حصار سے گزر جائیں تو جیسے ابھی آپ نے اسرار کسانہ سے ”موسو عظیم آدی“ کا وہ ٹائٹل سنا جو رسول ﷺ کے بارے میں لکھا گیا تھا۔۔۔ مجھے یہ یقین نہیں کہ کوئی غیر مسلم بھی ایسی بات لکھ سکتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جب انسانوں کا قہاں ہو رہا ہوتا ہے تو اللہ اس ذہن پر یہ جبر رکھتا ہے کہ تم نے میرے ہی محبوب کو بند بالا رکھنا ہے اور یہ جو پروردگار عالم نے کہا: ”ما من دابة الا هو اخذ بناصيته“ (ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جس کی پیروی اس کے ہاتھ میں نہ ہو) اور جدید نفسیات آپ کو یہ بات بتاتی ہے کہ اس ماتھے کے پیچھے thinking lobe ہوتی ہے یا فیصلہ کرنے والا دماغ ہوتا ہے۔ یعنی اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ دنیا میں کوئی انسان کوئی شے کوئی مخلوق جس کے بارے میں میں ارادہ کر لوں کہ اس نے یہ کام کرنا ہے تو وہ ایسا کر کے رہتا ہے کیونکہ اس کا remote control میرے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

ہم نے پیغمبروں کو عقیدت کے حصار میں لپیٹ لیا ہے۔ ہم ان کی طرف منہ بھی نہیں کرتے، آنکھ بھی نہیں اٹھاتے۔ ہم نے مختصر ایہ کہہ کر کہ وہ اللہ کے رسول اور نبی ہیں ان کو ایک بہت بڑی علیحدہ صف قرار دے دیا ہے مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ ضرور ان لوگوں کو پیغمبر چنے گا، جو اس خیال میں کسی سے کم ہوں گے۔ اللہ ایسا نہیں کرتا۔ اس نے کتاب حکیم میں فرمایا ہے کہ میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ علم کہاں رکھتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک بہت بڑی testing ground چل رہی ہوتی ہے۔ اللہ کے نزدیک بھی مدارج علم طے ہو رہے ہوتے ہیں، وہاں بھی ایک معیار تخلیق لگا ہوتا ہے اور علم و عقل اور دانش میں جو بہترین تخلیق ہو آخراں کو یہ منصب مل سکتا ہے اور جب وہ قرآن میں کہتا ہے: ”ترفع درجۃ من نشاء و فلق کل ذی علم علیم“ تو آپ کیسے یہ اندازہ کر سکتے ہو کہ ایک نئی کارجہ علم زمانے میں کسی سے کم ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موسیٰ اپنے ہم چشموں میں علم کی وجہ سے رسوا ہو جائے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ عیسائی ان منکبر اور مجتہد یہودیوں (Philistines) سے علمی نقاط پر شرمسار ہو جائیں اور پھر جس نبی کے بعد کس نبی نے آنا ہی نہ ہو، جو سارے زمانوں کا نبی ہو، قیامت تک جس کا اختیار اور سکدہ رسالت چلنا ہو تو پھر بھلا کون سا اگلا زمانہ اور کون سا اگلا آنے والا دانشور (intellectual) اس نبی سے بڑا ہوگا، ان سے بہتر سوچتا ہوگا، ان کی فراست سے بڑی کس کی فراست ہوگی؟ اس علم و حکمت کے مقام سے بڑا کس کا مقام ہوگا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ کوئی مغرب کا بہت بڑا مفکر نبی ﷺ کو چیلنج دے گا۔۔۔۔؟ کوئی رسل، کوئی برگساں، کوئی میٹھے، کوئی سیاست دان۔۔۔۔؟ یہ اس قسم کے اقرار آپ کو اس لئے ملتے ہیں کہ جب بھی دنیا میں اجتہاد فکری بنیاد ہوگی، جب تک معیار عقل و نظر کھتے رہیں گے محمد رسول اللہ ﷺ کی خاک پا تک بھی کوئی ذہانت نہیں بچھی سکے گی۔ میں آپ کو اس کی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔۔۔۔ حیران ہوں کہ آپ کو مثال دوں یا کیا کروں۔۔۔۔؟ جب تک آپ بہت پڑھے لکھے نہ ہوں آپ وہ مثال نہیں سمجھ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک آپ بہت پڑھے لکھے نہ ہوں، جب تک علم ہیئت کے مدارج اعلیٰ پر آپ کا دماغ قائم نہ ہو اس وقت تک شاید آپ بھی نہ سمجھ سکو۔۔۔۔ cosmology کا ایک رائج الوقت چھوٹا سا منکر کہتا ہے کہ ایک بات پر ہم سب متایہ متفق ہیں کہ Big Bang کے فوراً بعد جبکہ ابھی کائنات نہیں بنی تھی، ابھی ستارے وجود میں نہیں آئے تھے، ابھی سیاروں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، ابھی زمین و آسمان میں عظیم الشان کہکشاؤں (galaxies) نے کوئی رنگ نہ دکھایا تھا، ابھی سورج تخلیق نہ ہوا تھا۔ زمین معرض وجود میں تھی مگر ابھی آباد نہ ہوئی تھی تو اس سے بہت پہلے جب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کائنات میں صرف بادل تھے، بہت بڑے بڑے بادل۔۔۔۔ اتنے بڑے بڑے بادل کہ ان میں سوائے مختلف گیسوں کے فضا اور radiations کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ بادل کتنے بڑے ہوں گے جن سے یہ ساری کائنات وجود میں آئی۔۔۔۔ پھر وہ بادل ٹکڑے، ان کے ٹکڑے جھے، جم کر ٹھنڈے ہوئے، ٹھنڈے ہونے کے بعد بڑی بڑی کہکشاؤں وجود میں آئیں، ستارے وجود میں آئے، زمین وجود میں آئی، آسمان زمین

وجود میں آیا۔ یہ سب سائنس دانوں کا حلقہ فیصلہ ہے۔ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے حضور گرامی مرتبت سے ایک سوال کیا: ہمارا رب تخلیق کائنات سے پہلے کیا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کان فی عماہ ماتحتہ هو آء کما فوقہ هو آء“ (وہا دلوں میں تھا۔ اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی) آپ یہ بات نظر انداز نہ کیجئے گا کہ تین ہزار سال کی عقلی اور دینی جدوجہد کے بعد، بہترین ایڈارٹریوں کے بعد، ہیل کے بعد جملہ سائنس دان صرف اس بات پر agree کر رہے ہیں کہ Big Bang کے فوراً بعد بڑے بڑے بادل تھے اور کچھ نہ تھا اور پندرہ سو برس پہلے جب رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کائنات بنانے سے پہلے رب العزت کیا کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہا دلوں میں تھا۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا لگتا یہ ہے کہ فکر انسان ایک چیز کو دریافت کر رہی تھی اور ایک شاہد تخلیق کائنات تھا۔ ایک وہ تھا جسے اللہ نے اپنے حضور سے تعلیم دی تھی کہ جب کچھ بھی نہیں تھا تو میں یہ کر رہا تھا اور پندرہ سو برس پہلے اعلیٰ ترین جدت علم اور تحقیق بلا آخر اسی نقطے کو explain کر رہی تھی کہ کائنات سے پہلے صرف بادلوں کا اجتماع عظیم تھا۔

یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قبعین ہو کر ہم اپنے پیغمبر کے اعلیٰ ترین ظرف عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہم محبت و عقیدت کی چند نقطوں اور نکتوں کے بعد ان کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہمیں کبھی خیال نہیں آیا کہ ہم جو کتابوں میں مختلف ذریعہ اقوال پڑھتے ہیں کیوں نہ تھوڑی سی کوشش کر کے کسی حدیث کی کتاب سے کوئی ایسا قول پڑھیں جو رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا ہو۔ کیوں نہ ہم اس نقطہ علم سے آگہی پائیں اور کیوں نہ ہم اپنی ہدایت کیلئے اپنے آقا و رسول ﷺ کے نقش پا پر چلیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے بارے میں متضاد اور مجموعی طور پر ان کی مناسبت عالیہ کے بارے میں شبہات کی گھنگھو کرتے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ جو تعلیم وہ مبارک ہستی ہمیں دے گئے ہیں، جو اعلیٰ ترین علمی استدلال وہ ہمیں دے گئے ہیں اس کے بجائے ہم صرف تعریف و توصیف پر اپنا کام نکالیں۔

بڑی مشہور بات ہے کہ جگہ جگہ گلی کوچہ میں مشہور ہے کہ خدا کو بے دلیل مانو۔ آپ کو معلوم ہے نا کہ جب خدا کو بے دلیل ماننے کی بات کی جائے تو لوگ بڑی دور سے دلیل لاتے ہیں۔ بے دلیل ماننے کیلئے بھی لوگ بڑی دور سے دلیل لاتے ہیں۔ کسی مسجد میں چلے جاؤ، کسی حجرہ کریم میں چلے جاؤ لوگ ایک بات کہتے ہیں کہ اللہ میاں کے بارے میں گفتگو نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ”رازی“ یہ کر بیٹھا ہے۔ امام فخر الدین رازی کی مثال دی جاتی ہے کہ انہوں نے اللہ پر سو دلائل اکٹھے کئے تھے اور پھر بھی شبے میں تھے۔ جب موت آئی تو شیطان نے کہا کہ اب کدھر گئیں تیری ویلیں۔۔۔۔۔ ابھی تک تو اپنے آپ کو convince نہیں کر پایا پھر تصور میں ان کے مرعہ کریم ان کے قریب آئے اور کہہ ”اے رازی کیا حماقت کر رہا ہے کہ خدا پر دلیل لا رہا ہے تم شیطان سے کیونکہ میں نے اللہ کو بے دلیل مانا۔ اس کے بعد تیری جان آسانی سے نکلے گی۔“ رازی نے ایسا ہی کیا اور سنا ہے کہ آرام سے مر گیا۔ آپ کو ان باتوں میں تو بڑی سچائی لگتی ہے مگر آپ کو قرآن کی بات سچی نہیں لگتی قرآن کہہ رہا ہے ”ان الشر السوء اب عند الله الصم البکم الذین لا یعقلون“ (بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہے جو علم و عقل سے کام نہیں لیتا، فہم و ادراک سے کام نہیں لیتا، سوچتا نہیں ہے، اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات پر گرتا ہے اور تھلید کے سوا اس کے خیال میں اور کچھ نہیں ہوتا۔) پھر وہ کہتا ہے: ”لیہلک من ہلک عن بینۃ“ (جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا) ”ویسعی من سعی عن بینۃ“ (جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا) بھلا اس بچارے رازی کو کیا نہیں پتا تھا کہ اللہ دلیل سے ہی ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پھر بھی شبہ میں رہو اس لئے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ضرور سناؤں گا اور دیکھوں گا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ بھی ہمیں ہر بات بے عقلی اور بے دلیلی سے کرنے کو کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو فرمایا: ”کھڑی ہو۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ (عقل ہی وہ واحد ایسی چیز ہے جو اللہ کی تابعدار ہوتی ہے۔ ہمارا جبلی وجود تو اس کا تابعدار نہیں ہوتا۔ ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہمارا جبلی وجود اللہ کا قائل نہیں ہوتا۔ یہ تو

عقل ہے جو اللہ کی قائل ہوتی ہے۔ جب عقل کو اپنے سامنے حسن پروردگار نظر آیا ہو گا تو اس عاشق بیچارہ نے جو حکم سننا تھا اس پر عمل کرنا تھا (اللہ نے کہا کہ اے عقل کھڑی ہو جا۔ عقل کھڑی ہو گئی۔ اللہ نے کہا کہ کھوم، وہ کھوم گئی۔ اللہ نے پھر کہا پھر میرے سامنے منہ کر۔ اس نے منہ سامنے کیا۔ اللہ نے کہا کہ بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی اور اس نے اپنا مقام پکڑا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی مخلوق بھی تجھ سے بہتر، افضل اور خوبصورت پیدا نہیں کی۔ اس حدیث سے دو باتیں صاف ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل مخلوق ہے، soft ware ہے۔ یہ بڑا special soft ware تھا جسے اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ تھوڑا سا ملائکہ کو بھی یہ دیا۔ اس میں artificial intelligence نہیں تھی۔ اس میں اعمال و برکات اور سوچنے کی صلاحیت موجود تھی۔ جب وہ اسے بنا بیٹھا تو اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ بہتر، خوبصورت اور افضل کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ میں تیرے سبب لوں گا۔ جو بندوں سے وصول کروں گا وہ تیرے سبب وصول کروں گا، تجھے معیار بنا کر وصول کروں گا۔ میں یہ دیکھوں گا کہ لوگوں نے کتنی عقل استعمال کی ہے اور کتنی نہیں کی۔ انہوں نے عقل سے کتنا سوچا ہے اور کتنا نہیں۔ اپنے معاملات میں انہوں نے کتنا تجھے استعمال کیا اور کتنا نہیں۔ میں تیرے سبب لوں گا اور تیرے سبب ہی دوں گا۔ میں جو اپنی عنایات کروں گا۔ میں جو اپنے فضل و کرم سے افراد اور قوموں کو نوازوں گا تو تیری وجہ سے نوازوں گا۔ میں یہ دیکھنا چاہوں گا کہ میں نے جو سب سے نرالی چیز پیدا کی اور حضرت انسان کو بطور امانت دی اسے لوگوں نے کیسا استعمال کیا ہے۔ میں تیرے سبب دوں گا، تیرے طفیل دوں گا، تیرے طفیل لوں گا۔ جیسے لوگوں نے تجھے استعمال کیا میں ویسے ہی لوں گا۔ میں تیرے سبب بچانا جاؤں گا۔ عبادات کے عوض نہیں، روزوں کے عوض نہیں بلکہ اے عقل میں تیری وجہ سے بچانا جاؤں گا۔ ”كنت كنزاً مخفياً.....“ (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ بچانا جاؤں تو پھر میں نے تعارف کیلئے مخلوق پیدا کی) شناسائی پیدا کی اور اس آلہ شناسائی کو میں نے عقل کہا اس لیے اے عقل میں تجھ سے ہی بچانا جاؤں گا۔ ایک جاہل اور ایک عالم کی تعریف میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک بڑا اچھا شعرا اگر آپ کسی بد ذوق کے

سامنے سناؤ تو وہ تو گائے کا چارہ نکلے گا مگر جو با ذوق ہے، جو حسن ذوق رکھتا ہے، جو حسن ادب کی فراست رکھتا ہے وہی اس شعر کو appreciate کرے گا۔ خداوند کریم اپنی appreciation جہالت سے نہیں مانگ رہا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے عقل میں تجھ سے بچانا جاؤں گا۔ تیرے سبب ناراض ہوں گا، جب تو میری ذات، میری کیفیات کو بیان نہ کر سکے گی، مجھے پہچان نہ سکے گی، جب تو میرے بارے میں شبہ کرے گی، میری ذات کو مشکوک کرے گی تو میں تیری وجہ سے ناراض ہوں گا۔ تیرے سبب سے انسانوں کو ثواب ہوگا اور یہ یاد رکھنا اے عقل! کہ اگر تو نے اپنا کام نہ کیا تو تیری وجہ سے تجھ پر عذاب ہوگا۔ خواتین و حضرات! کیا اس کے بعد کوئی گنجائش رہ جاتی ہے اس faith کی یا اس اعتبار کی جو سکھ، رائج الوقت ہے۔ وہ Blind faith جس کے چہرے ہر گھر میں ہیں۔ وہ بے دلیل ماننا جس کی کہانیاں اور دلائل آپ نذر اندین رازی سے نکالتے ہو یا اس قسم کے کسی اور فلاسفر سے نکالتے ہو۔ یہ عجز عقل اللہ کو مشکور نہیں ہے اس لئے کوشش کریں کہ اگر عقل سیکھنی ہو تو عقل کوئی دور نہیں ہے۔ یہ آپ کے دل میں ہے، آپ کے دماغ میں ہے اور سب سے زیادہ علم و عقل کی اگر کوئی معرفت رکھتا ہے تو وہ آپ کے سرکار، ہمارے رسول ﷺ ہیں۔ ان سے دوری علم و عقل و اعتدال سے دوری ہے اور ان کا قرب علم و عقل و اعتدال ہے اور یہی علم کی معراج ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک شخص سے نہیں ملنا تھا۔ آپ یقین جانیئے کہ میرا اس سے ملنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ آخر انسان اتنا تو choice رکھتا ہی ہے کہ کسی سے ملے اور کسی سے نہ ملے۔ دو چار اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ میں نے کوشش کی کہ یہ دروازے سے ادھر ادھر ہو جائیں۔ میں یہ سوچ کر کہ شاید وہ چلے گئے ہوں باہر نکلا تو وہ بالکل دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ مجھے دل میں بڑا صدمہ ہوا تو آپ یقین جانیئے کہ اس وقت مجھے ایک حدیث رسول ﷺ بہت یاد آئی۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”جب کسی کے گھر جاؤ تو تین مرتبہ دستک دو اور دروازے کے سامنے مت کھڑے ہونا“۔۔۔۔۔ مجھے پہلی دفعہ یہ نفسیاتی (psychological)

(نقطہ سمجھ میں آیا کہ اگر وہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ بھی سامنے ہوں گے تو پھر منفر ہے ہی نہیں۔ وہاں تو پھر آپ بچ ہی نہیں سکتے ہو۔ آپ بھی سامنے، وہ بھی سامنے۔ چاہو، نہ چاہو، چاروں چار آپ کو اس سے ملنا ہی پڑے گا۔ یہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے دروازے سے ایک طرف بتایا کہ ایک طرف ہو کر اس کو آواز دو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اگلے کو یہ choice دو شاید وہ آپ سے ملنا نہ چاہتا ہو، شاید اس کی شرم رہ جائے اور اگر آپ آئے سامنے آگئے تو دونوں شرمندہ ہو جاؤ گے۔ اس حدیث پر ایک صحابی رسول ﷺ نے جو remark دیا میں اس کو بڑا appreciate کرتا ہوں۔ ایک صحابی نے کہا: ”میں ساری زندگی لوگوں کے گھروں پر جاتا رہا اور تین دفعہ دستک دے کر انتظار کرتا رہا کہ مجھے جواب نہ آئے اور میں اسی طرح گھر واپس آ جاؤں کم از کم مجھے سب رسول ﷺ پر عمل کرنے کا موقع تو ملے۔“ یہ جو بہت سے تبلیغ والے آتے ہیں یہ شاید اسی طرح واپس چلے جاتے ہوں گے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ نازک ترین مقامات سے بھی لوگوں کو کھینچ کر باہر لے آتے ہیں۔

حضرت ابو ذرؓ کے بارے میں رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ باقی انبیاء کو سات گھر مجھے چودہ مشیر و دوست دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک ابو ذرؓ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو ذرؓ مدیہ جیسی کوئی عقل نہیں ہے۔“ یعنی جو انسان سوچتا ہے، کرتا ہے، پڑھتا ہے اور اس بنا پر وہ جو اپنا اندازہ قائم کرتا ہے۔۔۔ دیکھئے ایک طرف آپ کا غرور و مذہب رائج ہے جو تمام دنیا کے علوم کو دنیا کے علوم قرار دیتا ہے۔ بھئی کون سا دنیا کا علم۔۔۔؟ مجھے بتائیے کون سا دنیا کا علم؟ کیا کسی انسان کی فلاح و بہبود کیلئے نیکی بنالینا اور ظور مل بنالینے میں کوئی زیادہ فرق آگیا ہے؟ اگر اس وقت گھر گھر چکیاں لگی ہوتیں تو آج آپ مہاجر بن سوات کو کچھ نہ دے سکتے۔ ظاہر ہے کہ technology کی ایک چھوٹی سی limit بڑھ کر بہت بڑی ہو جائے تو اس سے یہ مراد تو نہیں ہوتا کہ انسان کا وہ کام مذہبی نہیں رہا۔ نسل انسان کی فلاح و بہبود اور جتا کیلئے اگر سائنس نے کوئی کام کئے ہیں اور آپ کے اور ہمارے کام آ رہے ہیں تو ہم ان کو غیر مذہبی کام نہیں کہہ سکتے۔ یا تو

مذہب نے تمام تر دنیا کو جھوٹ کہا ہو مگر اڈ کہا ہو۔۔۔۔۔ اللہ نے دنیا کو ایسا نہیں کہا، آزمائش ضرور کہا ہے مگر جھوٹ نہیں کہا۔ ”وما خلقنا السماء والارض وما بينهما باطلا“ (27:38) (اور ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔) اس کو اللہ نے جھوٹ نہیں کہا۔ آپ جنگل میں چلے جاؤ، تبت کے لاماؤں کی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جاؤ۔۔۔۔۔ جہاں test نہیں ہے وہاں result نہیں ہے چاہے آپ ہزار برس بھی کسی جنگل میں اکیلے جا کر بیٹھے رہو۔ جہاں آپ کا کوئی معیار ہی نہیں، کوئی امتحان ہی نہیں وہاں آپ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ نتیجہ تب نکلے گا جب آپ مخلوق میں آؤ گے اس میں بیٹھو گے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔

پچاس برس کی برج عجمی کی ریاضت کے بعد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو کہا گیا کہ اے میرے بندے! اب مخلوق میں جا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ میں تو نہیں جانے کا۔۔۔۔۔ وہ صاف مکر گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر خبر آئی کہ اے عبدالقادر مخلوق میں جا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانے کا۔۔۔۔۔ پھر بیٹھ رہے۔ کچھ عرصے کے بعد اللہ نے پھر کہا کہ اے عبدالقادر ہم چاہتے ہیں کہ آپ مخلوق میں رہو۔ اب ان کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اگر تیسری بار کوئی چیز سامنے آ جائے تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھنا۔ اب چونکہ یہ تیسری بار تھا اس لئے سمجھ گئے کہ مقرر نہیں ہے، جانا ہی پڑے گا۔۔۔۔۔ عبدالقادر جیلانی نے کہا کہ اے پروردگار مجھ پر ایک مہربانی کرو، مجھ سے ایک وعدہ فرما دو تو میں مخلوق میں چلا جاؤں گا۔ اللہ نے پوچھا: ”اے عبدالقادر تو کیا چاہتا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اے اللہ مجھے مخلوق سے آزما نا نہیں۔“ اللہ نے کہا: ”جا! ہم نے تجھے ہر مخلوق کی آزمائش سے بے نیاز کیا۔“ یہ اسی وجہ سے ہے کہ جب آپ ان کی بڑی بڑی باتیں اور بڑے بڑے کامائے سنتے ہو تو وہ پہلے سے یہ عہد لے کر آئے تھے اس لئے ذرا محفوظ تھے۔ ہم اور آپ وہ دیکھتے نہیں کر سکتے ذرا ہوش سے رہنا۔۔۔۔۔!

بعض باتیں بہت natural ہوتی ہیں اور آپ کے رسول ﷺ کی اتنی گہری نظر ہے کہ وہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ کیلئے اصول متعین کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ

روایت کرتے ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا: ”خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے۔“ آپ بھی بجٹ بناتے ہو۔ سب بناتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ کوئی نیا اصول بجٹ دیا ہے۔ یہ کیا کہ آپ نے ساری عمر کنجوسی کی مگر شو، شاہ پر لاکھوں روپے لگا دیئے۔ شاہیوں پر اندھوں کی طرح بہا دیئے۔ آدھی economy اس وقت ٹھیک ہو جاتی ہے جب آپ خرچ میں اعتدال برتتے ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے۔“۔۔۔ مگر ہم تو صبح و شام لوگوں کی غیبت پر ہوتے ہیں۔ ہم نے محبت خاک کرنی ہے۔ ایک انگریزی کتاب میں ایک کہانی تھی: ”A House on Fire“ اس کے مصنف نے اس میں لکھا: میں یہ کہہ بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسی طرح مکانوں کو آگ لگی رہے اور میں یہ تماشا دیکھتا رہوں۔ اس کو ان لوگوں پر ترس نہیں آ رہا تھا جو مر رہے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب میں نے وہ آگ میں جلتا ہوا مکان دیکھا اور چیخنے چلاتے لوگ دیکھے تو بجائے اس کے کہ میرے دل میں کوئی رحم آتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہ تماشا کا رہا اور میں اسے دیکھتا رہوں۔ خواتین و حضرات! تماشا نہیں دیکھنا چاہیئے۔ جب آپ ہندوگان خدا سے محبت رکھتے ہو تو آپ میں آدھی عقل آ جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے علم کا ایک اصول یہ بتایا کہ اچھا سوال کرنا نصف علم ہے۔ یہ حدیث خصوصاً طالب علموں اور دانشوروں کیلئے ہے کہ اگر آپ نے confuse نہیں رہنا تو سب سے پہلے سوال کرنے والے کو اپنا سوال سمیٹنا چاہیئے۔ اس کو پتہ ہونا چاہیئے کہ میں کیا جانتا چاہتا ہوں۔ اگر آپ پورا ایک بالشت بھر کا سوال نکال کے لاؤ اور آخر میں یہ بھی پتہ نہ چلے کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہو اور کیا نہیں پوچھنا چاہتے تو اس سے علم نہیں بڑھے گا۔ کوشش کرو کہ اچھا سوال کرو اور سوچ سمجھ کر کرو جس کے جواب میں جو کچھ آپ کو ملے گا وہ آپ کے علم کی افزائش اور بہتری کا سبب ہوگا۔ یہ نصف علم ہے۔ ایسے اصول میں نے کسی اور سے نہیں پڑھے یہ تمام اچھی باتیں میرے آقا و رسول ﷺ نے بتائی ہیں۔ جب آپ موازنہ کرو گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ پچاس ساٹھ سال بعد تو ایک بدترین شاعر بھی کوئی اچھا شعر کہہ لیتا ہے۔ یہ میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں۔ میں نے ایک شاعر کی ایک کتاب پڑھی ادھر ادھر پوریت سے

پر حصار پہ دیکھتا رہا مگر مجھے کوئی شعر پسند نہیں آیا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ اس شاعر سے یہ کیوں کہ
یا اللہ کا واسطہ اب لکھنا چھوڑ دے مگر اچانک مجھے اس میں سے ایک شعر نظر آ گیا۔ میں نے سوچا
کہ یہ کہاں سے نکل آیا ہے۔ یہ انہوں نے کیسے لکھ لیا۔۔۔ جب میر جمہ آت نے یہ شعر لکھا:

تیرے کوچے ہر پہانے مجھے دن سے رات کرنا

کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

نقادوں نے اس شعر پر کہا کہ ایک اچھا شعر وہ ہوتا ہے جس کا کوئی لفظ کوئی بدل نہ سکے۔ اچھی بات
وہ ہوتی ہے جس کو کوئی بندہ بدل نہ سکے۔ Ernest Hemingway نے ماول لکھا "The
old man and the sea" اس کو نوٹوں انعام ملا۔ اس کے بارے میں جملہ نقادوں نے یہ
تعریف کی کہ یہ اتنی چھوٹی سی کتاب ہے مگر اس کا ایک لفظ بھی ہم نہیں بدل سکتے۔ میں یہ بتا رہا تھا
کہ میں نے جب وہ شاعری کی پوری کتاب پڑھ لی تو میں نے سوچا کہ یہ شعر کہاں سے اس میں
نکل آیا۔ وہ شعر یہ تھا:

وہ بے نقاب چمن سے گزر گیا ہو گا

ہر ایک پھول کا چہرہ اتر گیا ہو گا

میں نے بڑی کوشش کی کہ اس میں سے کوئی لفظ بدل کے دیکھوں تو شاید شعر بدل جائے مگر ایسا نہ ہو
سکا۔ یہ تو ہوتا ہے کہ بہت ساری فضول کوششوں کے بعد آپ کسی نہ کسی ایک آدھ بہتر چیز کو نکال ہی
لیتے ہو۔ کوئی نہ کوئی بہتر چیز بن ہی جاتی ہے مگر ایسا تو بہت کم دیکھا گیا کہ جو زبان مبارک ﷺ
سے نکلے وہ "جوامع الکلم" ہو۔ جو بھی قول زریں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے انسانوں کی
فلاح و بہبود کیلئے نکلا وہ مینارہء نور ہو گیا۔ حضور ﷺ دعا مانگتے تھے: "یا اللہ میری نظر میں نور
دے، میری زبان میں نور دے، میرے کان میں نور دے، میری سماعت میں نور دے، میرے
دائیں نور دے، میرے بائیں نور دے، میرے آگے نور دے، میرے پیچھے نور دے، اے اللہ
میرے نور کو زیادہ کر دے۔" حقیقت یہ ہے کہ آج بھی تمام تر نور ہمیں ان کے کلام میں نظر آتا

ہے۔ آج بھی ایک ایک جملے میں ایسی صوفستانی ہے کہ کوئی سخت دل ہی انکار نہوت کر سکتا ہے اور اگرچہ یہ ساری چیزیں ان پر بھی روشن ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے مگر ان کا دل آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف نہ کرنے سے ڈرتا ہے اسی لئے وہ کسی نہ کسی کتاب میں چاہے وہ ڈاکٹر کیرن آرم سٹرانگ ہو یا وہ کارلائل ہو جس نے Heroes میں اپنے پیغمبر کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کو ہیرو چنا، یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ اعتراف ان کی بنیادی عقل سے نکلتا ہے۔ جاننے والا جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی افضل البشر ہیں۔

جہاں زندگی میں بہت سے بحران آتے ہیں اور کئی باتوں سے انسان خوفزدہ بھی ہوتا ہے وہاں میں آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ایک خوش خبری بھی سنا دوں۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے۔“ یہ رحمت انہی کے سبب سے ہے۔ یہ ہمارے کسی عمل کے سبب نہیں ہے۔ ہماری حکمت تو آپ کو پتہ ہی ہیں۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اپنے پیغمبر کے دائرہ رحمت سے نکل جائیں مگر ان کا دائرہ رحمت بڑا وسیع ہے۔ ہم نے ہر ممکن اور ہر فاسقانہ کوشش کی ہے، ہر فاجرانہ جرأت کی ہے۔ اس کے باوجود ان کے دائرہ رحمت میں کمی نہیں آئی۔ ہم پر ان کا سایہ و کرم موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے۔“ باقی قوموں پر رحم نہیں ہوا بلکہ مسخ ہوا، وہ خنازیر بنائے گئے، زمین سے نیست و نابود ہو گئے۔ بڑے کنویں اجڑے، بڑی بستیاں الٹی پڑی ہیں۔ مونجوا ڈوبو، بڑپہ ہو، عاوشموں ہوں، بڑی بستیاں ایسی ہیں جو اب بھی خدا کے قہر کی نذر ہوئی نظر آتی ہیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے۔“ اسے آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ یہ ابلی داؤد کی صحاح شہ میں تیسرے درجے کی ایک بڑی حدیث سمجھی جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم کے بعد سب سے معتبر ابلی داؤد کی حدیث مانی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی امت کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ یہ ہے کہ چلتے چلتے جہنم کا نظارہ تو کروایا جائے گا۔۔۔ اور اسی میں بہت سے لوگ سزا پائے جائیں گے۔ ویسے بھی ہم کافی کم دل ہو چکے ہیں۔ خوف سے مرے جاتے ہیں ڈرون کا خوف۔۔۔ امریکہ کا

خوف۔۔۔ تو رابورا کا خوف۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اللہ میاں ہمیں صرف جہنم کا خوف دکھائے گا اور ہم سزا پا جائیں گے کیونکہ اب ہم practical نہیں بلکہ اخصابی خوف سے مرہ ہے ہیں۔

اب جو میں آپ سے حدیث بیان کرنے والا ہوں یہ ہے تو بہت بڑی خوش خبری مگر آپ کو سوچنا پڑے گا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی حدیث ہے۔ یقین کرو کہ اس حدیث کو پڑھ کر سینہ باغیاغ ہو جاتا ہے۔ آدمی اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ جنت اور جہنم سرے سے تصور سے نکل جاتے ہیں مگر اس حدیث پر تھوڑا غور ضرور کرنا۔ یہ حدیث کسی عام صحابی سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کردہ ہے۔ ابن ماجہ اور صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بندہ مومن ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے اللہ کے ڈر کے باعث آنسو نکلے خواہ وہ کبھی کے سر کے برابر ہو اور وصل کر اس کے گالوں تک آ جائے مگر اللہ اسے آگ پر حرام کر دیتا ہے“ یہ رسول اللہ ﷺ نے بہت photogenic مثال دی ہے۔ اگر آپ غور کر تو ایسا کوئی بندہ نہیں ہوگا کہ جس کی آنکھ سے ایک اتنا آنسو نکلے جتنا کبھی کا سر ہوا اور نکل کر اس کے گالوں تک آ جائے اور اس کے چہرے کی سطح پر بہ جائے۔ مگر جا کر یہ سوچنے کا کہ کبھی کوئی ایسا آنسو اللہ کیلئے نکلا تھا جو ضروریات و حادثات کے تحت نہیں صرف خدا کی محبت کے تحت آپ کی آنکھ سے نکلا ہوا اور آپ کے گالوں تک بہ گیا ہو تو آپ یقین کریں کہ آپ کو دوزخ کی کوئی فکر نہیں ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ ان سوانتوں کی طرح ہیں جن میں ایک بھی سواری کے قافلہ نہیں ہے۔“ یعنی اللہ کے نزدیک لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ یہ جو لوگ بڑے بڑے زہاد بنتے ہیں، پختے کپڑے، چہرے بگاڑے ہوئے، بڑے بڑے دعوے دار، ہم یہ کرتے ہیں، ہم وہ کرتے ہیں، آپ ان سے دھوکہ نہ کھانا، آپ کے رسول ﷺ معیار مقرر کر گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”زہد جھوٹا مونا کھانے، میلے کپڑے پہننے اور اپنے آپ کو نکل کی زد میں رکھنے میں نہیں ہے۔ زہد یہ ہے کہ اپنی امید کو منتشر رکھو۔ لیے خواب نہ پالو۔“ حضور گرامی مرتبت نے تین لائنیں کھینچیں۔ ایک لائن لمبی، دوسری اس کے قریب اور تیسری اس کے ساتھ اور فرمایا کہ

”جو لکیر ادھر ہے وہ انسان ہے اور لمبی لائن اس کی امید کی ہے اور بچ کی لکیر اس کی موت ہے۔ اس سے پیشتر کہ انسان اپنی امید تک پہنچے موت اسے آلتی ہے۔“ امید کی طوالت عقل کے ضائع کرنے کے برابر ہے۔ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بچہ لے کر آتا ہے کہ میں اسے ڈاکٹر بناؤں گا۔ ابھی وہ پانچویں کلاس میں بھی نہیں پہنچتا مگر باپ کی خواہشات دیکھو کہ وہ اس کا اچھے سے اچھا سکول چننا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں اسے لندن بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں: ”تو یارا ابھی تو یہ پانچویں میں پڑھتا ہے اور تمہارے خواب و خیال اتنی دور تک جا رہے ہیں۔ اس کا چھٹی میں چڑھنا بھی ابھی مشکوک ہے اور تم اسے انگلینڈ بھیج کر وہاں اس کی گوری سے ملا دی کروا کر اسے واپس بھی لے آئے ہو۔۔۔۔۔۔ یہ طول عمل ہے۔ ہم اپنی خواہشات desires اور خواب اتنے لمبے نہیں بن سکتے۔ اس طرح ہماری آنکھیں بے عمل ہو جاتی ہیں۔ ہم خواب بچھ بچھ عمل سے گزر جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث کے مطابق اگر تم اچھے ہو تو زہد اور عبادت اور اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی امید کو مختصر رکھو۔ اتنی لمبی امیدیں مت باندھا کرو۔

میں بھی یہ احادیث آپ کے ساتھ ہی پڑھ رہا ہوں۔ مجھے بھی ان سے وہی سبق حاصل ہو رہا ہے جو میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ سیکھیں۔ اگرچہ یہ مسجد نہیں ہے مگر یہاں آپ زیادہ آسانی سے پڑھ اور سیکھ سکتے ہیں۔ مسجدوں میں ملا کا خوف ہی نہیں چھوڑنا تو پڑھیں گے کیا۔۔۔۔۔۔ اب وہ معیار دیکھئے گا کہ اللہ کے نزدیک احادیث رسول ﷺ میں کیا معیار پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ نے فرمایا کہ بنی عذرا کے تین افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مہمانوں کا بندوبست کون کرے گا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ ہم کریں گے۔ انہوں نے ان کو مہمان ٹھہرایا۔ پھر بنی کریم ﷺ کے ساتھ لشکر میں پہلے ایک صاحب گئے اور وہ شہید ہو گئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد پھر ایک لشکر گیا تو دوسرے بھی اس میں شہید ہو گئے۔ تیسرے گھر پر رہے اور بستر پر مر گئے۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بستر پر مرنے والا دونوں سے مرتبے میں بڑا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں کھٹک پڑ گئی کہ

یہ کیا۔۔۔۔۔ ہم نے تو شہید کا بڑا مقام سنا تھا، جو اللہ کے راستے میں جنگ میں گیا اس کا بڑا مقام سنا تھا، مگر یہ بستر والا کیسے معزز ہو گیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا مسئلہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا چیز ناپسند آئی ہے۔ اگر وہ بستر پر پڑا پڑا ان دو شہداء سے آگے نکل گیا ہے تو تمہیں کیا بات ناپسند آئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل کوئی نہیں جس کو اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اور اس کی تکبیر، تسبیح و تہلیل کے باعث اس کا ثواب ان شہداء سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔۔۔۔۔ یعنی جس کو زیادہ عمر ملے اور وہ زیادہ عمر خدا کی تکبیر و تسبیح و تہلیل میں بسر کرے تو اس کا مقام ان سے بھی بڑھ گیا جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ فرض کریں کہ اگر آپ جنگ و جدل نہیں سہا سکتے تو اتنا اللہ تعالیٰ آپ کی تسبیح و تہلیل آپ کو اس مرتبے تک پہنچا سکتی ہے۔

ایک اور بڑی اہم بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ جب کوئی کام یا واقعہ ہو جائے تو یہ مت کہا کرو کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔ اللہ کی تقدیر نہیں بدلتی تھی۔ جیسے ہونا تھا ویسے ہی ہوا مگر جب تم ”اگر مگر“ کرتے ہو تو شیطان کا کارخانہ کھول دیتے ہو۔ یہ ”اگر مگر“ خدا کے ہاں جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ویسا ہو جاتا۔ اگر وہ یہ کر لیتا تو بیچ جاتا۔ جب آپ ایسا کہتے ہو تو آپ خدا کو چیلنج دے رہے ہوتے ہو۔ خدا کے ہاں کوئی ”اگر مگر“ نہیں ہے۔ ہر چیز اپنے مقام تقدیر تک پہنچتی ہے۔ اگر آپ منہ سے ”اگر مگر“ نکالو گے تو شیطان ایک ایسا کارخانہ کھول دے گا جو بلا آخر خدا کے انکار پر مشتمل ہو گا۔ احتیاط کرو اور کبھی ایسے نہ کہنا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جتنا زندگی اور انسانی تعلقات کے بارے میں بتایا ہے اتنا شاید کسی اور چیز کے بارے میں نہیں بتایا۔ جب اللہ نے اپنے بندے کی تعریف کی اور جب رسول اللہ ﷺ کی تعریف فرمائی تو وہ لفظ استعمال کئے کہ یہ میرا بندہ اپنی امت کی خلاص و بہبود کا بے حد ”حریص“ ہے۔ ”حریص“ عیلم۔۔۔۔۔ یہاں لفظ ”حریص“ استعمال کیا گیا جو ایک متقی (negative) لفظ ہے کہ جس کو شاید ہم ”کالچ“ کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں یعنی جب

کوئی خواہش آسیب بن جائے، جب کوئی خواہش obsession بن جائے۔
 obsession جو ہمہ وقت ذہن پر سوار رہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ جس ہے۔ یہاں ایک عجیب
 سا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے ایک negative لفظ اپنے رسول کیلئے کیوں استعمال کیا۔ اگر
 میں یہ کہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کی فلاح و بہبود کیلئے بہت مشتاق تھے یا یہ کہ بہت زیادہ
 آرزو مند تھے تو ان میں سے کوئی لفظ بھی وہ شدت (intensity) ظاہر نہیں کرتا وہ طاقت
 (strength) ظاہر نہیں کرتا اور اللہ کو بھی اچھی طرح پتہ تھا کہ کسی زبان کا کوئی مارل لفظ بھی اللہ
 کے رسول ﷺ کی اس آرزو کو پورا نہیں کرتا جو وہ اپنی امت کیلئے رکھتے تھے۔ اسلئے ایک ایسا لفظ
 استعمال فرمایا جو اگرچہ متقی تھا مگر وہ انتہائی مثبت معنوں میں استعمال فرمایا کہ رسول ﷺ اپنی امت
 کی فلاح کے اچھے حریص ہیں کہ اس کے net result میں اللہ نے انہیں اپنے دوتا نیکل
 انسانی سطح پر بخش دیئے یعنی وہ ”رؤف و رحیم“ ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں اپنی امت کی
 بخشش کی اتنی زیادہ خواہش ہے، ان کی آسانی اور ان پر نوازشات الہیہ کیلئے وہ اتنی آرزو رکھتے
 ہیں کہ اتنی کوئی مارل انسان نہیں رکھتا۔ یہ ایک abnormal desire ہے جو اللہ کے
 رسول ﷺ اپنی امت کیلئے رکھتے ہیں اس لئے اللہ نے اس کو ایک متقی لفظ سے explain کیا کہ
 وہ اپنی امت کی فلاح کیلئے جس کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے بارے میں کہا کہ یہ ”رؤف“ ہیں اور ”رحیم“ ہیں۔ یہ
 نہیں کہا کہ یہ عبد الرؤف یا عبد الرحیم ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ایک لفظ کئی سطح پر لاگو ہوتا ہے۔ ہو
 سکتا ہے کہ ایک باپ اپنی اولاد کیلئے ”رؤف و رحیم“ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک پرنسپل اپنے کالج کیلئے
 ”رؤف و رحیم“ ہو اور رحمت اللعالمین ﷺ زمین پر ہر چیز سے بڑھ کر اعلیٰ زمین کیلئے ”رؤف و رحیم“
 ہیں اور اپنی امت کیلئے تو اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ”رؤف و رحیم“ ہیں مگر جب ہم زمین کا دائرہ
 پھیلا دیں گے اور یہی لفظ اگر ساتوں زمینوں اور ساتوں کائناتوں پر چلا جائے گا تو جو چیز اللہ نے
 تخلیق کی ہے، جس جس چیز کو وہ رزق دیتا ہے، جو جو چیز زندہ ہے جس جس چیز کے بارے میں

اللہ نے کہا ہے کہ ”الحمد لله رب العالمين“ اُس اُس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ کی رحمت اور رؤوفیت پہنچتی ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا: ”وما ارسلناك الا رحمة للعالمين“ جہاں جہاں الحمد لله رب العالمين ہے وہاں وہاں رحمۃ اللعالمين ہے۔ اگر آپ دونوں الفاظ کی ساخت پر غور کریں تو دونوں لفظ ایک area کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ area ہے عالمین کا اور مقامات کا۔ یہ صرف دنیا کا area نہیں ہے، یہ پوری کائنات بلکہ کائناتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ سورج کو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی رحمت پہنچتی ہو ہو سکتا ہے کہ چاند کو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی رحمت پہنچتی ہو۔ جن کو آپ بے جان کہتے ہوں کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے وحی کے ذریعے خطاب کیا ہوا ہے۔ سورج کو بھی خطاب کیا ہوا ہے، زمین کو بھی خطاب کیا ہوا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو تو اپنی مرضی سے آؤ ورنہ بھر جبراً آنا ہو گا تو انہوں نے عرض کی کہ اے پروردگار ہم تو اپنی مرضی سے آئیں گے اور تیری اطاعت کریں گے۔ جہاں جہاں اطاعت و رہبریت پروردگار کا نشان ہے وہیں وہیں علم رحمت للعالمين کا بھی نشان ہے اللہ کے نزدیک اس کا بخیربر ﷺ ”رؤف ورحیم“ ہے۔ اب اے اہل حدیث! اے اہل ایمان! اے اہل علم، اے اہل عقل غور تو کرو کہ اگر کوئی ساری حدیث رسول ﷺ پڑھ لے تو اس پر کس چیز کا اثر ہونا چاہیے؟ جس شخص نے بھی اپنے رسول ﷺ کے ساتھ اپنے آپ کو identify کرنا ہے اور وہ حدیث پڑھتو پھر اس کے بعد اس پر کیا اثر ہونا چاہیے؟ مثلاً میں چاہتا ہوں کہ مجھے خصائل رسول ﷺ کی متابعت نصیب ہو جائے، میں اس وجہ و کمال کی ایک غلط ذہنی روش نہیں پال سکتا۔ میں صرف یہ آرزو کر سکتا ہوں کہ اے پروردگار عالم مجھے اپنے رسول ﷺ کی چند ایک یا صرف ایک عادت یا خصائل کی تقلید بخش دے اس رؤف ورحیم کی ایک عادت کریم بخش دے تو اس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہوگا۔۔۔ کہ وہ آدمی نرم اخلاق والا ہو جائے گا۔ اس سے سختی نکل جائے گی۔ وہ اپنے ماحول کیلئے ”رؤف ورحیم“ ہو جائے گا۔ وہ متابعت بخیر میں حسن اخلاق سے نوازا جائے گا مگر یہ کیسا واقعہ اور حادثہ ہے کہ جوں جوں آپ حدیث کو زیادہ پڑھتے جاتے ہو آپ اتنے ہی زیادہ سخت دل ہوتے چلے جاتے ہو۔ مجھ اس راز کی سمجھ نہیں آتی۔

میں یہ تو گمان کر سکتا ہوں کہ آپ ”ہٹلر“ کی کتاب پڑھ کر جنگجو اور سخت گیر ہو جاؤ یا آپ مسیحی کا مطالعہ کرنے کے بعد ہتھیار بند اور خوفناک ہو جاؤ مگر یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کوئی رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مطالعے کے بعد بھی سخت گیر رہ جائے۔ اگر اس حیات طیبہ کے مطالعے کے بعد بھی آپ کے مزاج سے سخت گیری نہیں گئی تو یہ آپ کا جنوں ہے، آپ معتدل نہیں ہو، آپ اعتدال پسند انسان نہیں ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نرمی کرنے والا ہے۔ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ نرمی پر دیتا ہے، سختی پر نہیں دیتا۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ تو ایک طرف ہیں اور ہمارے جنگجو دوسری طرف ہیں۔ یہ کیا تقسیم اور کیا بٹوارہ ہے کہ خدا اور رسول تو نرمی پر لیتے دیتے ہیں اور ہمارے روگردانہ بڑا وہ سخت گیر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا اس سے یہ شک نہیں پڑتا کہ They have not understood the religion کیا یہ شک نہیں پڑتا کہ These religious people do not know the temper of their Prophet. They have not understood the mood of God. وجہ سے ہم رسوائے عالم نہیں ہیں؟ کیا ہماری ان حماقتوں اور سخت گیریوں کی وجہ سے مسلمان جنگجو قوم تصور نہیں ہوتی؟ کیا یہ فتنہ و فساد کی مخلوق نہیں سمجھی جاتی؟ کیا ہمیں غیر شرمندہ کرتا ہے یا ہمارے اپنے لوگ شرمندہ کرتے ہیں؟ وہ اللہ جو نرم ہے وہ رسول جو نرم ہے اور جس کا خلاق و کردار کو خود خدا کہتا ہے کہ یہ رؤف و رحیم ہے اور جس کے ماننے والوں کو اگر اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر چلنا ہے تو اس نے اصولاً رؤف و رحیم ہی ہونا ہے مگر کیا بد قسمتی کی بات ہے کہ ہم غیر متوازن، بھگڑالو، بد طینت، بد فطرت لوگ ہیں جو کسی قیمت پر بھی قتل و عارت اور حرج سے باز نہیں آتے، رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی کرنے والا ہے۔ سختی پر نہیں دیتا، نرمی پر دیتا ہے اور نہ ہی نرمی کے علاوہ کسی اور بات پر دیتا ہے۔ یعنی خدا نے مخصوص کیا کہ Kindness is the tone of God. ”رحمان و رحیم و کریم“ ہے اس کا پیغمبر تو ”رؤف و رحیم“ ہے مگر آپ کس چکر میں ہتھیار بند ہو کر پھرتے ہو؟ آپ کیوں قتل و عارت پر آمادہ پھرتے ہو؟ ہمارے پاس کوئی

اور طاقت ہوگی تا جس سے ہم نے دنیا کو قائل کیا تھا، متبعین رسول ﷺ میں کوئی جان تو ہوگی نا۔
 آج تک کس مظلوم نے ظالم کا مذہب قبول کیا ہے؟ آج تک کس محکوم نے حاکم کا مذہب قبول کیا
 ہے؟ وہ قوم بنی اسرائیل جو تین سو سال سے فراعزہ مصر کی اسیر تھی وہ ان کے مذہب پر کیوں نہ چلی
 گئی۔ وہ بنو اسرائیل کے خدا کو چھوڑ کر خداوند ”رع“ کی پرستش کرنے والی کیوں نہ ہو گئی۔ آج
 تک تاریخ میں کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ کوئی محکوم حاکم کے مذہب پر دلی خوشی سے چلا جائے۔ مگر یہ کیا
 ہوا کہ جدھر جدھر سے غلامان محمد ﷺ کے قدم گزرے وہیں وہیں اسلام ابھی تک قائم و دائم ہے۔
 یہ کیا ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت میں اسلام کا ایک فوجی بھی نہیں اترا۔ کیا کوئی ایسی
 تاریخ بتا سکتا ہے کہ انڈونیشیا میں کوئی اسلامی لشکر اترا ہو، مارشس میں کوئی اترا ہو مگر چند تاجروں جو
 اخلاق رسول ﷺ سے مزین تھے ”اطيعوا الله واطيعوا الرسول“ کی ”مے“ پیچے ہوئے جدھر
 سے گزرتے گئے ملکوں کے ملک مسلمان ہوتے گئے۔ اخلاق و عمل سب سے بڑی فتح و کار سازی
 ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے مگر مسلمانوں نے اس طرح کی قتل و غارت نہیں
 کی۔ یہ تصور سے بعید ہے۔ ایک صحابی رسول اکرم ﷺ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ یا رسول
 اللہ ﷺ میں نے غلام کو بڑا بھلا کہا ہے۔ اگر یہ میرے پاس رہا تو میرے اعمال کھاجائے گا۔ میں
 آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں کہ مجھے اس کو آزاد کرنے کی اجازت دیجئے۔ یہ اسلام اور رسول اللہ
 ﷺ کے قبضین تھے، قیصر و کسریٰ کے نہیں تھے کہ جب حمص کی جنگ میں یرموک جانے کا وقت آیا
 تو ابو عبیدہ بن الجراح نے کہا کہ اے لوگو! باہر آؤ جن کو ہم نے فتح کیا ہے۔ یہ جو ہم نے تم سے
 تمہاری protection کے پیسے لئے تھے اب ہم تمہیں مزید protect نہیں کر سکتے اپنے پیسے
 واپس لے لو کہ ہم واپس جا رہے ہیں اور ان عیسائیوں نے آسمان کے روپر وکھڑے ہو کر یہ دعا
 مانگی کہ یا اللہ ہمارے ہم قوم ہم پر حکمران نہ ہوں، اے اللہ ان حاکموں کو دوبارہ پٹا۔ اے مجھے مہربان
 اور اتنے کریم النفس حاکم ہمیں کہاں سے ملیں گے۔۔۔ اس نئی کمانی ہونے کے کماٹے سے جو
 نری اور اخلاق کی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہے وہ ہمیں ہمارے علماء سے کیوں نہیں ملتی؟

کیوں ہم جنگ و جدل میں مبتلا ہیں؟ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے گمروندوں کی حفاظت کیلئے دوسروں کو میلنے اور کچلنے کا اتنا اختیار کیوں رکھتے ہیں۔ Why don't we spread a tolerance and a sense of acceptance between us. بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے اس وقت اسلام ایک مختصر ترین اور محدود و تعریف میں ایک localize مذہب رہ جاتا ہے مگر یہ مذہب رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کا مذہب کائناتی ہے۔ یہ بین الاقوامی نہیں بلکہ بین الاکائناتی ہے۔ جدھر جدھر اللہ کی ربوبیت ہے اور اُدھر رحمت انعامین کی بھی عمومیت ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس concept کو follow کریں۔ قرآن اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے concept کو follow کریں یا ہم اپنے چند ایک گمروندوں کے بنے ہوئے اصولوں کو follow کریں۔ This is not a battle between the schools. آج اگر جتنا ہے تو مسلمان بنو خدا اور رسول کیلئے اوپر اٹھ کر دیکھو۔

ایک بار ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے فلاں عالم سے یہ سنا ہے۔۔۔ حضرت عمرؓ نے کوڑا اٹھا کر اسے دے مارا اور کہا کہ اے بد بخت! میں تجھے خدا اور رسول ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور تو آگے سے اپنے عالم کی بات سنا رہا ہے۔۔۔ Who are they? ہمارے لئے کون سا طرز عمل ہمارے رسول ﷺ نے نہیں چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا آدمی افضل ہے (کسی مکتب کا نہیں، کسی سکول یا جماعت کا نہیں generally پوچھا گیا) آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ آدمی جو صاف دل اور سچی زبان والا ہو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ سچی زبان والے کو تو ہم جان جاتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا مگر یہ مخموم القلب کو کیسے پہچانیں گے یعنی جس کا دل اچھا ہو کیونکہ دل تو چھپا ہوا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پاکیزہ دل اور پاکیزہ میرت والا جو جو گناہ، ظلم، خیانت اور حسد نہیں کرتا۔“ ان میں سے اگر کوئی ایک چیز بھی آپ میں نہ ہو تو سمجھیں کہ آپ کا دل پاکیزہ ہے۔ اگر ایک چیز کو بھی روک دیا

جائے تو آپ کا دل پاکیزہ ہے اور حضور ﷺ نے چار چیزیں گنوائی ہیں۔ گناہ وہ نہیں جن کو آپ گناہ سمجھتے ہو، جو دل کو خراب کرنے والے گناہ ہیں وہ ظلم، خیانت اور حسد ہیں۔ جو یہ نہیں کرتا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا بزرگ ہے۔

مجھ سے لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ تیجیات کی کیا گنجائش نکلتی ہے۔ کیا تیج کا رخنہ میں شامل ہے یا اعمال خیر میں شامل ہے۔ یہ کیا آپ لوگ دانی سمجھتے رہتے ہو۔ کوئی کہتا ہے کہ بغیر گئے تیج پر صبر کوئی کہتا ہے کہ یہ گناہی فضول ہے۔ اس پر میں آپ کو حضرت احمد بن حنبلؒ کی روایت کردہ ایک حدیث رسول ﷺ سناتا ہوں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ فقہ اور اعمال کی مطابقت کے لحاظ سے حوالہ سب سے سخت ہیں۔ وہ یہ حدیث لائے ہیں جو حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے: ”میرے ظلیل آقا نے مجھے سات باتوں کا حکم فرمایا۔ مجھے مسکینوں سے محبت کرنے اور ان کے قریب رہنے کا حکم فرمایا۔“۔۔۔ جب آپ غریبوں کے قریب نہیں رہو گے تو آپ غریبوں کو پسند کرنے سے بھی گزر جاؤ گے۔ وہ آپ کو بوجھ لگیں گے۔ آپ ان کے دکھ درد کو نہیں سمجھ سکو گے۔۔۔ الحمد للہ! آج واچڑانے ہم سب کو غریب کر دیا ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کا دکھ تو سمجھنے لگے ہیں۔ یہ کیسی اچھی بات ہے کہ ہمیں بھی پتا ہے کہ دوسرے گمروں میں کیا ہوتا ہے۔ لوگ پسینوں میں ڈوبے ہوتے ہیں ان گمخون نے اتنا کرم کیا کہ ہمیں ایک جیسا بنا دیا۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کم حیثیت والے کی طرف دیکھوں۔ اپنے سے اوپر والے کی حیثیت نہ دیکھوں“ کم حیثیت والے کو دیکھ کر غرور نہ کروں اور بڑی حیثیت والے کو دیکھ کر میں اپنے اندر احساس کتری نہ پالوں اس لئے میں میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ جب آپ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو تو شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا پست نہیں رکھا اور ان کیلئے بھی دعا کرو کہ اللہ انکی زندگیاں بھی بہتر بنا دے۔ ”میں صلہ رحمی کروں“ رشتہ داروں اور عزیزوں کا خیال کروں۔ اپنے قرب و جوار میں بسنے والوں سے نیکی برتوں۔ ان کے ساتھ اچھائی کروں۔ ان کے ساتھ محاصرت نہ برتوں۔ میں ان کے ساتھ اپنے آپ کو challenges میں نہ ڈال دوں۔ میں کوشش کروں

کہ اگر میرا بھلا ہوا ہے تو ان کا بھی بھلا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں سچی بات کروں اگرچہ وہ کڑوی ہو اور اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔“ پھر آخری بات جس کا ابو ذرؓ نے ذکر کیا وہ بڑی دلچسپ ہے کہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت سے تلاوت کروں کیونکہ یہ کلمات مجھے عرش کے خزانے سے ملے ہیں“ اس کا مطلب ہے کہ نہ میری قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے۔ آپ حیران تو ہوں گے کہ جب میں یہ کہوں گا کہ نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے تو یہ کہنے کے بعد میری کوئی خطا نہیں رہ جاتی۔ جب میں اپنا سارے کا سارا اختیار خود اللہ کو سنبھال دوں اور کہوں کہ اے اللہ میں اپنے آپ سے باز آیا، میں نے اپنے نفس اور جان سے ہاتھ اٹھالئے۔۔۔۔۔ آپ جانو اور آپ کا بندہ جانے۔۔۔۔۔ میں تو نفس سے گیا۔۔۔۔۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نے کوئی ارادہ نہیں کرنا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اے اللہ کہ مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ آیت جو آپ ہر روز پڑھتے ہو، یہ کتنی بڑی آیت ہے۔ اگر اللہ اسے قبول کر لے اور اللہ ہر حال میں تسبیح قبول کرنا ہے تو پھر آپ کا کیا نقصان۔۔۔۔۔؟ پھر آپ پر ذمہ داری کون سی رہی؟ اگر کوئی غلطی ہوئی تو آپ نے نفس سے کہا کہ بد رہا ہے کہ اے اللہ یہ تو نے مجھ سے کیا کروا لیا ہے۔ دیکھو! عقل دے کر اس نے میری کورٹ میں گیند پھینک دیا تھا کہ جاؤ میں نے اس سے مانگنا ہے اور آپ نے بڑی عقل مندی سے کام لیا کہ اپنے اختیارات کی نفی کر کے وہ سب اللہ کو دے دیئے۔ اب اللہ جانے اور جو اس نے پیدا کیا۔۔۔۔۔ خواتین و حضرات! اگر اچھے آسان نسخے ہوں تو کیا آپ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کی تسبیح نہیں پڑھیں گے؟ دن میں کم از کم سو مرتبہ تو اسے کہو کہ اے میرے مالک! میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔۔۔۔۔ کرا جوٹو نے میرے ساتھ کرنا ہے۔۔۔۔۔ اور پھر وہ کبھی آپ کے ساتھ غلط نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ وہ کبھی آپ کا برا نہیں چاہ سکتا۔۔۔۔۔ اگر بات اس ”عالیٰ ظرف“ پر چلی گئی تو آپ کی بہتری ہی بہتری ہے۔۔۔۔۔ عا بفعل اللہ بعدا بکم“ (مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں) اگر آپ اسکو اختیار دو گے اور اسے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کی تسبیح سے یاد کرو گے تو وہ پہلے ہی سے کہہ رہا ہے کہ مجھے کیا

ایک بات ہم لوگوں میں بڑی common ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کو دیکھ کر بڑا جلتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ کچھ تخریب کار لوگ کچھ بے ایمان لوگ، کچھ جھوٹے لوگ بڑے امیر بھی ہوتے ہیں۔ ہم جہان کی مثال دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو جی! ہم نمازیں پڑھ پڑھ کے تھک گئے ہیں اور ان کو دیکھو کہ یہ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے عیش کر رہے ہیں، کھلا کھا رہے ہیں مگر اس وقت ذرا اپنے پیٹ پر کی نصیحت سن لیتا۔ اگر تمہارے دلوں میں اس قسم کا حسد آئے، اس قسم کا خیال آئے تو اپنے رسول ﷺ کی advice سن لو۔۔۔۔۔! کہ جب تم دیکھو کہ اللہ اپنے کسی گناہ کار بندے کو وہ چیزیں دے رہا ہے جو اسے پسند ہیں تو یہ ”اسٹندراج“ ہے۔ یہ دھوکہ ہے اس کو حاصل نہ سمجھنا۔ اگر تم دیکھو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کسی گناہ کار بندے کو بہت کچھ مل رہا ہے تو اس کو ”اسٹندراج“ سمجھنا۔ ”اسٹندراج“ کا مطلب ہے: ”اچھی جگہ پر کسی غلط چیز کا اسی وجہ سے مل آ جانا۔۔۔۔۔ جھوٹ کا آ جانا، سچائی کا نہ ہونا۔۔۔۔۔ مثلاً آج کل کلوننگ ہو رہی ہے۔ کسی نے مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا کہ جب آدمی clone ہو گا تو دوبارہ آئے گا تو کیا اس میں وہی روح ہوگی۔ اگر رسول اکرم ﷺ نے ہمیں پہلے سے بتا نہ دیا ہوتا، ایک حدیث موجود نہ ہوتی تو آج ہم یہ بات سمجھ نہ پاتے۔۔۔۔۔ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ کب کا

سوال۔۔۔ اور اس کا جواب کب آ رہا ہے۔۔۔ سوال اس حدیث میں موجود تھا کہ ایک شخص وصال کے پاس آئے گا اور پوچھے گا کہ کیا تو میرے بھائی کو میرے لئے زندہ کر سکتا ہے۔ وہ کہے گا۔ ہاں! کر سکتا ہوں۔ اصحاب نے ایک سوال پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کی مثال ہوگا۔ (یہ کلوننگ ہے) یعنی شکل و صورت میں اس سے ملتا جلتا ہوگا۔ حضور گرامی مرتبت نے کتنا عرصہ پہلے وصال کی تحقیقات کے ایک امکان کو ظاہر کیا اور پھر جب کسی نے پوچھا کہ کیا یہ وہی روح ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہیں، یہ استدراج ہوگا۔۔۔ یعنی جب یہ بتائے جائیں گے تو شیاطین اس روح کی مماثلت میں کر اس کا اندر وجود رکھیں گے۔ یعنی کلوننگ وہ بندہ نہیں ہوگا بلکہ اسکی مثال ہوگا۔ یہ تو ہوئی کلوننگ۔۔۔ اگر اگلا سوال تھا کہ کیا اس میں روح وہی ہوگی۔ روح تو مرنے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آ سکتی تو دراصل اس وقت بھی استدراج ہوگا۔ یعنی اس روح کی جگہ کسی نہ کسی جن یا کسی بھی ایسی صورت میں اس کو داخل کیا جائے گا جو وصال کو بتائے گا یا خیال دے گا کہ میں نے وہی بندہ زندہ کر دیا ہے مگر وہی بندہ زندہ نہیں ہوگا۔ یہ ہے کلوننگ اور استدراج کی تفصیل۔۔۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”یہ استدراج ہے کہ کسی ایسے (گناہگار) بندے پر جب تم خدا کا فضل دیکھو اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ کیا تم نے یہ پڑھا نہیں کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب دیئے گئے پر خوش ہو گئے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور وہ اس ٹوٹی ہوئی رہ گئے۔“ کیونکہ آپ انجام تو نہیں دیکھ رہے ہوتے آپ تو ایک دو سال دیکھ رہے ہوتے ہو۔ کسی بھی ایسے case پر آپ کی نظر مجموعی طور پر نہیں پڑ رہی ہوتی۔ آپ تو چھوٹے چھوٹے cases دیکھ رہے ہوتے ہو۔ آپ ان کو ایک سال کیلئے پانچ سال کیلئے دیکھتے ہو۔ آپ ان کے انجام تک نہیں پہنچتے ہوتے۔ وہ دنیا میں بھی خاسر و خائب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خاسر و خائب ہوتے ہیں مگر آپ کا علم ان کے بارے میں محدود ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آج عمل ہے حساب نہیں ہے۔ کل عمل نہیں، حساب ہوگا۔“ یہ یاد رکھئے گا کہ بڑے خوبصورت انداز میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یاد دلایا ہے کہ دنیا میں ہو تو عمل ہے،

حساب نہیں ہے مگر کل حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا اسلئے احتیاط برتو اور کچھ نہ کچھ اپنے ساتھ لے لو۔ جب آپ مرتے ہو تو ملائکہ پوچھتے ہیں کہ آگے کیلئے کیا بھیجا ہے اور اولاد کتنی ہے کہ پیچھے کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ attitudes مختلف ہیں۔ جو آگے بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آگے کیلئے کچھ بھیجا ہے تو بتاؤ اور جو پیچھے رہ گئے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پیچھے کیلئے کیا چھوڑ کر گئے ہو۔ دونوں مختلف دنیا میں ہیں۔ دونوں میں approaches مختلف ہیں۔ آپ یہ نہیں سوچ سکتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو آپ کی مجبوریوں کا علم نہیں۔ حافظ کا ایک بڑا پرانا شعر ہے:

در میان قہر دریا تختہ بندی کردہ یم

بازی کوئی کہ دامن ترکمن ہوشیار باش

(میں بچوں کے دریا کے ایک تختے پر مجھے لٹا کر پھر بھی یہ کہتا ہے کہ میں پانی سے گیلانہوں) یعنی اے مالک و کریم اگر آپ نے ہمیں اس دنیا میں بھیج ہی دیا ہے اور اس سیلاب فدا میں پھینک ہی دیا ہے تو پھر کہیں نہ کہیں تو دامن ضرور آلودہ ہوگا۔۔۔ اس لئے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کیا کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ وہ پانی پر چلے اور اس کے قدم نہ ہن نہوں۔ (میرا خیال ہے کہ آپ بھی وہی کہیں گے جو اس وقت کے لوگوں نے کہا) اصحاب نے کہا: ”نہیں“۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسی طرح دنیا دار گناہوں سے نہیں بچ سکتا“۔۔۔ سو اگر نہیں بچ سکتا تو اپنی مغفرت کی آرزو رکھیں، اپنے رسول ﷺ سے محبت رکھیں مایمان رکھیں اور بخشے والے کو اپنے ذہن میں رکھیں،

”قل یعبادی الذین اسر فوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ“

اپنے گناہ کو اللہ کی رحمت سے بڑا نہ سمجھو جتنا اس سے تعلق توڑ نہ لینا۔۔۔ جتنے او اس نہ ہونا کہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاؤ۔ ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً“ بے شک اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہ اس کی مغفرت اور رحمت کا اصول ہے کیونکہ وہ کہتا ہے: ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً“ علماء کی من مخرج سے نیچے کیلئے اس نے لفظ ہی دوسرا استعمال کیا: ”جمیعاً“ (total) اللہ نے کوئی شہ نہیں چھوڑا۔ totality کے بعد کسی کو گمان نہ رہے۔ میری کتنی

عمر ہوگی۔۔۔ میرے کتنے گناہ ہوں گے۔۔۔ میں بڑا پھنے خان ہوں گناہوں کا۔۔۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ارب ہا ارب، کھرب ہا کھرب سالوں کی وسعت رحمت پر میرے ساٹھ ستر سال کے گناہ غالب آجائیں گے۔ مجھے شرم آتی چاہیے، میں اس دامنِ کریم کی رحمت کے کسی ایک گوشے کو بھی نہیں چھو سکتا مگر کیا میرا دعویٰ گناہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ میں یہ کہوں کہ اللہ مجھے بخش نہیں سکتا۔ اگر میں ایسا سوچوں تو یہ اصل گناہ ہے۔ ”بلاشبہ تمہارا رب وہ ہے جو، undoubtedly, verily forgives all sins“ اسی لئے تو وہ غفور الرحیم ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہو کہ یہ چھوٹے سے نام ہیں؟ انہی ناموں کے تحت یہ ساری بخشش اور کرم ہے۔

کچھ خوبصورت سی باتیں ہیں، کچھ advices ہیں جو میں آپ کو quote کروں گا۔ رات زیادہ بھیک رہی ہے اور انسان کھانا کھانے والا ہے۔ ویسے بھی آپ کو پتہ ہے کہ نماز کھڑی ہو تو اللہ نے کہا ہے کہ کھانا پہلے کھاؤ اور میں تو آپ کے کھانے میں بالکل نہیں حائل ہونے والا۔۔۔ اصل میں آج میں آپ کے پاس اس لئے آیا تھا کہ آپ کے ساتھ مل کر حدیث پڑھوں تا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں سے وہ enjoyment محسوس کروں جو کبھی انسان کی پوری زندگی بدل دیتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نوابوں کا حکم فرمایا ہے۔ ”چھپے اور اعلانیہ اللہ سے ڈرنا“۔۔۔ یہ نہیں کہ مسجدوں و محرابوں میں جا کر اللہ سے ڈرنا زیارت گاہوں میں اللہ سے ڈرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں بھی ڈرنا چاہیے اور ظاہر میں بھی ڈرنا چاہیے۔ اگلی بات ذرا غور سے سنئے گا۔ آپ کو یہ بہت درغش ہوتی ہے۔ ”مارا قہنگی اور رضامندی دونوں میں انصاف کی بات کہنا“۔ انصاف کی بات میں مارا قہنگی اور رضامندی نہیں دیکھنا چاہیے۔ کسی کی خوشی کی خاطر انصاف نہیں چھوڑا جاسکتا اور اگر صرف یہی ایک کوالٹی ہم لوگوں میں آجائے تو بخدا رب کعبہ کی قسم! آپ کو اس عادت کے انعام کے طور پر جو چیز دی جائے گی اس کے بارے میں میں ضرور آپ کو ایک حدیث سناؤں گا ”غریبی اور امیری میں میانہ روی اختیار کر“۔۔۔ اس سے بھی صلہ رحمی کر جو تجھ سے رشتہ توڑے، اس سے بنائے رکھ

انتہام نہ لے۔ اسے بھی دے جو تجھے محروم رکھے، اسے معاف کر دے جو ظلم کرے۔ میری خاموشی
فکر ہو، میرا بولناؤ کہ ہو، میرا دیکھنا عبرت ہو اور میرا بولنا تنگی کا حکم دینا ہو۔ ایک ہی سہی۔۔۔۔۔ اگر
آپ معروف ہو تو ان میں سے کوئی ایک ہی عادت اپنالو، کوئی ایک آدھ قانون اپنالو۔۔۔۔۔

ایک چیز سے بہت بڑی طرح بچنا ہے۔ اس پر بڑی سختی ہے۔ بعض چیزوں پر بڑی سختی
ہے یہ ایک فہمائش ہے۔ اس سے ضرور بچنا چاہئے جو اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں۔ حضرت
شداد بن اوسؓ سے روایت ہے: ”جس نے دکھانے کیلئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے
دکھانے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھانے کیلئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔“
شرک سے بچنا، نماز اللہ کیلئے پڑھنا اور روزہ بھی اللہ کیلئے رکھنا۔ یہاں میں صدقہ کے بارے میں
اس حدیث کو واضح کروں کہ ارشادِ ربانی ہے: ”الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا
و علانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ؕ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“
(274:2) اگر تم اللہ کی راہ میں دکھا کر یا چھپا کر خرچ کروں کو یا رات کو تو تمہیں پھر بھی اللہ کی
طرف سے اجر دیا جائے گا اور تمہارا خوف اور حزن لے لیا جائے گا، تم پر سے اداسیاں پٹا دی جائیں
گی، تمہاری طبیعتوں سے ملال نکل جائے گا مگر یہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ دکھانے کیلئے
جس نے صدقہ دیا اس نے شرک کیا، اس کا مطلب اس دکھانے کے معنی میں نہیں ہے۔ آج
قرآن کے مطابق دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے اللہ کے لیے دوں چاہے میں اسے روشن
کر کے دوں۔ حدیث کے مطابق دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کیلئے نہیں بلکہ لوگوں پر رعب
ڈالنے کیلئے دے رہا ہوں۔ یہ جو دکھانے کے معنی میں تھوڑا سا فرق ہے اس کو ذہن میں رکھیں۔
صدقہ open کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں میں جا کر اور دکھا کر دیا جاسکتا ہے، اس پر ناز کیا جاسکتا ہے
بشرطیکہ آپ اللہ کیلئے دے رہے ہو مگر جو صدقہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے دیا جائے وہ حدیث
کے بقول شرک ہے۔ یہ کیا ہوا کہ ایک رئیس ویسے تو غریب آدمی کو صدقہ نہیں دیتا مگر بادشاہ وقت
کو دکھانے کیلئے پانچ کروڑ روپیہ دے دیتا ہے۔ ایسا صدقہ شرک ہے۔

اگر اپنا چہرہ پسند آئے تو یہ دعا ضرور مانگ لیا کرو: ”اللہم انت خالق خلقی فحسن خلقی“ اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے تو میری سیرت بھی اچھی کر دے کہ میری یہ صورت میرے لئے عذاب کا باعث نہ بن جائے۔

کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے اچھے لوگ کون سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جن کی عمریں لمبی اور جن کے اخلاق اچھے ہیں“۔ اللہ آپ سب کو عمر دراز بخشنے اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق بھی بخشنے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ سے پوچھا اے میرے رب! تیرے بندوں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ اللہ نے کہا کہ ”جو قدرت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دے“ اس بات کو بھولنا نہیں۔ ویسے میں نے اس ملک میں ایک ایسی روایت دیکھی ہے کہ جس کے پاس شمرہ برابر بھی قدرت ہو وہ جب تک لوگوں کو زلاندہ لے باز نہیں آتا۔ جس کے پاس ایک ذرا سا بھی حکومتی یا کوئی اور اختیار ہو، وہ اللہ کے بندوں پر ترس کھانے والا نہیں ہوتا۔ خواتین و حضرات! اللہ آپ کو قدرت دے اور اس قدرت کو آپ اس طرح استعمال کریں کہ آپ زمین پر اللہ کے سب سے معزز لوگ ہوں۔ آپ غریب پر رحم فرمائیں، ان پر ترس کریں۔ ان کو بخشے میں جتنی لذت ہو اتنی آپ کو انتقام میں لذت نہ ملے۔ اگر آپ ایسے بنو تو اللہ نے اپنی اطاعت کرنے والے بندوں سے ایک وعدہ کیا ہے۔ یہ بڑی خوب صورت سی بات ہے جو اللہ نے کہی ہے۔ اگر آپ تھوڑا غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے۔

جب بادل بہت تیز گر جتے ہیں تو ہم بچوں کو اندر لے جاتے ہیں، خود بھی ڈر کر اندر چلے جاتے ہیں۔ بارش تو اپنی جگہ بہت حسین ہے۔ آج کل تو اس آرزو میں ہمارے ہاں برسات ہی گزر گئی۔ سارے برسات کے اچھے شعر بھول گئے۔ بارش ہوئی ہی نہیں تو کیا کرتے۔ سارا رومانس غارت ہوا، آم کھانے کا بھی مزا نہیں آیا مگر جو اللہ چاہے سو کرے۔ اللہ اپنے بندوں سے یہ وعدہ فرماتا ہے: (کاش ہم اس کے بندے ہوتے اور اس وعدے کو پہنچتے۔) ”اگر میرے

بندے میری اطاعت کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انہیں گرج کی آواز نہ آئے۔“ (بکلی، گرج، چمک بچی ڈرانے والی چیزیں ہیں نا) اللہ کہتا ہے کہ میں بندوں پر اتنی حسین بارش برساؤں کہ رات بھر بارش برے اور ان کی صبح سورج سے معطر ہو۔۔۔ اس قسم کی زندگی کی آرزو لئے میں چاہونچی جانا چاہتا تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ بارش چاہونچی میں ہوتی ہے۔ اس لئے میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی کہ میں کسی ایسی جگہ جاؤں جہاں رات بارش ہوتی ہو اور صبح سورج نکلے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ کچھ متابعت میں زور لگتا کہ اللہ یہاں ہی ایسی بارشیں لگا دے کہ جن میں گرج نہ ہو، خوف نہ ہو، وہ ڈرانے والی بارشیں نہ ہوں، وہ نرمی، محبت اور کرم والی بارشیں ہوں۔

اب ایک بہت مزے کی بات سنئے! آپ لوگ بہت محنت کرتے ہو۔ وہ لوگ وہ نوجوان جو ابھی کم عمری میں ہیں اور رزق کے لئے بہت پریشان رہتے ہیں۔ بعض اوقات ماں باپ بھی بہت زیادتی کرتے ہیں۔ ابھی بچے پڑھائی سے فارغ ہوئے نہیں کہ ان کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں، جاؤ کوئی کام کرو۔۔۔۔۔ جاؤ کوئی کام کرو۔۔۔۔۔ گھر میں پڑے رہتے ہو اور بچہ کہتا ہے کہ خدا کا واسطہ ہے کوئی سانس لینے دو۔ apply کر رہے ہیں، جب کام ملے گا تو آپ کی خدمت کریں گے۔ وہ نوجوان اتنا اپنی پڑھائی کے دوران depress نہیں ہوتا جتنا وہ ڈگری لے کر depress ہوتا ہے اس لئے میں آپ کو والدین ہونے کے طور پر advice کر رہا ہوں کہ خدا پر یقین رکھا کرو۔ بچے یہ نہیں چاہتے کہ وہ بیکار بنیں، انہیں تھوڑا سانس لینے دو۔ اگر میں، اکیس برس پالا ہے تو چھ مہینے اور کیسی۔۔۔۔۔ ان کے احصاب پر سوار نہ ہوا کرو۔ میرے پاس بہت سے نوجوان آکر بھی گمہ کرتے ہیں کہ ہم تو پوری کوشش کرتے ہیں مگر ہمارے ماں باپ ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ ایسے ماں باپ کیلئے ہی خاص طور پر یہ حدیث ہے: ”رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اسے موت تلاش کرتی ہے“ اس لئے اعتماد رکھا کرو کہ آپ کے بچوں کو ان کا رزق ڈھونڈ لے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ جو نیکی کا کام کرے

اور اس کے باعث لوگ اس کی تعریف کریں اور اس سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ مومن کو جلد ملنے والی خوشخبری ہے۔“ یعنی مدح و ثناء کو خدا کا انعام سمجھو۔ اگر آپ واقعی لوگوں کی فلاح چاہو، اچھی بات کرو اور لوگ اس بنا پر آپ کی تعریف کریں اور آپ سے محبت کریں تو یہ جنت سے پہلے ملنے والی خوشخبری ہے۔

اب میں آپ کو کچھ دلچسپ باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ میں ایک حدیث دیکھ رہا تھا کہ ”زمانہ آخر میں دجال اُحد پھاڑ کے پیچھے سے آئے گا اور اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے۔“ ابھی تو شاید مدینہ میں ایک بھی دروازہ نہیں ہے۔ کوئی ایسا گمان بھی نہیں تھا کہ سات دروازے ہوں گے۔ اُحد پھاڑ کے پیچھے تو اس وقت کچھ بھی نہیں ہے مگر یوں لگتا ہے کہ اللہ نے بھی قسم کھائی ہے کہ اپنے حبیب کی ہر بات کو پورا کر کے رہے گا۔ اب دیکھئے کہ عین اُحد پھاڑ کے پیچھے سول کم آرے کا ایک بہت بڑا airport بن رہا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جب بھی دشمن حملہ کرتا ہے تو سب سے پہلے ایئر پورٹ پر حملہ کرتا ہے۔ اس حدیث کے تناظر میں یوں لگتا ہے کہ دجال اُس ایئر پورٹ کو قبضہ میں لے گا اور حیران کن بات یہ ہے کہ عین اسی مقام پر اُحد سے آگے سات سڑکیں جاتی ہیں۔ کل جب میں نے اس علاقے کا نقشہ دیکھا تو ان سات سڑکوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ان متعلقہ لوگوں سے پوچھا کہ یہ راستے کہاں کہاں سے جاتے ہیں تو انہوں نے مجھے ساری تفصیل بتائی کہ پورے سات راستے وہاں سے جاتے ہیں۔ جب اس نے مجھے یہ بات بتائی تو میں نے اسے کہا کہ آہستہ بول! کہیں دجال بن نہ لے اور حدیث کو غلط ثابت کرنے کی خاطر وہ آٹھواں رستہ بھی کھول دے گا مگر یہ حیران کن بات ہے کہ کتنی جزئیات میں چا کر حدیث پوری ہوتی ہے۔ سات دروازوں کا مطلب آج کل کے حوالے سے سات gate ways ہوں گے۔ اس ایک central place (اُحد) سے سات مختلف رستے نکلتے ہیں اور یہ آج کی خبر ہے کہ۔۔۔ اُحد پھاڑ کے پیچھے ایئر پورٹ بن رہا ہے۔۔۔

یہ کافی عرصے کی بات ہے کہ مقام ”مکہ“ پر حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے۔۔۔ تو

47

دکھائے، اتر آیا تو حضرت عمرؓ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے۔ ”مستغفار“ پر جی اور فرمایا: ”لاؤ میرا اونٹ کدھر ہے؟“ اصحاب نے بڑا اصرار کیا کہ یا امیر المؤمنین کیا ہوا، کیا ہوا۔۔۔۔۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی کے سینے میں رائی برابر بھی کبر پیدا ہو تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ جب میں اس گھوڑے پر بیٹھا، جب میں نے اسے تھا تو مجھ میں زمانہ جاہلیت کا وہی ماز و مروا گیا تھا۔ اس لئے اب میں مزید اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل نہیں، تھوڑا نہیں، کم از کم اخلاقِ رسول ﷺ کی متابعت کی استطاعت بخشنے اور خدا ہمیں اس قافیٰ کروے کہ جب ہم قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کے حضور حاضر ہوں تو ہم پر اقبالِ والی کیفیت نہ آئے۔ کیا آپؐ نے اس کا یہ شعر سنا؟ بہت بڑا شاعر تھا، بہت بڑی بات کہہ گیا:

تُو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

(اے اللہ تو غنی ہے دو عالم سے اور میں تو فقیر ہوں۔ محشر کے دن میرا ایک عذر قبول کر لینا۔ بس ایک رعایت مانگتا ہوں تجھ سے۔۔۔۔۔) یہ شعر اقبال کے خوبصورت ترین اعترافاتِ ذات میں سے ہے۔ جیسے حافظ شیرازی نے یہ کہہ کر اپنے سر سے اتار دیا:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح اقبال نے بھی انسانوں کی آرزو کی آخری بات کہہ دی کہ اے پروردگار مجھے محشر کے دن ایک گنجائش دے دینا، ایک عذر قبول کر لینا:

گر حسابِ رابیتی ما گزیر

(اگر میرا حساب لازم ہی ہو جائے)

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

(تو میرے رسول کی نظر سے اوچھل میرا حساب لینا) کیونکہ میں اتنا خطا کار و گناہ گار ہوں کہ مجھے

میرے رسول ﷺ سے بڑا حجاب آئے گا۔ مجھے ان کے حضور جاتے ہوئے حجاب آئے گا۔ کون ایسا باپ ملے گا جس نے زندگی اور آخر زمانہ تک محبتوں کے معیار قائم کئے، خلوص کے معیار قائم کئے، رحمت و کرم کے معیار قائم کئے اور ہم اس کا صلا آج کے دنوں میں کیا دے رہے ہیں۔ اقبالؒ کو پتہ تھا کہ We are not worthy sons of our Prophet. ہم اس معزز باپ کے اچھے محترم بیٹے نہیں ہیں۔ شرم آتی ہے ہمیں اپنے وجود سے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ تو اللہ ہے، ہمارا پروٹوکول تو دنیا پر ہے۔ ہم تو تین مراتب سے گزرتے ہیں اس نگاہ کرم کے توسط سے جس سے ہم نے نجات حاصل کرتی ہے۔ ہم تو ان کی رسوائی کا باعث ہیں اس لئے اقبالؒ نے کہا کہ اے اللہ اگر ضروری ہی حساب لینا ہو تو آقا و رسول ﷺ کی نظروں سے اوچل حساب لے لینا۔ ان سے نظر بہت شرمندہ ہوگی۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ارشادات گرامی کو اپنے سامنے رکھیں، کوشش کریں کہ کسی نہ کسی حد تک اس اخلاقی عقیدہ کی ایک جھلک یا کوئی ایک ہی بات ہم میں آجائے۔

سوال و جواب

صحابہ رسول ﷺ کے لیے عقل یا دل

سوال: حضور اکرم ﷺ کی ذات کو ماننے اور ان سے رو نما ہونے والے واقعات کو سمجھنے کیلئے عقل سے کام لینا ہو گا یا دل سے۔۔۔

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ اگر عقل سے کام نہ لیا جائے تو کوئی بات ہی نہیں ملے گی۔ پھر بات صرف ان کے زلف و رخسار تک ہی رہ جائے گی، پھر کتنی دیر تک آپ زلف و رخسار کے افسانے کہتے رہو گے اور رسول اللہ ﷺ بہت حسین تھے مگر آپ کو پھر اس حسن سے کیا لینا۔ آپ کو تو اس چیز سے لینا ہے جو وہ آپ کے لئے چھوڑ گئے۔ آپ کو تو وہ طریق فکر، وہ طریق کار، وہ محبتیں، وہ اخلاق، وہ رسم و رواج لینا ہے۔ آپ کو تو ان سے قرآن لینا ہے۔ آپ کو تو اپنے رسول ﷺ سے اللہ لینا ہے۔ ٹھیک ہے کہ یہ بھی ثواب کا باعث ہے اور بڑی برکت کا باعث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح مبارک اور تعریف ہو وہ خواہ حسان بن ثابت ہوں یا آج کا کوئی شاعر ہو، تعریف رسول ﷺ پر تو سب کا حق بنتا ہے مگر ہم نے زندگی میں جو کارکردگی دکھانی ہے وہ تو الٰہی رسول ﷺ سے دکھانی ہے۔ احادیث رسول ﷺ سے دکھانی ہے قرآن و حدیث کے اعمال سے ہم نے اپنے آپ کو استوار کرنا ہے۔

خوف الہی

سوال: اللہ کے خوف سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ اللہ سے تو ڈرا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ کے خوف سے بڑا ایک تھانیدار کا خوف ہوتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے گھر میں کوئی خبر بھی آ جائے تاکہ پولیس والے آپ کو بلارہے ہیں تو آپ کو اللہ کی نسبت زیادہ خوف ہوتا ہے مگر ہم اس کو خوف نہیں مانتے۔ اللہ سے ڈرا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ sizes برابر نہیں ہیں۔ وہ parameter نہیں بنتا۔ اتنے

بڑے کا جتنے چھوٹے کے ساتھ parameter نہیں بنتا۔ یہ تو اب آپ کی گستاخی ہے مگر آپ اٹھ کر کہو کہ اے اللہ میاں! مجھے ڈرا لے جیسے کفار کہہ کر تے تھے۔ خوف کا کوئی وزن ہوتا ہے، اس کا کوئی گریڈ ہوتا ہے۔ اے بڑے اللہ میاں کے ساتھ ہمارا کوئی گریڈ نہیں بنتا۔ میرا کیا اور آپ کا کیا۔۔۔ اس پوری دنیا کے انسان بھی اگر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ کے ساتھ وہ کوئی حاصت نہیں لے سکتے بلو نہیں سکتے، جھگڑ نہیں سکتے اور نہ ہی سکے ڈر سے وہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ دراصل خدا کے خوف کا مطلب یہ ہے کہ اس فاصلے سے ڈرو جو تمہاری فضول حرکات کی وجہ سے تمہارے اور اللہ کے بیچ میں پڑ جائے۔ خوف یہ ہے کہ تم خدا کی محبت سے دور نہ ہو جاؤ۔

۔ ابھی ہے دل کو مقامِ پیروی سے گریز
چلو اک اور سکی زلفِ حبریں میں حکن
”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشْذُ ذِكْرًا“

جب کوئی خدا سے محبت کر رہا ہو تو اس محبت سے دوری کا خوف ہی اصلی خوف ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ میں ایسی حرکت نہ کر بیٹھوں جو مجھے اپنے محبوب سے دور کر دے۔ یہی خوف الہی ہے۔

موسیٰ اور حضرت کا علی قاضی

سوال: تخمیر اپنے زمانے کا سب سے بڑا intellectual ہوتا ہے تو پھر موسیٰ حضرت سے علم لینے کیوں گئے؟

جواب: جہاں تک تخمیر کی limit جاتی تھی اس وقت زمین پر موسیٰ ہی تخمیر تھے۔ وہ اللہ کے محبوب ترین بندے تھے۔ انہوں نے غلط گمان نہیں کیا تھا۔ وہ مفروضہ نہیں بلکہ declared تخمیر تھے اور اس وقت ساری دنیا سے زیادہ معزز ترین شخص تھے۔ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تختی عطا کی تھی۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کسی تکبر کے تحت یہ کہا ہو کہ اے اللہ میں ہی سب سے زیادہ پڑھا لکھا ہو سکتا ہوں۔ اللہ نے حضرت کی صورت میں ان کی تعلیم مکمل کی کہ اے موسیٰ

میرے علم کو نہ جانا۔۔۔۔۔ اگر دو پنخبروں کا قاتل کریں تو ایک پنخبر (موسیٰ) نے یہ کہا کہ اللہ میں
 گمان کرتا ہوں کہ میں ہی دنیا کا سب سے بڑا عالم ہوں اور دوسرے پنخبر (رسالتا ب علیہ السلام) سے
 جب ان کے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ساری دنیا اگر سمندر ہو جائے اور
 رقم اس میں اپنی انگلی ڈبو دو تو جو پانی چھاری انگلی کو لگے گا، اللہ کے مقابلے میں چھارا علم اس سے بھی
 کم ہے۔ یعنی ایک طرف اکسار علم کا یہ عالم ہے۔ دوسری طرف موسیٰ نے حقائق پر نظر رکھتے ہوئے
 کہا کہ شاید میں ہی بڑا عالم ہوں کیونکہ میں ہی پنخبر ہوں۔ اس پر خدا نے ان کو ڈانٹ پھینکا کہ انہیں کی
 اور کہا کہ موسیٰ میرا علم بہت بڑا ہے اور میں تجھے علم کی ایک اور dimension سکھانا چاہتا ہوں
 جو کہ پہلے تجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ اور اگر آپ اس آیت کو پڑھیں تو موسیٰ کی بے صبری کی وجہ اللہ یہ
 بیان کر رہا ہے:

”کیف نصبر علی ما لم نحط بہ خیراً“

(جس چیز کی تجھے پوری خبر نہیں اس پر تو کیسے صبر کر سکتا ہے)

جب حضرت خضر واپس پلٹ گئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ پنخبر کے علم میں وہ دوسری
 dimension نہیں آئی۔۔۔۔۔؟ جب وہ واقعہ ختم ہو گیا تو جو علم کی دوسری dimension تھی
 وہ بھی موسیٰ کے علم میں آ گئی اور اب خضر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔
 اللہ نے واقعاً موسیٰ کے دلوے کو واقعہ خضر سے مکمل کیا قرآن ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ اگر اللہ کے
 نزدیک موسیٰ کو کسی چیز کا علم نہیں بھی تھا تو اللہ نے حضرت خضر کے واقعے سے وہ علم بھی موسیٰ کو عطا
 فرمایا اور یقیناً اس وقت وہ سب سے بڑے عالم تھے۔

پاکستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی

سوال: پاکستان کے سیاسی حالات آنے والے دنوں میں کس حد تک تبدیل ہوں گے؟

جواب: جب ترکی کی جنگ ہو رہی تھی اور ترکی مریض بیمار تھا اور ہر طرف سے اس پر افواج چڑھی
 ہوئی تھیں تو جنرل Van Sandars ترکی کی افواج کا جنرل تھا۔ اس نے کہا کہ I can no

longer defend Turkey. میں ترکی کی مزید حفاظت نہیں کر سکتا، میں جا رہا ہوں۔ خلیفہ عبدالحمید نے کہا کہ تو تو جا رہا ہے مگر میں پیچھے سے کس کو قیادت دوں تو اس نے کہا کہ مصطفیٰ کمال کو لے آؤ شاید وہ ترکی کو بچالے۔ وہ اسے لے آیا اور اس نے اس وقت کے فاتحین عالم کو بری طرح شکستیں دیں، مگر اس کے بعد جو کچھ اس نے ترکی کے ساتھ کیا وہ کوئی قابلِ عزت کام نہیں تھا۔ اس نے اس عزت کے بدلے ترکی کا رخ بدلا، اسے محکوم و مجبور قوم بنا دیا۔ اس سے اس کی دینی روایات چھیننے کی کوشش کی، اسے ایک فضول قسم کے سیکولر ماحول میں لے گیا۔ بات یہ ہے کہ قوموں کو شعور ہونا چاہیے کہ انہیں کب لیڈر بدلنا ہے۔ جنگ عظیم شروع ہوئی اور انگلینڈ کے وزیر اعظم کو یہ سمجھ کر کہ یہ نرم دل ہے، جنگ کے حالات کیلئے موزوں نہیں رہے گا پتا کر چلے گا وزیر اعظم بنا دیا گیا اور چرچل نے وہ جنگ جیت لی۔۔۔۔۔ آپ ان کو کیوں الزام دیتے ہو جو اوپر بیٹھے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو الزام کیوں نہیں دیتے۔ ایک مجموعی ٹی فراست کھو گئی ہے۔ ہماری ذہانتیں مردہ پڑی ہیں۔ ہم میں عقل نہیں رہی۔ جب ہم میں ہی عقل نہیں رہی، ہمارے چٹاؤ ہی غلط ہو گئے ہیں، جب ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے انتخاب کی پالیسیاں تبدیل نہیں کرتے، اپنی شعوری پالیسیاں تبدیل نہیں کرتے۔ ہم اگر اپنی برادریوں کی خاطر جان بوجھ کر خالصوں کا ساتھ دیتے ہیں تو پھر ملک کا یہی حال ہو گا اس لیے اصولاً پاکستانوں کو لگے نہیں کرنا چاہیے۔

داڑھی اور سنتِ رسول ﷺ

سوال: آپ اتنے اچھے مقرر ہیں۔ میرے رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟

جواب:۔۔۔۔۔ پھر شاید میں اتنا اچھا مقرر نہ رہتا۔ پھر پتہ نہیں میرے گلے میں کتنی خراشیں پڑتیں، کتنے چیخ چینی کے کھانے پڑتے اور پھر میں پتہ نہیں کتنی مرتبہ اسے کھجانا۔۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ داڑھی اب دین کی علامت نہیں رہی۔ بہت سی سنتیں اس وقت بھی زندہ تھیں اب بھی زندہ ہیں۔ کیا آپ سوچتے ہو کہ اس وقت جو لباس عرب میں تھا وہ یمن کر اس زمانے میں بھی آپ کھوم سکتے ہو۔

محیثت ترقی کرتی ہے، معاشرت ترقی کرتی ہے تو چیزیں بدلتی ہیں۔ اگر میرے پاس یہ choice ہو کہ میں قولِ رسول ﷺ کی اخلاقی متابعت کروں یا میرے پاس choice ہو کہ میں ان کی physical متابعت کروں تو میں صرف ایک ہی سنت کی متابعت کیوں کروں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور سنت ظاہرہ نہیں ہے کہ جس کی متابعت مجھ پر فرض ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے سنت ترک کی ہے تو مجھے آپ دنیا میں کوئی ایسا بندہ بتادیں جو اس وقت ساری سنتوں پر عمل کرتا ہو۔ میں اندرونی سنتوں کی بھی بات نہیں کرتا۔ میں صرف ظاہرہ سنتوں کی بات کرتا ہوں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کے لباس میں گریباں کے پاس تین گھنٹیاں پڑی ہوتی تھیں اور ان کا گریبان اوپر سے کھلا ہوتا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس وقت علمائے ظاہرہ وہی لباس پہنے پھرتے ہیں؟ کیا وہ جوتے جو اس وقت رسول اکرم ﷺ پہنتے تھے ہمارے علمائے اسلام آج وہی پہنے پھرتے ہیں؟ کیا وہ وہی چادریں پہن رہے ہیں جو رسول ﷺ پہنتے تھے؟ اس سے قطعاً یہ مرا نہیں ہے کہ میں واڑھی نہ رکھنے کے حق میں دلیل دے رہا ہوں۔ یہ ایک افتقار ہے۔ افتقار یہ ہوا کہ جب میں جوان تھا تو مجھے واڑھی کا بہت شوق تھا۔ میں نے واڑھی رکھنے کی کوشش کی۔ مگر میرے دو چار بال اگتے تھے اور باقی کے ٹکٹے ہی نہیں تھے۔ دو چار رادر ٹکل آئے، دو چار رادر ٹکل آئے۔ میں ہر روز ان کو بلیڈ سے shave کرتا تا کہ سارے بال اکٹھے ٹکل آئیں مگر پھر بھی بچ میں خلا رہ جاتا۔ پھر بد قسمتی سے میں نے کوشش ہی چھوڑ دی کہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“

حدیث عقل کی سند

سوال: آپ نے جو عقل اور ”مکت کنز اٹھیا“ والی حدیث سنائی ہے اس کا حوالہ بتائیے کہ کیا یہ صحیح سند سے ثابت ہیں؟

جواب: عقل کی تخلیق والی حدیث ابن ماجہ اور نسائی میں quoted ہے۔ یہ ابو رزین عقلی کی حدیث ہے اور ”مکت کنز اٹھیا“ کے بارے میں تھوڑا سا شبہ ضرور ہے مگر محدثین کا قول ہے کہ جب کوئی بات بہت قریب قیاس لگے اور بہت صحیح لگے تو پھر اس کا حادیث سے نکالنے نہیں ہیں۔

”کنز کنز ا۔۔۔“ والی حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہم فسق و فجور کہیں بلکہ یہ وہ واحد حدیث ہے جو قرآن کے مطابق ہے کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے عقل و معرفت اور علم کا ایک سبب اور وجہ یہ بتائی کہ:

”انا هديته السبيل اما شاكرا واما كفورا“

(تمام عقل و شعور میں نے تمہیں اس لئے دیا کہ تم مجھے بچاؤ یا میرا انکار کرو۔) اس لئے اس روایت کو اگر آپ حدیث نہ بھی سمجھیں تو تب بھی یہ اسی قول قرآن کے مطابق ہے۔ ”کنز کنزاً مغفياً ما احببت عن عرف فخلق الخلق ليعرفون“ (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ آشکار ہو جاؤں تو میں نے اپنے تعارف کیلئے مخلوق کو پیدا کیا۔) میرے خیال میں اس روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ یہ قول خلاف شرع ہے، خلاف حدیث ہے یا خلاف اسلام ہے۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب اور توہین رسالت

سوال: امریکہ میں ایک یہودی سکالر ہیں جن کا نام Daniel Piers ہے۔ انہوں نے اکثر اسلام کے خلاف لکھا ہے اور اسلام پر انکا جو دنیاوی criticism ہے اس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ Islam is too missionizing while Judaism is not. تبلیغی مذہب ہے جبکہ یہودیت نہیں ہے۔ اس اعتراض کو ہم کس طرح defend کر سکتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ گوندہ کے واقعہ کے حوالے سے بتائیے کہ کیا اس طرح توہین رسالت ہو جاتی ہے؟

جواب: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی عیسائی سے مخالفت پڑ جائے تو بعض مضد پسند لوگ توہین رسالت کو مسلمان کو بھڑکانے کیلئے سب سے آسان ترین عذر سمجھتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی شان میں اتنی blatant توہین کرتا ہو توہین رسالت کے جو واقعات ہم لوگ دیکھتے ہیں یہ ایک plotting ہے۔ ہمارا ملک چونکہ ہمیشہ کسی نہ کسی فترو

فساد کی زد میں رہتا ہے اور بہت سارے ”جھڑو ش“ گندم نما لوگ اس معاشرے میں ایسے موجود ہیں جو ہر وقت اس ملک کیلئے کسی نہ کسی فتنے کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے عموماً جو sabotage (شرانگیز) یا fifth columnist طبقہ ہے وہ قوم کا سب سے کمزور پہلو ڈھونڈتا ہے اور ہماری قوم یعنی مسلمانوں کا weakest پہلو ”محمد رسول اللہ ﷺ“ ہیں اور ہمیں اس کمزوری پر فخر ہے۔۔۔ مگر ہمیں اس کمزوری کی وجہ سے فتنہ و فساد کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تو ہیں رسالت کے ضمن میں اللہ اور رسول ﷺ کے دوسرے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے گوجرہ کے واقعہ کے حوالے سے react کیا کیونکہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ انوہ پر مت جاؤ بلکہ پہلے تصدیق کرو اور یہ کب اللہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص ملزم ہے تو تم پورے خاندان کو تباہ کر دو یا پورے ایک گاؤں کو تباہ کر دو۔ میرے نزدیک یہ کسی سیانے، سمجھدار اور اچھے مسلمان کا کام نہیں ہے۔ یہ وہی Fifth columnist agent ہیں جنہوں نے ہماری کمزوری کا ایک مرتبہ پھر فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسلام کو missionizing وہ عیسائی کہہ رہا ہے جو ہمیشہ اسلام پر کسی نہ کسی حوالے سے تنقید کرتا رہتا ہے۔ آج تک تاریخ اسلام میں باقاعدگی سے سوائے آج کے دنوں کے کسی غیر ملک میں کوئی اسلامی مشن نہیں بھیجا گیا۔ جزیرہ نمائے عرب کے باہر کوئی تبلیغی مشن نہیں بھیجا گیا۔ ہمارے تبلیغی بھائیوں کو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے دور میں مشن بھیجے گئے اور اہل عرب نے ان حفاظ کو شہید کرنا شروع کر دیا تو پھر یہ طریقہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا گیا اور رسول پاک ﷺ نے حفاظ کرام کا دوسرے علاقوں میں جانا منع کر دیا اور اس کی جگہ نیا طریقہ ڈھونڈا گیا اور وہ نیا طریقہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس قبیلے کو اسلام کی ضرورت ہو وہ اپنے وہ لوگ بھیجے جو central capital یعنی مدینہ میں آکر اسلام کی تعلیم حاصل کریں اور پھر وہ اپنی قوم کو پلیٹ جائیں۔۔۔۔۔ یہ ان دنوں جو مہاجر ت شروع ہوئی ہے اس کا تو کوئی جواز مجھے نظر نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے missionary (تبلیغی جماعتیں) کوئی نہیں بھیجیں۔ عیسائی مشن جہاں بھی جاتے تھے طریقہ میں یا کہیں اور۔۔۔

البتہ یہ جتنا اسلام پھیلا ہے یہ مشنری جذبے سے پھیلا ہے مشن سے نہیں پھیلا یعنی اولیاء اللہ تعالیٰ اعزیز خدا کے دھندے جو خدا کی محبت میں سرخرو ہوئے جیسے ”اصحابک النجوم“ (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں) وہاں صحابہؓ جہاں جہاں بھی گئے انہوں نے وہاں روشنی پھیلائی اسی طرح اللہ کے ولی جدھر بھی گئے وہاں انہوں نے روشنی پھیلائی۔ اب آپ انڈیا میں کیا calculate کریں گے کہ وہاں مشنری کہاں سے آئے؟ کیا وہاں اسلام missionaries کی وجہ سے پھیلا؟ وہ علی بن عثمان چھویری غزنی کے محلے سے چلا ہوا درویش جو صرف ایک اکیلا آدمی تھا وہ مشن ضرور تھا مگر مشنری نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جو عہدے کر چلے اسے انہوں نے نبھایا۔ وہ ایک انسان تھا۔۔۔۔۔ خواجہ معین الدین چشتی ایک آدمی تھا۔۔۔۔۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر صرف ایک آدمی تھا۔۔۔۔۔ خواجہ نظام ایک آدمی تھا۔۔۔۔۔ خواجہ چراغ دینی صرف ایک آدمی تھا۔۔۔۔۔ اور کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ خواجہ مہر علی صرف ایک آدمی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے حضور سے یہ آگہی پائی اور یہاں کیلئے مختلف جگہوں پر گئے مگر انہوں نے بھی کسی کو زبردستی اپنی طرف نہیں بلایا۔ اصل میں اسلام میں missionary دوسری قسم کی ہے۔ اللہ نے تمام انسانوں کے ساتھ ایک وعدہ کیا تھا کہ میں کسی قوم کو تباہ نہیں کروں گا جب تک ان کے پاس رسول نہ بھیج لوں۔ ”الا بلسان قومہ“ (مگر اسی قوم کی زبان میں) اب رسول تو دنیا سے چلے گئے، رسالت تو اب آئی ہی نہیں۔ اب ان کی جگہ اللہ نے یہ کام اولیاء اللہ سے لیا کہ اس کو جن علاقوں کی فلاح و بہتری منظور تھی وہاں اس نے اپنے بندے بھیجے اور انہوں نے کسی کو گھسیٹا نہیں، چھاپہ نہیں مارا، کسی کو رات کو جگا یا نہیں۔ بس وہاں جا کر بیٹھے اور خدا نے ان کے نور کو پھیلا یا پھر دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر کے کروڑوں لوگ مسلمان ہو گئے۔ مگر ایسا ہم نے علماء سے نہیں سنا۔ اگر آپ برصغیر کی پوری تاریخ دیکھیں تو کم از کم میرے علم میں علماء کی کوئی ایسی اجتماعی کوشش موجود نہیں ہے جن کے ہاتھوں پر کوئی شہری مسلمان ہو گیا ہو۔ ہاں جدھر دیکھو گے وہاں آپ کو ایک ولی

اللہ ضرور ملے گا۔ کہیں یوسف سلیم چشتی بیٹھا ہوا ہے، کہیں اتھیر کا ولی بیٹھا ہوا ہے۔ اصل میں اس وقت کے علماء اس مشکل میں پڑ گئے کہ کتابیں تو ہمارے پاس ہیں اور لوگ متابعت ان (اولیاء) کی کر رہے ہیں تو انہوں نے اس جھگڑے میں آ کر ولیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ لوگ مذہب و نیاز ان کے پاس لے جاتے تھے۔ آپ کو یہ پتہ ہے کہ اگر مولوی سے مذہب و نیاز چھین جائے تو کیا ہوتا ہے؟ یہ بعد میں اولیاء اللہ کے خلاف جتنا پروپیگنڈہ چلا حقیقتاً یہ یہ اسی وجہ سے تھا۔ یہ سچ ہے کہ علم ٹرانسفر نہیں ہوتا۔ پیروں کی اولادوں کے پاس ان پیروں کی دعا ضرور ہے مگر علم نہیں ہے۔ ”تعلیم اکتساب ہے، دعا عطا ہے۔“ یہ نہیں ہو سکتا کہ شیخ عبدالقادر کا بیٹا بھی شیخ عبدالقادر ہو۔ خواجہ علی بن عثمان چھویری کا تو کوئی مرید نکلا ہی نہیں۔ اس اہلیت کا کوئی ولی ہی نہیں نکل سکا۔ اہل چشت کا کچھ سلسلہ انکے اچھے اور قابل شاگردوں کی وجہ سے چلتا رہا مگر لوگ علماء کے ہاتھوں پر مسلمان نہیں ہوئے۔ لوگ اولیاء اللہ کے ہاتھ پر ان کی محبتوں اور ان کے اخلاق کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ لوگوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ”اگر یہ اللہ کے بندے ہیں تو پھر ہم بھی اس اللہ کو ماننے ہیں۔“ انہوں نے اپنے پر وہت دیکھے۔ بڑے بڑے جابران وقت دیکھے۔ وہ مندروں میں گئے۔ مگر انہیں اللہ کے ایسے بندے کہیں نہ ملے۔ There were two appeals of Islam in sub-continent, the person and the message.

بہت خوبصورت اور سیدھا سادا سا مذہب تھا، اوپر سے جنہوں نے اپنا پایا ہوا تھا وہ بڑے خوبصورت لوگ تھے۔ اس وجہ سے اسلام پھیلا۔ ایسا کوئی مشنری ہے ہی نہیں۔ ہمارا کوئی یہودی یہ اعتراض کرے کہ اسلام مشنری ہے تو میں بھی کہوں گا کہ

historical movements of religions.

نماز اور عشق رسول ﷺ

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ میں عاشق رسول ﷺ ہوں اور میرا یہ عشق مجھے بخشوا دے گا مگر وہ نماز نہیں پڑھتا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: ایک چیز تعلیم اور academics ہوتی ہے۔ آپ اگر مجھ سے کہیں کہ نماز نہ پڑھتا درست ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ یہ درست نہیں مگر میں کسی انسان کی finality پر رائے دینے کے قائل نہیں ہوتا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس آدمی کا انجام یہ ہونا ہے اور اس آدمی کا انجام یہ ہونا ہے۔ اس نے جنت میں جانا ہے اور اس نے نہیں جانا۔ ہاں! آپ افعال کے بارے میں رائے لے سکتے ہو کہ ایک انسان اگر کھانا نہیں کھاتا تو میں کہوں کہ نہیں اسے کھانا چاہیئے، اگر ایک انسان نماز نہیں پڑھتا تو میں کہوں کہ اسے پڑھنا چاہیئے، یہ روزے نہیں رکھتا تو میں کہوں کہ یاد رکھ لو۔ ہم بہت slight اور moderate لہجے میں اسے advice کر سکتے ہیں کہ بھئی یہ کام ٹھیک نہیں ہے ایسے نہ کرو یہ غلط ہے، نماز پڑھا کرو لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو میں اس پر یہ رائے نہیں دے سکتا کہ یہ کافر ہو گیا ہے یا یہ جہنمی ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ قول رسول ﷺ میرے راستے میں حائل ہے۔ ”ایک آدمی ساری عمر غلط کام کرتا ہے اور آخر میں وہ کوئی ایسی نیکی کر جاتا ہے کہ اس کا مقام جنت ہوتا ہے اور ایک شخص ساری عمر نیک کام کرتا ہے اور آخر میں ایسا کام کرتا ہے جو اسے جہنم کا سزاوار بنا دیتا ہے۔“ یہ صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ ایک اور حدیث بھی سن لیجئے جس کی وجہ سے مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ میں ایسی بات کروں۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تُو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا: ”کوئی خاص نہیں کی۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا نمازیں بہت پڑھی ہیں؟“ اس نے کہا: ”جتنی تو نہیں پڑھیں۔“ آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا صدقات بہت دیئے ہیں؟“ اس نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ اتنا تو میرے پاس تھا ہی نہیں کہ میں دیتا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کس برے پر تُو قیامت کو پوچھتا ہے۔ اس نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت بہت ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے وہ محبت کرتے ہیں۔“ اب اس حدیث کے بعد آپ ﷺ سے کچھ اور نکل اس مسئلے کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جو آپ پوچھ رہے ہو۔ اس زبان مبارک سے کچھ اور نکل

رہا ہے اور اسے کچھ اور نکل رہا ہے۔ اسی سے حلقہ ایک اور بات سن لیجئے کہ امام ابن تیمیہؒ نے جو بہت سخت گیر تھے امام ابو الحسن شاذلیؒ کو خط لکھا کہ تو بڑا محبتوں پر زور دیتا پھرتا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو جیسے میں نے باقی علماء کی کھال کھنچوائی ہے، تیری بھی کھنچا دوں گا۔ امام شاذلیؒ نے اسے لکھا کہ اے امام ابن اہل حدیث میں تیری طرف ایک متفق علیہ حدیث بھیج رہا ہوں اگر یہ غلط ہے تو جواب دہی کر لینا اور اگر غلط نہیں ہے تو خاموش ہو جانا۔ پھر اس کے بعد امام نے ان سے کبھی نہیں پوچھا۔ امام شاذلیؒ ولی تھے اور ابن تیمیہؒ امام اہل تقویٰ تھے۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے کبھی امام ابو الحسن شاذلیؒ کو نہیں پوچھا۔ جو حدیث انہوں نے بھیجی تھی وہ یہی تھی کہ لوگ قیامت کے دن اس کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں محبت ہوگی۔۔۔۔۔ اعتراض کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہو اس کے خصائل بھی اپنانے چاہئیں۔۔۔۔۔ مگر یہ تو ہم کہتے ہیں۔

دنیا کی بھلائی

سوال: قرآن میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اس دعا میں دنیا کی بھلائی سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ اتنے بڑے احکامات کو اللہ نے ایک جملے میں سمیٹا ہے۔ بھلائی وہ سارے کام ہیں جو قرآن بتاتا ہے اور خرابی وہ ساری خرابیاں ہیں جن سے قرآن منع کرتا ہے۔ اس میں دامن و غی و نوں ہیں قرآن کیا ہے۔۔۔۔۔؟ یہ کتاب فیصلہ ہے۔ اچھے اور برے میں فیصلہ دیتی ہے کہ یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام برے ہیں تو میرا خیال یہ ہے کہ قرآن پڑھنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اللہ کو کون سے کام پسند ہیں اور کون سے نہیں۔

پاکستان کا مستقبل

سوال: پاکستان کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: یہ سوال تو آخری ہے مگر پاکستان کا مستقبل آخری نہیں ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی وہم اور وسوسہ کی ایک مسلسل campaign ہے جو ہر پاکستانی کے ذہن کو وی جاتی ہے۔ آج کیا ہو

گا؟ کل کیا ہوگا؟ پرسوں کیا ہوگا؟ ہائے پاکستان۔۔۔۔۔ ہائے پاکستان۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ہوا ہے پاکستان کو۔۔۔۔۔؟ اٹھائیس سال تک سری لنکا جو ایک چھوٹا سا ملک ہے تامل ناٹیکر باغیوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ میں آپ سے سوال پوچھتا ہوں کہ کیا اٹھائیس سال میں سری لنکا ٹوٹ گیا۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ باغیوں نے سری لنکا پر قبضہ کر لیا تھا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ سری لنکا نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے یا وہ تقسیم ہو گیا تھا۔۔۔۔۔؟ ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ اب آپ مجھے ایک دوسری بات کا جواب دیجئے کہ طالبان کو غلبہ حاصل تھا، ان کے پاس حکومت تھی، ساز و سامان تھا، سب کچھ تھا پھر ان پر امریکہ نے حملہ کر دیا یا ”شمالی اتحاد“ جو ایک کمزور اور بزدل سی جماعت تھی انہوں نے حملہ کر دیا اور طالبان کو پسپا کر دیا اور وہ پہاڑوں میں جا گئے۔ جو طالبان ایک چھوٹے سے گروہ کی وجہ سے اپنے ملک کا غلبہ چھوڑ گئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ دنیا کی Top professional آرمی کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے پاکستان پر قبضہ کر لینا ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ خواب تو کوئی ملا بھی دیکھ سکتا ہے۔ ایک sensible آدمی یہ خواب نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو مار دیا، مجھے مار دیا، دن بچے مار دیئے، مخلوق کو دہشت زدہ کر دیا مگر کسی ملک پر ایسے گروہوں کا قبضہ کر لینا ناممکن ہے۔ اگر ہم لوگ تنگ ہیں تو اپنے ہاتھوں سے تنگ ہیں۔ ہمیشہ ہماری محبتیں ہماری رسوائیوں کا باعث بنتی ہیں۔ اب اگر آپ نے یہ حکومت بٹھائی ہے تو اس کا باعث آپ خود ہیں۔ کل جس کو بٹھاؤ گے اس کا باعث بھی آپ ہو گے۔ جس دن آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ہم نے حسب نسب سے ہٹ کر اپنا سردار ایک ایماندار آدمی کو چننا ہے تو بس اسی دن پاکستان بدل جائے گا اور پاکستانیوں کا نصیب بھی بدل جائے گا۔

آپ نے کبھی مہدی کی تعریف سنی جو بخاری میں درج ہے۔ مہدی کے خواب دیکھ دیکھ کر صبح و شام آپ لوگ سپاگل ہوئے رہتے ہو مگر آپ نے کیا مہدی کی تعریف سنی ہے جو بخاری میں درج ہے کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا۔ اسکے علاوہ اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔ زمانہ آخر خواب شروع ہو چکا ہے۔ جس دن آپ کو پاکستان میں ایک نیک حکمران

مل گیا اسی دن سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ کو شش کرو، سوچو، یہ آپ کی ذمہ داری ہے مگر آپ کو
تو جمہوریت (democracy) سے محبت ہے۔ آپ نے تو اللہ پر چھوڑا ہی کچھ نہیں ہے۔ اگر
اللہ پر چھوڑتے تو کہیں نہ کہیں سے آپ کو نیک مسلمان نکال ہی دیتا۔ آپ تو democracy پر
تکیہ کر رہے ہوتے پھر چنو۔۔۔۔۔ نکالو اپنے بچ میں سے کسی مسلمان کو۔۔۔۔۔! پاکستان کو کچھ نہیں ہوا مگر یہ
کہ آپ کا انتخاب مجبور ہے۔

مذہب: ماضی، حال اور مستقبل
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ
 لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
 سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ ۝
 وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

آج کا موضوع دلچسپ، غور و فکر والا اور فیصلہ کن ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا اللہ نے
 انسان کو پیدا کیا یا انسان نے اللہ کو پیدا کیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا خدا ایک مفروضہ حیات ہے اور
 انسان کیا ایک حادثے کی پیداوار ہے؟ کیا کائنات میں کوئی ایسا تضاد موجود ہے جو خدا کے ثبوت
 میں ہمیں تسلی بخش سکے؟ کیا کائنات، انسان اور خدا کی اس نگاہ میں ایک خدا ہی ایسا مجبور محض
 ہے جس کے حق میں کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں اور کیا وہ تمام دلائل جو فلاسفہ، مشرق و مغرب
 دیے آئے ہیں۔ کبھی ان میں اشراقیہ اٹھے، کبھی رواقیہ اٹھے، کبھی sceptics (ظنفہء تکذیبک)

والے لٹھے اور کبھی seculars لٹھے۔ Greek فلسفیوں سے لے کر آج تک خدا پر ظن و گمان تو بہت ہوا، اتفاقات کی باتیں تو بہت ہوئیں مگر جب بھی کبھی ایمان آزمائش میں آیا تو یہ بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ کیا خدا کا کوئی حتمی ثبوت موجود ہے یا ہم برسوں سے ایک روايت پر خیال کی پرستش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری پرستش ہمارے اپنے ذہن کے کسی آسیب کی طرح تو نہیں ہے۔ آج کا موضوع اس لحاظ سے پہلے کبھی زیر بحث نہیں آیا۔ آج میں اس پر صرف مذہبی نقطہ نظر سے ہی بات نہیں کروں گا۔

دو بڑے علوم anthropology اور cosmology کی شاخیں مسلسل اللہ پر غور و فکر کر رہی ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ Everybody is looking for a theory of every thing. طبیعیات دان ایسی theory یا ایسا نقطہ نظر ڈھونڈ رہے ہیں جو تمام مسائل کو حل کر دے، ایسی theory جو پورے کائناتی اسرار کو حل کر دے۔ ایسا خیال جو کم و بیش ہم جدھر لے کر جائیں، جس موضوع پر لکھیں، جس situation پر اس کو عمل درآمد میں لائیں تمام کے تمام مسائل حقیقت فاش ہو جائیں اور ہم بڑی تسلی سے کہہ سکیں کہ This is a theory if applied to everything, solves everything. سے ایسا نہیں ہوا۔ ریاضی دان ایسا نہیں کر سکے، طبیعیات دان ایسا نہیں کر سکے، فلاسفر ایسا نہیں کر سکے مگر بحث مسلسل جاری ہے۔ آئیے آج آپ کو میں تھوڑا سا یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ Do we have a theory of everything? یا کوئی ایسا عقلائی عالم ہے جو ان ساری چیزوں کو جانتے ہوئے جب کوئی بات کرتا ہے تو وہ کسی بھی زمانے کی ہو، کسی بھی حال کی ہو، کسی بھی situation کی ہو وہ بات پھر ایک مطلق حقیقت اور سچائی ہوتی ہے اور اسے کسی بھی قیمت پر رو نہیں کیا جاسکتا۔

مذہب اور سائنس میں ایک تضاد مسلسل موجود رہا مگر آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں کہ سائنس مسلسل غلطیاں کرتی ہے اور مسلسل غلطیاں کرتی رہی۔ سائنس آج بھی illusions

میں ہے سائنس اپنے بارے میں مشکوک ہے کہ ہمارا کوئی فیصلہ چاہے وہ relativity ہو، چاہے وہ نيوٹن کی Theory of gravity ہو، چاہے کائناتی حقیقت میں کوئی certainty یا uncertainty ہو، کیا وہ واقعی آخری حل ہے یا آخری بات ہے مگر وہ خود یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ نہیں۔ We are just exploring the possibility۔ کیا حتمی دان یہ سوچتا ہے کہ میں نے یہ جو فارمولا نکالا ہے یا سوچا ہے یہ پہلے سے کائنات میں موجود تھا یا میری سوچ کے مطابق کائنات میں اس قدر حل موجود ہیں کہ کوئی نہ کوئی حل آ کے میرے فارمولے سے جڑ جاتا ہے۔ There is uttered confusion about theory and reality۔

جتنی بڑی سائنس اتنا بڑا بحران، جتنا بڑا سائنس دان اتنا ہی نیا وہ confused۔۔۔۔۔ مگر کچھ حقیقتیں ایسی ہیں، کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے ساتھ ہمیں compromise کرنا ہے۔ اگر سائنسدان اور دانشور مذہب کے ساتھ compromise کرنا چاہیں، اگر اللہ کی وی ہوئی کسی کتاب کے ساتھ compromise کرنا چاہیں تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کیا حل نکلتا ہے۔

میری اس گفتگو کا تمام تر مرکز قرآن ہوگا۔ مگر قرآن ہی کیوں۔۔۔۔۔؟ انجیل کیوں نہیں؟ زبور کیوں نہیں؟ تالو کیوں نہیں؟ غزل الغزلات نہیں؟ نذرہ سلیمان، نہیں۔۔۔۔۔؟ اس کی بڑی خاص وجہ ہے وہ یہ کہ جب ہم کسی total reality کو challenge کرتے ہیں، جب ہمیں خدائے مطلق کے بارے میں غور کرنا ہوتا ہے، جب ہم سائنس کے اختلاف کے خلاف ایک مضبوط ترین دلیل پیش کرنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا چیز اللہ کو represent کرتی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہو کہ تالو اللہ کی کتاب ہے۔ آپ کہہ سکتے ہو کہ انجیل اللہ کی کتاب ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ہاں وہ تھیں۔۔۔۔۔ مگر اللہ سے تو پوچھ لو جس کو ہم discuss کر رہے ہیں، جس کو ہم پوجتے ہیں کہ اے پروردگار! (اے so called پروردگار) کیا تو چاہتا ہے کہ ہم ان کتابوں سے تیری تصدیق کریں تو وہ کہتا ہے کہ No, not at all ٹھیک ہے یہ میری کتابیں تھیں، میرے الفاظ تھے، یہ میری باتیں تھیں جو میں نے پیغمبروں

کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچائیں مگر اب میں ان کتابوں کو وہ منہ نہیں دے رہا، اگر تم نے مجھے quote کرنا ہے مہر عام کے ساتھ اگر تم نے ویل forward کرنی ہے تو اب ویل انجیل سے نہیں جائے گی۔۔۔۔۔ کیوں بھی ایسا کیا پر الیم ہو گیا اب۔۔۔۔۔؟ کیونکہ وہ تسلسل جاری نہیں رہ سکا۔۔۔۔۔

ایک الیم مذہب کے ساتھ ہوا، مگر وہ الیم سائنس کیساتھ نہیں ہوا، بطلیموس (Ptolemy) غلط تھا یا صحیح، کاپرنیکس غلط تھا یا صحیح، گلیلیو غلط تھا یا صحیح مگر اسے رسل بھی مانتا ہے، اسے آج کا سائنس دان بھی اتنا ہی محترم مانتا ہے، اور اسے own کرنا ہے اس کی غلطیوں کو own کرنا ہے، اس کی progress کو own کرنا ہے اور اس کے نتائج پر اسی طرح قائم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ وہ عظیم تر لوگ تھے کہ جنہوں نے سائنس کا آغاز کیا۔ یہ ہمارے باپ دادا تھے We owned them مگر مذہب میں ایسا نہیں ہے۔ جب بنو اسرائیل پر خدا اترتا تو انہوں نے اسے بنو اسرائیل سے باہر نہیں جانے دیا۔ انہوں نے مذہب کو کوئی progress نہیں مانا۔ انہوں نے اسے family God بنا لیا۔ اپنے خاندان کا فرد بنا لیا۔ جیوا بنو اسرائیل سے باہر exist نہیں کرنا وہ ایک خاندان کا خدا ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کا خدا ہونے کے باوجود بنو اسرائیل کے تعصبات نے اسے ایک عالمی کائناتی مالک کی حیثیت کے بجائے ایک قبیلے کی ملکیت بنا دیا۔ بعد میں عیسائی آئے۔ Christians accepted the God of Israil۔ but Jews never accepted the new prophet of God. بہت بڑا الیم تھا۔ عیسائیوں نے موسیٰ پر اعتراضات نہیں کیے، ابراہیم پر اعتراضات نہیں کیے مگر یہودیوں نے انہیں impostor اور caste out (ناکارہ) قرار دیا اور ایک نئی مذہب کی روایتی movement کو کاٹ دیا مگر شروع شروع کے عیسائی بھی یہودی تھے اس لئے انہوں نے خدا کو مزید باندھا اور لیٹا۔ پہلے خدا قبیلے کا تھا اب ان کا خدا فیملی بن گیا۔ اس نے شاوی کر لی اور اس کے بال بچے بھی ہو گئے۔ They did not allow God to function۔

as a total power. کائناتی طاقت کی کوئی چیز اللہ میں نہ رہی ایسے لگا کر وہ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اسی فیملی کی قدر و قیمت اس میں موجود ہے۔ اس کے بعد اسلام آیا۔ کیا انہوں نے اسلام کو مان لیا۔۔۔۔؟ نہیں۔۔۔۔ Religion again retarded کھسائی (hierarchy) حکومت نے عرصے religious revolution (مذہبی انقلاب) سے انکار کر دیا۔ اسلام سے انکار کر دیا۔ محمد ﷺ کو رسول مانتے سے انکار کر دیا اور اللہ کو خدا کا متقاف حرف سمجھا مگر اسے ایک totality میں پروردگار عالم مانتے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک المیہ تھا۔ The rift which did not come into sciences, it came into religion. مذہب میں چند گروہوں نے جیسے آج آپ کے مذہب کے اندر وہی گروہ اپنی اپنی تعبیرات کو مستقل کر کے دیواروں میں سیٹ کے اسے حتمی (finalize) کر رہے ہیں اسی طرح جو آقاقت اور اعلیٰ ترین مطالب مذہب تھے وہ اس بد قسمتی میں کھو گئے۔

سائنس اور مذہب میں سب سے بڑا اختلاف genesis (تواریث میں کتاب پیدائش) کی وجہ سے آیا کیونکہ نظریہ مادہ کچھ اور تھا اور سائنس نے بڑی عرق ریزی کے بعد نظریہ انسان قائم کیا۔ ڈارون (Darwin) سے لے کر Kipler تک نے لمبی تحقیقات کیں، ایک procedure مرتب کیا اور بڑے بڑے دانشوروں نے اس پر حکمت کے موتی برسائے۔ اگرچہ سائنس کا ہر یقین بعد میں تبدیل ہو جاتا ہے مگر سائنس دانوں نے بہت محنت اور جستجو کے بعد کائناتی تاریخ میں سے آدم کو دھوڑا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی آدم نہیں تھا، کوئی انسان اچانک زمین پر نہیں اترا، کوئی خدا کی طرف سے نہیں اترا۔ خدا ہی نہیں تھا تو آدم کہاں سے اترا۔ انہوں نے ماہرین حیاتیات، ماہرین عمرانیات اور فوسلز کے ماہرین ہونے کی حیثیت سے اپنا ایک پورے کا پورا جز مرتب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک کروڑ سال پہلے کی مخلوقات میں سے انہیں ایک مخلوق میں آج کے انسان کی مشابہت نظر آئی ہے۔۔۔۔ اگر آپ آج اس مخلوق کو خواب میں بھی دیکھ لو تو ڈر جاؤ۔ اُسے Hominides کہتے ہیں۔ ایک کروڑ سال پہلے کی یہ وہ ہستی تھی جو

ہاتھوں پر کھڑی تھی اور جو انسان سے مشابہ تھی۔ سائنسدانوں کو دو ہاتھوں پر کھڑا ہوا یہ انسان افریقہ کے فوسلز میں ملا۔ وہ لاکھ سے لکر چند لاکھ سال پہلے تک ہمیں اس کا وجود نظر آتا ہے اور اس کے دماغ کی مقدار چھ سو ساٹھ کیوبک سینٹی میٹر ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب سی ہستی تھی جو ہماری طرح تو نہیں تھا مگر اتنا مشابہ تھا کہ ہم انسانوں نے اسے جدا سمجھا اور اس کا نام ہم نے Homo Habilis رکھا۔ جب ہم سائنس کی نظر سے دیکھتے ہیں تو لفظ Homo انسان کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے چودہ لاکھ سال پہلے ہمیں زمین پر ایک دوسرا انسان نظر آتا ہے۔ یہ انسان بیس ہزار سال سے لے کر دو لاکھ سال تک بھی نظر آیا یہ افریقہ، یوریشیا، جاوا، چین وغیرہ میں نظر آیا اور اس کے دماغ کا حجم پہلے انسان سے بڑھ گیا تھا۔ پہلے انسان کا دماغ چھ سو ساٹھ کیوبک سینٹی میٹر تھا مگر اس کا گیارہ سو کیوبک سینٹی میٹر تک بڑھ گیا۔ یہ کیسے بڑھ گیا۔۔۔؟ نہ سائنسدان کو پتا چل سکا، نہ ہمیں پتہ ہے۔ صرف اللہ جانتا ہے۔ گیارہ سو کیوبک سینٹی میٹر دماغ والا یہ انسان کھڑا ہو کے چلتا تھا، کھاڑے سے لڑتا تھا، جانور تھا مگر آدمی کی طرح تھا۔ آج ہم نے اس انسان کا نام Homo erectus رکھا ہے۔ Erectus کا مطلب ہے کھڑا ہوا۔۔۔ جب ہم اس سے آگے بڑھتے ہیں تو ہمیں ایک اور عجیب و غریب انسان نظر آتا ہے جو موجودہ انسان سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کا سر بڑا، لمبیزا، کدو کی طرح اور آنکھیں باہر کواہنی ہوئی ہیں مگر لگتا انسان ہی ہے۔ اتفاقاً آج بھی ہمارے ہاں کئی لوگ کدو کی طرح کے سر والے ہوتے ہیں۔ وہ کدو جیسے سر والے انسان چھوٹے قد کے تھے ہونوں کی طرح۔۔۔ ان کو Homo Neanderthal کہتے ہیں۔ ہمیں یہ سراغ نظر آیا کہ شاید یہ بھی ہمارے آباؤ اجداد میں سے ہے۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے اب ہمیں ایک اور انسان نظر آ رہا ہے اور یہ انسان آپ سے یعنی موجودہ انسان سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ یہ چار ملین سے لکر تین ملین سال پہلے کے درمیان کے زمانے میں ہمیں نظر آتا ہے مگر ہم نے اس کا نام عجیب رکھ دیا ہے ہم نے اس کا نام sapien رکھ دیا، یعنی سوچنے والا انسان۔ اب جو انسان ہمیں نظر آتا ہے ہم اسے

Homo sapien کہتے ہیں۔ یہ ہم ہیں، یہ آپ ہیں۔ آج بھی technically ہمارا نام Homo sapien sapien ہے۔

سائنس کہہ رہی ہے کہ زمین پر چلتا ہوا انسان (Homo erectus) ارتقائی منازل طے کرتا ہوا Homo sapien (سوچنے والا انسان) بنا ہوا وہ بہت آخر کیا چیز ہے؟ آدم کہاں سے آیا؟ کیا تک نفی ہے کہ ہم اسے تسلیم کریں مگر آپ تھوڑا سا غور کریں کہ خدا کیا کہتا ہے۔ Father Smith William نے پوری نظریاتی حیات پر غور کرنے کے بعد ایک بڑی عجیب و غریب بات کی۔ اس نے کہا: "All human beings in the beginning believe in one God." یعنی تمام حیاتیات کے مفکرین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خون بہاتا ہوا جنگلی جانور نما انسان، وہ فاسق و فاجر انسان جو عقل سے محذور ہے وہ تقریباً آٹھ سو کیوبک سینٹی میٹر دماغ والا انسان اچانک Homo sapien بن جاتا ہے۔ اچانک اسکے ذہن کی مقدار پندرہ سو سے دو ہزار کیوبک سینٹی میٹر ہو جاتی ہے۔ آپ کسی سائنسدان سے پوچھ کر دیکھ لو کہ یہ کیسے ہوا؟ ایک دم سے وحشی مقدار آٹھ سو نو سو سے بڑھ کر دو ہزار کیسے ہو گئی؟ یہ وہ بہت بڑا سوال ہے جس کا جواب آج تک نہیں دیا جاسکا اور امکان بھی موجود نہیں ہے کہ اس کا حل ملے کہ اچانک انسان کا دماغ کیسے بڑھ گیا اور وہ کیسے Homo sapien (سوچنے والا انسان) ہو گیا۔ جیسے Father Smith نے کہا کہ حیران کن بات یہ ہے کہ تمام شروع کے سوچنے والے انسان (Homo sapien) ایک "خدائے واحد" کی پرستش کرتے تھے بلکہ ڈاکٹر کیرن آرم سٹرانگ، نے بڑے چھوٹے سے خوبصورت فقرے میں ڈاکٹر سمٹھ کی رائے کو دہرایا اور مکمل کیا کہ The most strange thing about Homo sapien is that he is Homo religious. یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پہلا سوچنے والا انسان مذہبی انسان ہے۔ میں انگلینڈ میں ایک بار ڈاکٹر ای این ایڈگر سے اپنا discuss thesis کر رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ انٹرویو والو جی پر میرے ایک سوال کا

جواب دو۔۔۔۔۔ بہت بھلا ہوگا۔۔۔۔۔ میرا بھی اور آپ کا بھی۔ میں نے اس سے کہا: ”مجھے یہ بتاؤ کہ ایک جنگلی جانور، شکار کھانا، حرام و حلال سے بے نیاز، قتل و غارت اور خون میں لپٹا ہوا یہ انسان سب سے پہلے مذہبی کیسے ہو گیا۔ مذہب تو بہت بعد کی بات ہے۔ بہت غور کرنے کی بات ہے۔ بہت سوچا جاتا ہے۔ ہماری آج کی نسلیں مذہبی نہیں ہوتیں۔ ہم کہتے ہیں، نوجوان ہے پارہ چھوڑو اسے مذہب کا کیا پتا۔۔۔۔۔ بچے کو مذہب کا کیا پتا۔۔۔۔۔ لیکن یہ کیسے ہو گیا؟ کہ Homo sapien مذہبی ہو گیا؟ یہ کیسے ہوا۔۔۔۔۔؟ وہ آسمانوں کی بندی پر کسی خدا کی پرستش کرتے تھے اور اسے مانتے تھے۔ وہ جاندارانِ مطلق تھے، وحشی تھے، درندے تھے، تہذیب و تمدن سے عاری تھے، اخلاق و روایت سے عاری تھے مگر یہ کتنی حیران کن بات ہے کہ وہ خدا کو مانتے تھے۔۔۔۔۔؟ اس نے جواب دیا: ”میں نہیں جانتا“۔۔۔۔۔ میں نے اس سے کہا کہ تمام anthropology اپنی جگہ درست سہی مگر آپ ایک option زائد کیوں نہیں کر لیتے اور وہ یہ کہ ہو سکتا ہے کہ زمین پر کوئی Alien interference (بیرونی مداخلت) ہوئی ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی نے انسان کو زمین پر کاشت کیا ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی نے زمین پر انسان کی جین (gene) کو آگے بڑھایا (progress) ہو ہو سکتا ہے کہ کسی نے مختلف مراحل سے گزار کر مذہبی ایک انسان مکمل کی بنیاد رکھی ہو۔ اسے کہا: "There could be an option but we are not very sure" (یہ ہو سکتا ہے مگر ابھی ہمیں مکمل یقین نہیں ہے) Biology (حیاتیات) کا یہ تصور مذہب کے خلاف پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ مذہب کے نقطہ نظر سے تو کوئی انسان زمین پر گر آیا مگر میں کہتا ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ Homo sapien خدا کی عبادت کرنے لگا۔ اسے خدا نے اس طرح نہیں اتارا جس طرح مذہب پیش کرتا ہے۔ وہ تو Neanderthal سے لے کر ارتقاء پاتا ہوا Erectus، Habilis بنا اور پھر وہ انسان بنا جیسا وہ آج ہے۔ یہ ایک حیاتیاتی ارتقاء (Biological progress) ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں مگر حیرانی کی بات ہے کہ ایک بار جب لارڈ رسل عیسائیت پر بڑے زبردست اعتراضات کر رہا تھا تو کسی نے اس

سے پوچھا کہ کیا اس نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا: ”میں کیوں قرآن پڑھوں، وہ بھی تو باقی الہامی کتابوں کی طرح ہے۔“ اتنا بڑا فلاسفر اور اچھی بڑی علمی مناقشت پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی کہ اس نے یہ کتاب نہیں پڑھی۔ وہ یہ کتاب پڑھنے پر یقین نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ: "All gospel truth is alike" مگر قرآن بائبل کی طرح نہیں ہے قرآن تالسمو کی طرح نہیں ہے قرآن ان تمام کتابوں کی طرح نہیں ہے۔ آج جب ہم خدا کے حق میں دلیل دیتے تھے ہیں تو خدا سے پوچھتے ہیں کہ اگر ہم تیرا ثبوت چاہیں تو ہمیں کہاں سے ملے گا تو وہ یہ کہتا ہے کہ جو کتابیں میرے نام سے منسوب ہیں وہ میرا کلام تھا جو لوگوں تک بخبروں کے ذریعے پہنچایا گیا تھا گراب میں ان کی تصدیق نہیں کرتا۔۔۔۔۔ کیوں نہیں کرتا۔۔۔۔۔؟ اللہ نے دو الزام لگائے ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے اس کی کتابوں سے دور کیا ہے، وہ کہتا ہے "ثُمَّ يَحْذَرُونَ مِنْ بَعْدِ مَا عَقِلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ" کہ (اچھی طرح جاننے پوچھنے کے باوجود انہوں نے میری آیات میں تحریف کی۔) اب میں اس آیت کو کیسے own کر سکتا ہوں جس کے مطالب بدل دیئے گئے، جس کی اغراض بدل دی گئیں، جس کو انہوں نے امراء کیلئے بچا دیا۔ دوسرا الزام یہ ہے: "ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب ويشترون به ثمناً قليلاً۔۔۔۔۔" (2: 174) (انہوں نے میری کتاب کے معانی تھوڑے تھوڑے مال کیلئے بچا دیئے۔) خدا کہتا ہے کہ صدیوں سے گزرتے ہوئے اس قافلہ انسان کو اب ہدایت آخری نصیب ہوگی۔ اب میں risk نہیں لے سکتا۔ اب میں بار بار یہاں نہیں بھیج سکتا۔ پیغام ختم کر کے اب میں صرف ایک کتاب کا ذمہ لیتا ہوں اور وہ کتاب قرآن ہے۔ اگر میرا نکار کرنا ہے تو اس کتاب سے کرو میرا اقرار کرنا ہے تو اس سے کرو۔ مجھ پر اعتراض کرنا ہے تو قرآن سے کرو میری تصدیق کرنی ہے تو قرآن سے کرو کیونکہ "نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" (یہ وہ کتاب ہے جسے میں نے نازل کیا ہے اور میں اس کی حفاظت کروں گا۔) آج کے دور میں چاہے وہ anthropology ہو، چاہے وہ cosmology ہو اگر ہم نے صرف قرآن ہی کے reference لے لئے تو ہمیں اصل

حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ اگر ہم نے reference لینے ہیں تو ہم قرآن سے reference لیں گے۔ کون درست ہے اور کون غلط، یہ جاننے کیلئے ہمیں قرآن کی طرف جانا پڑے گا کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ پھر بڑے بڑے فلاسفر، سائنس دان اور مدبرین وقت قرآن کا مطالعہ اس لیول (level) پر جا کر کریں گے جہاں آیات پر غور و فکر اور انتہائی مشقت سے سوچ کے فیصلہ کیا جائے گا کہ قرآن کی اس آیت اور سائنسدانوں کے ان نتائج میں کیا فرق ہے۔

ایک بڑا فرق یہ ہے کہ سائنس صدیوں سے غلط بات کر رہی تھیں۔ بطلمیوس (Ptolemy) غلط بات کہہ رہا تھا۔ کاپرنیکس (Coper Nicus) جب غلط تھا اور گلیلیو آدھی سچائی بیان کر رہا تھا۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ قرآن اس وقت کیا کہہ رہا تھا۔ میں آپ کو صرف biology (حیاتیات) کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی کچھ آیات سنا تا ہوں۔ پہلا نتیجہ ڈاکٹر سمیعہ کے حوالے سے میں نے آپ کو سنایا کہ پہلا انسان خدا پرست تھا۔ اب دیکھیے قرآن کیا کہتا ہے: ”کان الناس امة واحدة“ شروع میں سب مجھ پر یقین رکھتے تھے، ایک امت تھے، میرے ہی بندے تھے۔ ایک نسل، ایک ایمان اور ایک دین پر قائم تھے پھر میں نے انہیں کھلا چھوڑ دیا اور چٹاؤ کیلئے آزاد کر دیا اور انہوں نے اختلاف کیا۔ مگر یہ کیا۔۔۔؟ خدا سے پوچھنا چاہیے کہ ماہرین حیاتیات (Biologists) کا دعویٰ تو کچھ اور کہتا ہے۔۔۔ یہ بات یاد رکھئے کہ Biologists کا دعویٰ آج کے دور کی بات ہے اور قرآن چند سو برس پہلے کسی بھی genetic اور نسلی discussion کے بغیر، کسی بھی قسم کی تحقیق کے بغیر ایک بڑی عجیب سی بات کرتا ہے کہ میں نے حضرت انسان کو زمین سے اگایا۔ ”والله انبتکم من الارض نباتا“ (17:71) (اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے اگایا)۔ یعنی اس نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اسے زمین پر گر لیا (آدم کے واقعے پر میں بعد میں بات کروں گا) ایک طرف وہ کہتا ہے کہ میں نے زمین سے انسان کو اسی طرح اگایا جیسے باقی چیزوں کو اگایا، باقی چیزوں اور نباتات کی طرح میں نے انسان کو بھی زمین سے پروان چڑھایا اور بڑھایا۔۔۔ پھر یہ کیا ہوا؟ آدم کہاں سے آگیا۔ اللہ اس سے بھی

پچھے جاتا ہے۔ جہاں تک ابھی کوئی سائنس نہیں گئی وہاں تک اللہ جاتا ہے۔ وہ انسان کے پہلے
 جین تک جاتا ہے۔ ”هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شياء مذكوراً“ (بلا
 شبہ انسان زمانے میں بہت عرصہ ایسے رہا کہ کوئی قائل ذکر شے نہ تھا۔) قرآن کی یہ آیت
 وضاحت کرتی ہے کہ یہ پہلی حالت کیا تھی۔ ”ان خلقنا الانسان من نطفة امشاج“ (میں نے
 پھر انسان کو دہرے نطفے سے پیدا کرنا شروع کر دیا) صاف ظاہر ہے کہ یہ پہلی سلج تھی جس کا اللہ
 اس آیت میں ذکر کرتا ہے کہ وہ ناقص ذکر شے تھا۔ وہ single cell کی حالت تھی۔ اگر
 قرآن کی ان آیات کو ملائیں اور scientific view سے پڑھیں تو خدا یہ کہہ رہا ہے کہ اے
 انسانو میں نے تمہیں ایک ایسے نفس واحدہ (single cell) سے ارتقا دیا جس کی کوئی حیثیت و
 اہمیت نہیں تھی، جس کی کوئی شناخت نہیں تھی، جس کا کوئی ذکر نہیں تھا، ہم نے اس حالت سے آپ
 کو اٹھایا۔ اٹھانے کے بعد ہم نے دہرے نطفے (double cell) سے تخلیق شروع کر دی۔ اب
 ہم نے نطفہ مخلوط کر دیا مگر یہاں بات ختم نہیں ہوتی۔ ابھی تو یہ انسان جنگلی اور وحشی ہے۔ ”نبشہ“
 ہم نے چاہا کہ اس نسل کو آگے بڑھائیں اور دیکھیں کہ کیا یہ ہمارے مقاصد کو پورا کرتا ہے
 ”فجعلناه مميعة بصيرة“ پھر ہم نے اس انسان کو سماعت کا سسٹم دیا۔ سماعت کا سسٹم ترقی
 (develop) کرنے کے کچھ عرصے کے بعد ہم نے اس کو بصارت کا سسٹم دیا۔ اس کے بعد کیا
 ہوا، ابھی انسان اس قائل نہیں تھا کہ اسے کچھ task دیا جاتا یا کوئی مقصد حیات دیا جاتا تو
 پروردگار عالم نے فرمایا کہ ”ان هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا“ اب ہم نے اس کو
 عقل دی، شعور دیا، معرفت دی، ہدایت بخشی اور ایک کام دیا: ”چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر
 دو۔“ یہاں ہمیں ایک دوسرے قرآنی واقعہ (Quranic dramatic effect) سے
 واسطہ پڑتا ہے وہ یہ کہ ہمیں چاہیے کہ آسمان پر آدم ہے، ہمیں چاہیے کہ زمین پر بھی انسان ارتقاء کر
 رہا ہے۔ اللہ کے قول کے مطابق آسمان سے بھی کوئی اتر رہا ہے تو یہ کیا مسئلہ ہے؟ کیا اللہ کی دونوں
 آیات میں کوئی فرق آگیا ہے؟ ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ اللہ نے چاہا: ”قال انسى جاعل في“

الارض خلیفہ" میں چاہتا ہوں کہ کسی کو artificial intelligence میں نے
 بڑے Robos تخلیق کئے جن بھی Robos تھے، ملک بھی Robos تھے۔ اچھا دوسرے میں
 نے اتنے Robos create کئے ہوئے ہیں، بڑے بڑے نرالی، خوبصورت، مگر اب میں
 چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا Robo تخلیق کروں جو سوچے سمجھے اور فیصلہ کرے کیونکہ میں نے اس سے
 یہ مقصد حاصل کرنا ہے۔ "إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كٰفِرًا" میری نیت یہ ہے کہ میں
 ایک ایسی مخلوق بناؤں جسے بہت ساری artificial intelligence دے دوں۔ فیصلہ
 کرنے کی صلاحیت دے دوں۔ مگر آج کا سائنسدان یہ نہیں چاہتا اس کو فکر ہے کہ آج اگر وہ اپنے
 Robos کو Artificial intelligence دے دے اور مرض کریں کہ وہ کہے کہ ہر بے
 ایمان کو موت کی سزا دو تو اس نے ہاتھ مار کر سب سے پہلے مالک ہی کو ختم کر دیتا ہے۔ وہ بچا راتو
 مجبور ہے جو Dictation سے ملی ہوئی ہے اس نے تو اسی پر عمل کرنا ہے۔ ابھی آپ دیکھو کہ بے
 شمار انگریزی فلمیں اسی موضوع پر ہیں۔ Aliens آ رہے ہیں، Aliens جا رہے ہیں،
 Robos بڑے ہو گئے ہیں، وہ خطرناک ہو گئے ہیں، وہ خوفناک ہو گئے ہیں۔ کیوں ہو گئے
 ہیں۔۔۔۔۔؟ اس لئے کہ ان کو artificial intelligence مل گئی ہے۔ مگر خدا وید کریم اس
 خوف میں مبتلا نہیں تھا اس نے چاہا کہ میں ایک مخلوق کو بنا دوں، بڑا کروں، بہتر کروں، میں
 زمین سے آگے نکلتے ہوئے جو اپنی کائنات تخلیق کر رہا ہوں اس کیلئے میں ایک vice regent
 مقرر کروں تو اس کی نظر زمین پر چلتے پھرتے انسان پر پڑی اور اس نے کہا کہ اے نسل انسان
 میں تمہیں زمین سے اٹھاؤں گا مگر یہ جو زمین پر چل پھر رہا تھا تو چھ سو کیوبک سینٹی میٹر کا تھا۔ آگے
 بڑھ کر گیا وہ سو کیوبک سینٹی میٹر کا ہو گیا اور آج انسان کے بچے کے ذہن کی مقدار بھی 2000
 کیوبک سینٹی میٹر ہے پھر یہ کیسے ممکن تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی چیز ڈھونڈنی ہے۔ کوئی clue
 (سراغ) گم ہو گیا ہے، سامنز سے گم ہو گیا ہے، ہمارے مذہبی دانشوروں سے بھی گم ہو گیا ہے کہ
 آخر کیا واقعہ پیش آیا تھا۔۔۔۔۔ اگر غور کریں تو آج بھی وہی واقعہ پیش آتا ہے، بدن زمین پر بننا ہے

اور روح آسمان سے اترتی ہے۔ حدیث کے مطابق تین ماہ کے بعد آسمانوں سے اتر کر بچے میں روح پڑتی ہے۔ پہلے وہ ایک مادی وجود ہوتا ہے، Habilis اور Erectus ہوتا ہے۔ مائٹل Homo sapien نہیں ہوتا مگر جب اس میں روح پڑتی ہے تو وہ Homo sapien ہو جاتا ہے۔ پہلے بھی یہی ہوا کہ آسمانوں پر ایک وجود روح تخلیق ہوا۔ اس کا نام اللہ نے آدم رکھا مگر آسمانوں سے اترے ہوئے آدم کو جگہ کہاں سے ملتی؟ کہتے ہیں کہ جنات (آتش مخلوق) کو جب procreation کرنی ہوتی ہے تو ان کو وجود چاہیے ہوتا ہے کیونکہ وہ انہیں ہواؤں سے مل کے تو procreation نہیں کر سکتیں اس لئے یہ وجود ڈھونڈتے ہیں اور یہ آتش مخلوقات میں، یعنی چھپکلیوں میں، کبھی کسی کچھو میں، کبھی کسی سانپ کی صورت میں ڈھل آتے ہیں اور procreative process سے گزر رہے ہیں اور یہ بچے نہیں دیتے، انڈے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ اعلان کیا تو فرشتوں نے ایک وضاحت چاہی (اعتراض نہیں کیا) انہوں نے اللہ سے ایک وضاحت چاہی۔ ”قالوا جعل فيهما من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك“ اے اللہ یہ انسان جسے ہم دیکھ رہے ہیں، یہ جسے آپ بنانا چاہ رہے ہیں، یہ جو پیچھے سے چلا آ رہا ہے جس کو آپ نے زمین سے اگایا ہے یہ تو مبادی کا مظہر ہے، یہ تو زندگی کا مظاہرہ کرتا ہے، یہ تو وحشی ہے، جنگلی ہے، خونخوار ہے، کیا آپ اس انسان کو خلافت ارضی دینا چاہو گے؟ اللہ نے فرمایا: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ وہ کیا چیز ہے جو فرشتے نہیں جانتے تھے؟ اس عالم کل نے، دانش کل نے، رب کائنات نے فرشتوں کو وہ چیز زبردستی نہیں سمجھائی۔ اس نے کہا: میں تمہیں تمہاری حدود و علم سمجھاتا ہوں۔ میں تمہیں آدم کی حدود و علم بھی سمجھاتا ہوں۔ پھر اس نے چند اسماء آدم کو سکھائے ”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ“ ملائکہ کو بھی وہی اسماء بتائے، ملائکہ اور آدم دونوں کی کلاسیں اکٹھی لگا دیں اور کہا جاؤ تم بھی پڑھ کے آؤ اور آدم تم بھی پڑھ کر آؤ میں دونوں کو نمبر دوں گا۔ زلث میں دوں گا جاؤ کوشش کر لو، دس ہزار سال لے لو۔۔۔ میں ہزار سال

لے لو۔۔۔ اس کے بعد پھر آتا۔۔۔

آپ کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو شاید آپ کی گنجائش حیرت کو بڑھاوے کہ یہ انسان جب سے چلا آتا ہے جس کا جین مشر کہ ہے، ستر ہزار سال سے پہلے اس نسل انسان میں زبان (language) کا چپ (chip) نہیں تھا۔ اس جین (gene) کا نام Foks P2 ہے۔ سائنس دانوں نے حال ہی میں اسے دریافت کیا ہے۔ Foks P2 ستر ہزار سال سے پہچے انسانوں میں نظر نہیں آتا۔ باوجود اس بات کے کہ ایک ارب سال سے انسان زمین پر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے مگر گھٹکواور عقل والا یہ جین (gene) ستر ہزار سال سے پہچے نہیں جاتا۔۔۔ میں آدم اور ملائکہ کے ٹیسٹ کی بات کر رہا تھا۔ آپ غور کیجئے کہ ملائکہ اور Robos میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ملائکہ نے اُس کلاس کا اختتام پر اللہ کو جو جواب دیا اس سے آدم اور ملائکہ کے فرق کا پتا چلتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ”قالو امبحنک“ (اے اللہ تو پاک ہے) ”لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحکیم“ (اے پروردگار عالم ہمیں صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو ہمیں بتاتا ہے۔) انہوں نے کتنا سادہ سا جواب دیا کہ اے مالک و کریم ہمیں صرف اتنی ہی معلومات ہیں جتنی تو ہمیں بتائے، اس سے زیادہ نہ ہمارے پاس علم ہے، نہ عقل ہے، نہ دانش ہے۔ پھر خدا نے کہا کہ بھئی آدم تو ذرا بتا کہ تم نے کیلایا دیکھا ہوا ہے۔ ”قال يا دم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم“ حضرت شروع ہو گئے۔۔۔ اول و آخر، ایک سے دس نام، دس سے دس یعنی ہر کائناتی شے پر عقل و معرفت سے تعریف فرمایا کیونکہ اب اس میں Artificial Intelligence آچکی تھی اور cosmic intelligence آچکی تھی۔ پھر آدم نے خطا کی اور وہ جہنم میں رہنے کے قائل نہ رہا اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے وہ جہنم میں رہنے کے قائل نہیں رہے تھے کیونکہ وجودِ خاک جہنم میں نہیں رہ سکتا اسے کچھ نئے پیڑن چاہئیں تھے، نیا وجود چاہئے تھا اس لئے روح آدم کا نزول لازم تھا۔ ”وقلنا اهبطو بعضکم بعض عدو“ (ہم نے کہا نیچاڑو۔ تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے) جب حکم ہوا کہ نیچے

اتر تو بیچارے کجاں اترتا، کہاں جاتا۔ وہ بھی تو جن کی طرح کی مخلوق تھا جیسے باقی ارواحی مخلوقات
 تھیں حضرت آدم بھی اسی طرح کی مخلوق تھے پھر وہ جنت سے نکل کر کہاں جاتے اس لئے نیچان
 کا Body factor تیار ہو رہا تھا۔ یہ Homo sapien ہے۔ یہ وہ Homo sapien تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چوتھی Ice age کے بعد ہمیں صرف ایک انسان نظر آتا
 ہے۔ یہ سوچتا ہوا سمجھدار، well guided اور مذہبی انسان ہے اور یہ Homo sapien آدم ہے۔

اگر حضرت ابراہیم کے زمانہ کے توسط سے دیکھیں تو آدم کا وقت اوسطاً چالیس ہزار
 سال سے ستر ہزار سال تک بنتا ہے۔ اس سے پیچھے کے زمانے میں آدم کا سراغ نہیں ملتا۔ چونکہ
 حضرت آدم باقی کرتے تھے اور تحقیق کے مطابق language کا چپ (chip) ستر ہزار
 سال تک جاتا ہے۔ اس لئے ستر ہزار سال تک آتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم کا بعینہ
 وہی وقت بنتا ہے جس کو Biologists (ماہرین حیاتیات) Neolithic یا New
 stone age (حجری زمانہ) کہتے ہیں۔ اس وقت سے پیچھے کا آدم ہمیں عجیب و غریب نظر
 آتا ہے۔ آخر انسان میں یک دم یہ تبدیلی کیسے آگئی؟ Will Durant کہتا ہے کہ ice age
 (برفانی دور) سے نکلنے کے بعد یہ انسان Dormant condition میں تھا یا مر رہا تھا۔ ایک
 وجہ سکتا تھا جو برفانی دور سے نکلا تھا اور بالکل ایسے تھا جیسے اس میں کوئی حقیقت نہیں تھی پھر
 آسمانوں سے ایک بہت بڑا شعلہ زندگی آیا اور وہ اس کے ماتھے پر گر ا اور اچانک انسان کا دماغ
 بڑھ گیا۔ یہ سات سو کیوبک سینٹی میٹر سے دو ہزار کیوبک سینٹی میٹر تک چلا گیا۔ آئیے دیکھئے! شیخ محی
 الدین عربی صاحب کیا کہتے ہیں محی الدین عربی سائنس دان نہیں تھے وہ کہتے ہیں کہ مقلوں انسان
 زمین پر پڑا رہا۔ ice age کے دوران انسان زمین پر چالیس ہزار سال تک ساکت و صامت
 پڑا رہا۔ اللہ اس پر چالیس ہزار سال غور کرتا رہا پھر ناگہاں اس پر چلنے فرمائی اور یہ سوچتا ہوا انسان ہو
 گیا اور یہ سوچتا ہوا انسان اور آدم تھے۔ آپ کو سائنسدان اور صوفی کے بیان میں زیادہ فرق نظر

نہیں آئے گا کہ ادھر ابن عربی بات کر رہا ہے ادھر Will Duran بات کر رہا ہے مگر نتائج ایک ہیں۔ یہ Biological setup یا زمین پر انسان کے وجود کا حیاتیاتی مظاہرہ۔ آئیے اب دوسری طرف cosmological setup کی طرف چلتے ہیں۔ آخر یہ کاسمولوجی والے خدا کو کیا سمجھتے ہیں؟ ان کو بہت شبہ رہتا ہے۔ ان میں بہت سے یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات از خود وجود میں آگئی مگر جوں جوں وہ اس کے اندر گھستے ہیں تو کہتے ہیں کہ زمانہ ابدیت رکھتا ہے، زمانہ ابد ہے، ابد زمانہ ہے۔۔۔۔۔ تمام بڑے بڑے فلاسفر، دانشور، physicist اور خدا کو نہ ماننے والے ایک قول پر ضرور متفق ہیں کہ زمانہ ابدی ہے اور زمانے کے اندر ہی کائنات کا مادہ (material) مختلف شکلیں بناتا ہے۔ ستارے ٹوٹتے اور بننے ہیں اور حادثات اس میں انسان کا بھی ایک جین پیدا ہوتا ہے مگر قرآن کا خالق کچھ اور کہتا ہے۔ چدرہ سو برس پہلے وہ کہتا ہے کہ دیکھو یہ تمام بیٹھے، فسخ، وائٹ ہیڈ اور برگساں (ایسا لگتا ہے کہ چدرہ سو برس پہلے خدا ان کے منہ اور اذہان کی باتیں guess کر رہا ہے) کہتے ہیں کہ ”ہم زمانے میں پیدا ہوئے اور زمانہ ہمیں مارے گا۔ بھلا مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں بھی جان پڑ سکتی ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ یعنی خدا قرآن میں pre-guess کرتا ہے، Pre-understand کرتا ہے، اپنے بندوں کے بارے میں پہلے ہی سے اندازہ کر کے کہتا ہے کہ دیکھو لوگ ایسی باتیں کریں گے۔

پتا نہیں لوگوں کی کیا رائے ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ مغرب (west) مزدور ہے۔ وہ ایک اعلیٰ ترین meta physical سوچ کا حامل نہیں ہو سکتا۔ انسان کے دماغ کے دو hemispheres ہیں۔ ایک hemisphere خیالاتی و تصوراتی ہے اور دوسرا hemisphere موجوداتی اور ایجاداتی ہے اور بڑی ریسرچ کے بعد خود ہی انہوں نے اعلان کیا کہ مشرق والوں کا تصوراتی، وجدانی اور ایمانی hemisphere بہت طاقتور ہے اور مغرب والوں کے منہ میٹھی (creative things) بنانے والے سیل بہت اچھے ہیں۔ ٹیکنالوجی اور تحقیق و جستجو اسی hemisphere کی activity ہے۔ ایک شخص جو ایک instrument

تخلیق کر رہا ہے یا جو بچا رہ کوئی مزدوری کر رہا ہے یا ایک جہاز کی کلیں بنا رہا ہے کیا آپ اس کو یہ حق دیتے ہو کہ وہ خدا پر گفتار عام کہہ دے۔۔۔۔۔ ہاں اگر اس کی باقی تعلیم بھی اس مقام سے آگے نکل جائے تو الگ بات ہے۔۔۔۔۔ مجموعی طور پر تمام مغرب بلکہ تمام Western Hemisphere خلافت کا نہیں بلکہ ٹیکنالوجی کا hemisphere (کترہ) ہے۔ اس میں یقیناً وہ آپ کے ست الوجہ تصور پرست مشرقیوں سے بہت آگے ہے۔ یہ مشرق اور مغرب میں بنیادی فرق ہے۔

ایک بڑا سوال کائنات یہ پیدا کرتی ہے کہ کیا کائنات خود کو پیدا کر سکتی ہے؟ Can universe create itself? بہت اچھے اچھے دماغ اس پر غور کرتے ہیں۔ ایک سائنس دان کہتا ہے کہ سائنسدانوں کو کائنات کے وجود میں آنے کا کوئی mechanics پیش کرنا ہوگا۔ اگر وہ mechanics پیش نہیں کر سکتے تو یہ thesis غلط ہوگا کہ خدا نے کائنات کو بنایا یا انسانوں نے یا یہ از خود وجود میں آگئی۔ ایک اور بڑا دلچسپ سوال سائنس دان پوچھتے ہیں کہ کائنات تخلیق کرنے سے پہلے یا Big Bang سے پہلے خدا کیا کر رہا تھا۔ تیسرا اس سے بھی بڑا دلچسپ سوال ہے آپ شاید اسے پاگل بن سمجھیں مگر ہے دلچسپ سوال کہ خدا نے کائنات تخلیق کرنے کیلئے وہی لوح کون چنا؟ کوئی اور کون نہیں چنا؟ اگر آپ غور کر تو یہ بے ترتیب سوالات ہر انسان کے ذہن سے ابھرتے ہیں۔ ایک عام سادہ سا انسان جو تصور پرست ہو وہ بھی ان خیالات کا شکار ہوتا ہے کہ اللہ کہاں سے آگیا؟۔۔۔۔۔ کائنات کہاں سے پیدا ہوگئی۔۔۔۔۔؟ ویسے میں آج کل کے جو حالات دیکھتا ہوں تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ اگر کوئی اڑن طشتری آسمان پر کھڑی ہو جائے اور آپ کو آواز دے کہ میں خدا ہوں مانتے ہو کہ نہیں اور آپ کہیں کہ نہیں مانتے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ امریکہ اس پر دو تین میزائل بھی پھینک دے گا۔ ہو سکتا ہے ہمارے جیسے B5-2 سے اس پر قازنگ شروع کر دیں مگر جب کوئی امر نہیں کرے گا تو اس اڑن طشتری سے آواز آئے گی کہ تم مجھے خدا مانتے ہو یا نہیں۔ میں تم میں سے بہت سوں کو موت اور موت کو زندگی دے سکتا ہوں۔ پھر ہم

کہیں گے ”چلو بتاؤ ثابت کرو“۔۔۔۔۔ یہی قوم یہود نے اللہ کے ساتھ کیا تھا کہ بتاؤ۔۔۔۔۔ کیف
نحی الموت“ (260:2) بار بار یہ سوال قرآن میں آتا ہے ہر کچھ خدا را دئی، ہر کچھ خدا سے
پوچھتا ہے اور ہر جا مل قوم بھی پوچھتی ہے کہ خدا کیسے زندہ کرنا اور کیسے مارنا ہے تو خدا کہتا ہے ”ثُمَّ
بَعَثْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (56:2) میں نے تمہیں مارا۔۔۔۔۔ فَاخِذْ
نَكِمِ الصَّعْفَةَ وَانْتُمْ تَنْظُرُونَ“ (2:55) پھر ایک برق آبی آسمان سے بکلیوں کا ایک تہر آیا
اور قوم یہود کو مار گرایا آدمی زندہ رہے۔ وہ انہیں لے کے نکل گیا۔ وہ رونا پیٹنا شروع ہو گئے۔
”ثُمَّ بَعَثْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ“ میں نے تمہیں موت کے بعد پھر زندگی دی ”لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ“ تاکہ تم مجھے مانو اور شکر کرو۔۔۔۔۔ اگر ایسی ہی کوئی آڈن طشتری آج بھی آپ کے سر پر
آ جائے اور آواز دے کہ میں تمہیں مار سکنا ہوں اور تمہیں زندہ کر سکنا ہوں اور اس کا مظاہرہ بھی
کرے تو آپ اللہ کے بارے میں زیادہ نہیں سوچو گے فوراً مجھے ملے میں گر پڑو گے۔
Because God is known by the functions he does. (کیونکہ خدا
اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے) وہ اپنے موٹے پتلے ہونے سے نہیں جانا جاتا مگر جو منافع اللہ کی
ذات سے منسلک ہیں۔ وہی decisive منافع ہوتی ہیں اور اس موقع پر بھی سائنسدان حیران
ہیں۔

چوتھا سوال بہت ہی دلچسپ ہے کہ اللہ میاں کو کیا سوچتی۔۔۔۔۔؟ یہ سوال آپ نہیں کر
رہے ہو۔ دنیا کے بہت بڑے سائنسدان یہ سوال کر رہے ہیں کہ وہ ازل سے کائنات کی تخلیق کے
بغیر بھی مطمئن بیٹھا تھا تو اسے ہوا کیا۔۔۔۔۔؟ شاعر بھی یہی کہتا ہے:

مرا را کاش کہ مادر زاوے

(اے کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی)

ماں کو ہوا کیا کہ اس نے مجھے پیدائش کے گھنٹھٹ میں ڈال دیا۔ سائنسدان کہتا ہے: ”یار اچھا بھلا
اللہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا تو پھر کس شے نے اسے تخلیق کائنات پر مجبور کیا۔“ یہ سوالات آپ کے

بھی ہو سکتے ہیں مگر اس کا جواب بڑا سادہ سا ہے۔۔۔؟ ایک اور بڑا سوال ہے کہ کیا اللہ میاں کائنات میں دخل دیتا ہے یا اسے بنا کر فارغ ہو گیا ہے کہ ”جاؤ! میں نے تمہیں بنا دیا اب جو چاہو کرو۔۔۔ چاہے ٹش بنو، چاہے کچھ اور بنو۔۔۔ میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ جاؤ! مرو! خود ہی دنیا سنبھالو۔۔۔“ ایک مغربی مفکر نے ایک بہت اچھی بات کہی (اچھی بات تو سب کی quoteable ہوتی ہے) رسل کہتا ہے کہ ”ایک مصنف کتاب کا پہلا باب لکھنے کے بعد یہ کہہ کر پیچھے نہیں ہٹ جاتا کہ باقی باب خود بخود پورے ہو جائیں گے۔“ بلکہ یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ Big Bang کے بعد خدا کائنات کو کھلا چھوڑ کے فارغ ہو گیا ہے بلکہ وہ اب بھی دخل دے رہا ہے، ہر چیز میں دخل دے رہا ہے۔ یہود کا خیال یہ تھا کہ خدا کائنات کے باہر ہے۔ عیسائی بھی یہی سمجھتے ہیں۔ اسلام کا بھی وہ لوگ یہی تصور پیش کرتے ہیں حالانکہ اسلام ان لوگوں نے نہیں پڑھا سلیسے اسلام کے بارے میں ان کی رائے بڑی مشکوک ہوتی ہے، اسلام کے بارے میں مغربیوں کی رائے بڑی احتیاط سے پڑھنی چاہیے اسلیسے کہ ان کا اسلام کا مطالعہ بڑا سطحی ہوتا ہے بلکہ ڈاکٹر کیرن آرم سٹرانگ نے کہا کہ ”سچی بات یہ ہے کہ کوئی بھی مغربی قرآن پڑھتا ہی نہیں چاہتا۔“ کیوں نہیں پڑھتا چاہتا۔۔۔؟ شاید اسے یہ خوف ہو کہ جس کتاب نے ہماری تیرہ سو صدیاں غلامی میں گزار دی ہیں اس کو پڑھنے کے بعد ہم شاید پھر ان کے غلام نہ ہو جائیں۔ Hardly any western would try to read whole of the book. وہ قرآن نہیں پڑھتے، ان کے پڑھے لکھے لوگ بھی قرآن کے بارے میں سنی سنائی باتوں کو repeat کرتے ہیں اور وہی بات کہتے ہیں جیسے جموجینو نے کہی کہ God is a mathematician ہر آدمی، ہر کنویں کا مینڈک کسی آفتابی اور کائناتی چیز کو اپنے ہی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ ایک ریاضی دان اپنے ہی angel سے خدا کو دیکھے اور سمجھے گا اور کہے گا کہ خدا ایک ریاضی دان ہے۔ سائنس دان جب سادہ بات کرتے ہیں تو بڑی عجیب سی کرتے ہیں۔ ایک طرف relativity کا لبرٹ آئن سٹائن ہے اور دوسری طرف بڑی مصومیت سے کہتا ہے کہ ”کائنات کے متعلق واحد قابل فہم بات یہ

ہے کہ یہ قابل فہم کیوں ہے؟“ کہ اتنے بڑے understandable mechanism کو اللہ میاں نے تھوڑا تھوڑا partially قابل فہم کیوں بنا دیا ہے۔

جلوہ ہند پر طرف نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے

یہ تھوڑی تھوڑی یا partial out look ہے۔ ہر صاحب نظر اسے ایک محدود زاویے سے دیکھتا رہا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ There was a theory of every thing میں ابھی آپ کو اس کی طرف لے کر چلوں گا۔ آج کے دن کا بنیادی موضوع یہی ہے کہ یہ دیکھنا ہوگا کہ Is something reliable, factual, trustworthy in Islam or not, more trustworthy than all the scientific observations of the world.

(رابرٹ بوائے) Robert Boyle کہتا ہے کہ یہ عظیم الشان مگر نہایت نازک نظام عالم ہر تاریخی دور میں دہل کر نظر کو دھوت دیتا رہا ہے اور لوگ اس پر غور کرتے رہے ہیں۔ لوگ آسمان ضرور دیکھتے رہے ہیں۔ سب سے اچھی بات James Jeans نے کی اس نے کہا کہ ”یہ کائنات ایک عظیم مشین نہیں بلکہ ایک عظیم خیال کی طرح نکلتی ہے۔“ اس نے بڑی اچھی بات کی کہ کائنات ایک Mechanism نہیں نکلتی۔ کائنات عظیم مشین نہیں ہے بلکہ ایک عظیم خیال کی طرح نکلتی ہے۔ اب میں آپ کو ان حیرت ناک سوالوں کے جواب بتاتا ہوں جن کی عام طور پر وضاحت نہیں ہوتی۔

میں نے ایک سوال پڑھا تھا کہ اللہ اچھا بھلا بیٹھا تھا۔ اسے کیا تکلیف ہوئی اُسے کہ اس نے کائنات بنا دی۔ اس کا جواب صرف اسلام دیتا ہے۔ ساری کائنات کے بارے میں اس نے کہا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ آشکار ہو جاؤں تو میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کیلئے پیدا کیا۔۔۔۔۔ صرف خدا جواب دیتا ہے کہ میں نے کائنات کیوں تخلیق کی۔ وہ Big

Bang سے پہلے کیا کر رہا تھا؟ یہ ہائکنز (Hopkins) بچا رہا تھا پر پتہ ہے کہ ”اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کائنات بنانے سے ایک سیکنڈ پہلے خدا کیا کر رہا تھا تو میں سارا ہی فلسفہ ہائے کائنات explain کر دوں۔“۔۔۔۔۔ بھی نیک بخت! یہ تو بڑا سادہ سا سوال ہے۔ اگر تجھے علم ہوتا یا کسی نے بتایا ہوتا تو تو غور تو کرنا اس پر۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ کائنات بنانے سے پہلے خدا کیا کر رہا تھا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ جہنم میں تھا اس کے زیر سایہ بھی ہوا تھی اس کے اوپر بھی ہوا تھی“ یعنی اگر Hopkins کو جواب چاہئے کہ خدا کائنات بنانے سے پہلے کیا کر رہا تھا تو حضور ﷺ جواب دے رہے ہیں کہ وہ ”عماء“ میں تھا۔ اس کے ارد گرد تھا طبعی بادلوں کے جھوم تھے۔ ”ثم استوى الى السماء وهي دخان“ وہ دھان میں تھا moisturizing gases اس کے ارد گرد جھوم کئے ہوئے تھیں اور اس نے اس سے کائنات بنانی شروع کی۔

اب ان حقائق کی طرف آئیے جہاں میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ سائنس غلطی کرتی ہے مگر خدا غلطی نہیں کرتا۔ مذہب کے انکار پر آنے والے دو بڑے دلائل میں نے آپ کو سمجھا دیئے ایک تو anthropology پر تھا اور دوسرا cosmology پر تھا۔ ایک اور خطبی قسم کے فلاسفر نے بھی خدا پر اعتراضات کئے جسے Karl Marks (کارل مارکس) کہتے ہیں۔ مگر اس نے خدا اور مذہب کو discuss نہیں کیا۔ اس نے صرف یہ کہا: Religion is an opium. مذہب افیون ہے۔ سرمایہ دارا سے غریب کو ملانے کیلئے استعمال کرتے ہیں تاکہ مال و جائیداد have or have not کی جنگ کا یہ تماشا چلتا رہے۔ تحقیق (thesis) اور ردِ تحقیق (anti thesis) تعمیر ہوتے رہتے ہیں۔ synthesis کہاں ہے؟ یہ اللہ جانتا ہے۔ نہ Russia نے synthesis کا حصول کیا، نہ کمیونزم میں ہم نے کسی اور جگہ synthesis کو بروئے کار آتے دیکھا۔ یہ ایک المیہ ہے۔ یہ سارے اعتراضات اپنی جگہ پر مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ Logical positivists

(منطقی استدلال) والوں نے اس پر بڑا اعتراض کیا۔ انہوں نے کہا کہ جس چیز کا data ہی نہیں ہے وہ کیسے وجود رکھ سکتی ہے۔ اگر ایک اندھا آدمی جس نے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا اس سے پوچھ کر دیکھو کہ ہاتھی کیسا ہے تو وہ کبھی یہ بتانے کے قائل نہیں ہوگا۔ اس کیلئے ہاتھی کوئی چیز نہیں ہے۔۔۔۔۔ جیسے ”لال نگھو“ کہ جب ہاتھی گزر گیا تو لوگ اس کو لے کر آئے اور پوچھا کہ ٹو دانائے روزگار ہے۔ بتا تو سہی کہ یہ کس چیز کے نشان ہیں۔ اس نے کہا لوبھلا۔۔۔۔۔ تمہیں سادہ سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔۔۔ کہ یہ ہرن جو ہمایہ چکی کے پاٹ باندھ کر کوا ہے یہ نشان اس کے ہیں۔۔۔۔۔ اسی طرح یہ سائنس دان خدا کے بارے میں ”لال نگھو“ جیسی باتیں کرتے ہیں ان کو بتا ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: There is no data of God and if there is no data of God, God is non sense. اس خیال میں کوئی sense ہی نہیں ہے۔ مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی ذات جو اپنے آپ کو خدا کہے، کوئی ذات جو اپنے آپ کو پروردگار کہے، کوئی ذات جو اپنے آپ کو اللہ claim کرے اگر وہ یہ کہے کہ یہ کتاب پوری کی پوری میرے الفاظ ہیں، یہ قرآن میرا ہے، اس کا ہر لفظ میرا ہے تو آپ کا ایمان کتنا آسان ہو جائے گا۔ سب سے بڑی آسانی یہ ہے کہ اگر انسان ہزار غلطیاں کرے تو پھر بھی انسان رہتا ہے اور اگر اللہ ایک غلطی کرے تو وہ اللہ نہیں رہتا۔ How easy it is to find one mistake from Quran. Just find one mistake from the Quran and there is no God. کتنی آسان بات ہے مگر آئیے دیکھیں کہ کن چیزوں سے ہم یہ ثبوت اکٹھے کر سکتے ہیں کیسے ہم یہ یقین کر سکتے ہیں؟ فرض کرو خدا کہتا ہے کہ: ”وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَالْزُّكُوفَ“ (11:9) مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم یقین نہیں کرتے یہ کوئی scientific fact نہیں ہے، یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جس میں سائنسدان تحقیق کر کے کہہ سکیں کہ یہ غلط ہے یا نہیں ہے مگر میں cosmologist سے پوچھتا ہوں کہ تم کتنے عرصے کے بعد Big Bang تک پہنچے ہو تم اور چہاری ساری Cosmology کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے اور یقین ہے کہ رہے گا

مگر دیکھو یہ سبھی کہ چند روز سو برس پہلے بھی کسی نے کائنات پر comment پاس کیا ہے اس نے claim کیا ہے کہ میں نے کائنات بنائی ہے۔ ”اولم یزالذین کفروا“ بڑے طنطنے سے وہ کہہ رہا ہے How dare you deny me? ”اِنَّ السَّمٰوٰتِ رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا“ (کیا تمہیں پتا نہیں کہ جملہ کائنات پہلے ایک وجود تھی پھر میں نے اسے بھاڑ کر جدا کر دیا۔۔۔۔۔) اسی سے متصل دوسری آیت پر غور کیجئے۔ ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَیٍّ“ (اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔) اگر آج اکیسویں صدی میں آپ ڈاکٹر Jeans کی یہ Statements سنیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ سائنس دانوں نے یہ chapter بند کر دیا کہ All life is created out of water. (Thesis of universe) پر متفق ہو رہے ہیں۔ In the bigining there was one big mass and that was torn apart. اسی دھماکے کا ٹکراؤ ہے آگے چلیئے۔۔۔۔۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ سائنس غلطیاں کرتی رہی، مگر اللہ نے غلطی نہیں کی کیونکہ اگر اللہ غلطی کرے تو وہ اللہ ہی نہیں رہتا۔ میں نے بڑی کوشش کی، پچاس برس سے لگا ہوں کہ قرآن میں کوئی غلطی دھوڑوں اور جان چھڑاؤں مگر راہزنہ نہیں مل رہا۔ تین ہزار سال قبل مسیح میں دنیا کا پہلا ہیئت دان بطلیموس کہتا ہے کہ زمین ساکت ہے اور سارے سیارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ بطلیموس غلط تھا مگر اس کا یہ نظریہ چلتا رہا پھر 1542 میں کاپرنکس نے کہا کہ بطلیموس غلط ہے۔ اس نے کہا کہ سورج ساکت ہے زمین نہیں اور ساری کائنات سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اس کے بعد بیسویں صدی آگئی۔ 1957 میں ہم نے جو کاسمولوجی پڑھی اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آسمان میں کچھ ستارے ثابت ہیں اور کچھ سیارے ہیں۔ اندازہ کریں کہ بیسویں صدی تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ واپس اس کی طرف چلیں جس نے یہ کائنات بنائی ہے وہ کیا کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ ”وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنَّجُومُ مَسْخُورَاتٌ لِّاَمْرِهٖ۔۔۔۔۔“ (54:7) (سبحان اللہ و تعالیٰ اعزیز) کہ دیکھو میں نے سورج چاند ستارے سب مسخر کئے۔۔۔۔۔ اگر

آپ اس سے پوچھو: ”اے مالک و کریم! کہاں کہاں کھڑے کیے ہیں اور کہاں کہاں چلتے پھرتے ہیں۔“ وہ فرماتا ہے: ”..... کُلُّ يَجْرِي اِلَيَّ اَجَلٌ مَّسْئُومٌ“ (29:31) (تمام چل رہے ہیں وقت مقررہ تک۔۔۔) میں رب کائنات کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر کسی کا دل تسلیم والا ہو تو اس ایک آیت سے یا اسی کے عقائد سے وہ خدا کو مان سکتا ہے کہ کیا اتھارٹی ہے! کیا exactitude ہے! پندرہ سو برس پہلے جب سائنس غلط کہہ رہی ہیں، بپلیوس غلط کہہ رہا ہے، کاپرنگس غلط کہہ رہا ہے۔ گلیلیو آدھے سچ پر ہے مگر قرآن پندرہ سو برس پہلے اپنے قول پر کھڑا ہے: ”کُلُّ يَجْرِي اِلَيَّ اَجَلٌ مَّسْئُومٌ“ (کائنات میں ہر چیز وقت مقررہ تک چل رہی ہے) آج کون سچا ہے۔۔۔؟ ہاں آگئی ستارے نظر پڑ گئے، لوگوں کی چشمیں لڑنے لگیں، راتیں اجڑ گئیں ستارے دیکھ دیکھ کر۔۔۔ اور آخری فیصلہ یہ ہوا۔ Everything is moving in the universe پھر واپس آئے افاق کرنے کیلئے اور قرآن کو سچ ثابت کرنے کیلئے۔۔۔ اسی طرح بڑا نام ہوا البرٹ آئن سٹائن کا، بڑی جھوم مچی، Relativity تخلیق ہوئی، سائنس کی دنیا میں انقلاب آیا۔ خلاصہ یہ تھا کہ The universe is expanding کائنات پھیل رہی ہے۔ ذرا پندرہ سو برس پہلے جانیے اور دیکھئے جس نے کائنات بنائی ہے وہ کیا کہہ رہا ہے: ”وَالسَّمَاءُ بَنِينَهَا بَاسِدٌ“ (ہم نے آسمانوں کو اپنے قوت بازو سے بنایا) ”وَاَنَا لِّلْمُوسِعُونَ“ (اور ہم اسے پھیلا رہے ہیں) اب بتائیے کہ Is this the expanding universe of Eien Stein or the expanding universe of 'Lord God'. سائنس کی وسیع ہوتی ہوئی کائنات ہے یا یہ اللہ کی پھیلنے والی کائنات ہے۔ مگر اصول یہ ہے کہ خدا آپ کو جو انہیں ملے گا کیونکہ ظاہر ہے آپ اس قائل نہیں ہیں۔ آپ سے پہلے بھی ایک بڑے جرات آزما پیغمبر نے بھی اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ ”وَمُبَشِّرَانِ اللّٰهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (8:27) وہ تو ایک نبی اسے نہیں سہار سکا تو ہم کہاں سہاریں گے۔ ہم نہ تو باطنی طور پر اتنے مضبوط ہیں اور نہ ہی ہماری آنکھوں میں اتنی کشادگی ہے کہ ہم اللہ کو سمیٹ سکیں۔ ہم اسے دیکھ نہیں

نکس کے گرا ایک بات کا یقین جانیے کہ اللہ اپنے وجود سے نہیں بلکہ اپنی موجودگی کی دلیل سے بچانا جاتا ہے اور اس کی موجودگی کی دلیل قرآن ہے۔ جب آپ قرآن کی ایک ایک آیت کو ہر طریقے سے scientific انداز سے پرکھو گے تو اللہ کو جان جاؤ گے۔ ”کتاب احکمت ابنہ“ یہ اللہ کی حکیم آیات ہیں قرآن میں اللہ کا دعویٰ ہے کہ یہ آیات ہر دور ہر زمانے اور ہر وقت میں آزمائی گئی ہیں۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی کچھ آیات مقامی ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟ یہ اس لیے کہا جا رہا ہے تاکہ آپ پہلے ہی سے کچھ آیات کو neglect کرو۔ ”یارا یہ تو لوکل ہیں، یہ تو اس وقت کیلئے تھیں، اب ہمارے لیے تھوڑی ہیں۔“ جیسے فرض کرو کوئی شخص کہتا ہے ”الم - حمصق - کھبص“ تو سمجھ ہی نہیں آتے تو اس لئے جو چیز سمجھ میں نہیں آتی اسے چھوڑ دو۔۔۔ مگر اللہ کہتا ہے کہ قرآن کو غور و فکر سے پڑھو۔ اب بڑے بڑے دانشور نئے نکل آئے ہیں، وین لوئڈوں کھنڈوں کے ہاتھوں میں آج گیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کچھ آیات لوکل ہیں۔۔۔ تو اگر لوکل آیات ہیں تو پھر بھائی! آپ کو تو ضرورت ہی نہیں ہے انہیں پڑھنے کی۔۔۔ کتنی بے معرف پڑھائی ہوتی ہوگی جو آپ کے کسی کام کی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس قسم کا جبر بندوں پر نہیں رکھتا۔ وہ آپ سے کہہ دیتا کہ فلاں فلاں پارے سے چند آیات تمہارے لیے ہیں اور چند لوکل ہیں مگر local آج پندرہ سو برس بعد تک کیسے آسکتی ہیں؟ یہ احمقانہ تو جیہات اور اس قسم کی تعلیمات معاشرے میں کم فہم (lesser educated) لوگ پھیلا رہے ہیں جو خود کو intellectual کہتے ہیں مگر ان کو یہ کہنا بڑی نیا دتی کی بات ہے۔ اسی لیے بڑا مشہور محاورہ ہے کہ ”نیم حکیم خطرہ، جان اور نیم ملا سارا ایمان“۔۔۔

ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ The argument is based upon one major fact. major fact. اتھارٹی ہمیں جو version دے رہی ہے یہ اپنے آپ کو اللہ کہہ رہی ہے۔ مجھے اسے اللہ نہیں ماننا مگر میں اتھارٹی کو چیک ضرور کروں گا۔ اگر سائنسدان مجھے یہ کہتا ہے کہ

مسلل تجربات کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پانی ہمیشہ دھلوان کو جاتا ہے تو میں جب دو، چار، دس تجربات کروں گا تو میں مان جاؤں گا کہ سائنسدان کچ کہتا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ پورے قرآن کی تمام جملہ سائنسی وجوہات کو چیک کر کے تو آپ کو اللہ کو مان لینا چاہیے۔ میں نے آپ کو دو یا تین سائنسی وجوہات سنائی ہیں اور یہ ایک سوچ سمجھتر سے بھی زیادہ ہیں جیسے میں anthropology کے حوالے سے آپ کو بتا رہا تھا کہ ultimately God is right اگر ساری تحقیقات مستحکم ہو کر خدا سے نہیں مل رہیں تو وہ ابھی رستے میں ہیں، مگر جو researches انجام تک پہنچ جائیں وہ وہی ہیں جو قرآن کی آیت کے مطابق ہو جاتی ہیں۔ وہ researches complete ہو جاتی ہیں اور قرآن ابھی ختم نہیں ہوا قرآن انجام کائنات تک جا رہا ہے جہاں ابھی سائنسدان نہیں پہنچے، جہاں ابھی جدید انسان نہیں پہنچا۔ جدید انسان اپنی صدی کے توسط سے خدا کو challenge کر رہا ہے مگر خدا یہ صدی ختم کر کے بہت آگے نکل گیا ہے۔ ”واذ الشمس ککورت ۝ واذا النجوم انکدرت“ جب سورج لیٹ لیا جائیگا، جب ستارے سوخند لا جائیں گے، جب کائنات مردہ ہو جائے گی، جب زندگی ختم ہو جائے گی۔

”واذا زلزلت الارض زلزالها ۝ واخرجت الارض انقالها ۝ وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها ۝ بان ربک اوحیٰ لہا ۝“

قرآن پوری دنیا کی زندگی کو انجام تک پہنچا چکا ہے، خدا اپنی کائنات کو انجام تک پہنچا چکا ہے۔ کیا آپ اسے غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ مگر ابھی تو آپ خدا کی Mid term statement تک بھی نہیں پہنچے۔

”اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مظلہن“

(ہم نے سات آسمان تخلیق کیے اور اسی طرح کی سات زمینیں)

ابھی سائنسدان وہاں کہاں پہنچا ہے۔۔۔۔۔ ابھی تک وہ پہلی کائنات کی دلیز پر زندگی کے سراغ دھونڈ رہا ہے۔ اب کہیں سرخ میں بچارے کو برف ملی ہے۔ وہ قرآن کی اسی آیت پر دنیا دگر کے سرخ کی

برفوں میں زندگی کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ ”وجعلنا من الماء كل شيء حي“ (ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا) کیونکہ یہ آیت بتاتی ہے کہ جہاں پانی ہوگا وہاں زندگی ہوگی اگر مریخ میں برف ہے تو پانی ہے اور پھر زندگی بھی ہوگی، کسی نہ کسی قسم کی کوئی life تو ہوگی قرآن کے انہی نکتوں کی حسی بنیاد پر وہ مریخ میں زندگی ڈھونڈ رہے ہیں۔

جب ویل یہ ممتی ہے کہ اگر کوئی اچھے حسی یعنی لیجے سے آپ سے بات کر رہا ہے تو یا آپ اس کو غلط ثابت کر دیا پھر اس کا دعویٰ تسلیم کر لو۔ It's pure scientific یا اس کے دعوے میں exception پیدا کر دیا یا اس کے کسی رزلٹ کی غلطی ثابت کر دیا یا اس کی کبھی ہوئی کسی ایک آیت کو ہی جھٹلا دو مگر تھوڑا سا خیال رکھنا کہ یہ ہوو بھائی کا کام نہیں ہے، یہ پرویز بھائی کا بھی کام نہیں ہے۔ آپ میری مثال لے لو۔۔۔ اگر مجھے کوئی physicist اٹھ کر کہے گا کہ پروفیسر صاحب آپ یہ غلطی کر رہے ہو physics میں تو ایسے نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ آپ ٹھیک ہو، میں physicist نہیں ہوں۔ اگر میں غلطی کر رہا ہوں تو میں اسے ماننا ہوں مگر جب وہ scientist مجھے کہے گا کہ آپ کا دین یہ کہتا ہے تو میں کہوں گا کہ بھائی تم نے قرآن پڑھائی نہیں ہے تو تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو۔ یعنی جب تک دونوں طرف آپ ایک قسم کی research نہیں رکھو گے جیسے سائنسدان جب مذہب تک آتا ہے تو عجیب احتیاط باقی کرتا ہے۔ میں آپ کو Robert Boyle کا ایک خوبصورت قول سنانا چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے:

”کمال ہے کہ تمام سائنسدان ہزار کوشش کرتے ہیں کہ خدا کو موضوع سے خارج کر دیں، خدا کو اپنی research سے خارج کر دیں، خدا کو اپنے خیالات سے فارغ کر دیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ سب سے بڑا مسئلہ جو تمام سائنسدانوں کے سر پر چڑھا ہوا ہے وہ خدا ہے۔“

یعنی تمام سائنسدان زندگی بھر کوشش کرتے ہیں کہ کم از کم خدا ان کا مسئلہ نہ بنے۔۔۔ وہ کہتے ہیں:

”ہم خدا کے بارے میں نہیں سوچتے۔ وہ مفروضہ ہے، وہ یہ ہے، وہ وہ ہے“ مگر دنیا کے تمام فلاسفوں، تمام سائنسدانوں کا سب سے بڑا مسئلہ خدا ہے۔۔۔۔۔ ”تو بھئی خدا کو غلط ثابت کر دو تو نجات ہو جائے۔۔۔۔۔ اگر وہ غلط ثابت نہیں ہو رہا تو چپکے سے اسے مان لینے میں کیا تکلیف ہے تمہیں“۔۔۔۔۔

جب قرونِ اولیٰ (Middle ages) میں یورپ میں مذہبی تحریکات اٹھیں جن میں Protestant, Calvinism, Reformation, Renaissance شامل تھیں ان تحریکات کا پس منظر یہ رہا کہ Italian church کے خلاف سارا یورپ بغاوت کر رہا تھا اور انہوں نے ”مقدس املا“ کے خلاف جہاد شروع کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ کیوں کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔؟ کہ ملا تو کسی قیمت پر جنت نہیں لینے دے رہا تھا وہ کہتا تھا I have two certificates of redemption اس نے جنت کے حصول اور نجات کیلئے دو سرٹیفکیٹ رکھے ہوئے تھے ایک اعلیٰ درجے کی جنت کا امیر آدمی کیلئے اور دوسرا ”دنیوی درجے کی جنت کا غریب آدمی کیلئے۔۔۔۔۔ آپ نے شاید Martin Fork کا نام سنا ہو وہ انگلینڈ کا وزیر اعظم تھا جسے ”ہنری ہشتم“ نے اس کام پر لکھا تھا کہ مجھے ہر صورت پیسے اکٹھے کرنے ہیں۔ ”مارٹن فورک“ کو بادشاہ کا کٹا کہتے تھے۔ وہ غریبوں کے پاس جانا تو کہتا کہ یا تیری زندگی تو پہلے ہی low level پر گزر رہی ہے، تجھے صرف ایک روٹی چاہیئے لہذا دوسری میرے حوالے کر۔ جب وہ کسی امیر آدمی کے پاس جانا تو کہتا ”یا راتم عیش وعشرت کر کر کے بڑے موٹے ہو گئے ہو تمہارا مال بھی میرا ہی ہے، قاتلو دو ورنہ تمہاری تختی آجائے گی۔“ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا کٹا ہر صورت چلتا تھا، وہ ہر صورت ہر بندے سے پیسے نکلوا لیتا تھا اور اس نے ”ہنری ہشتم“ کی حکومت کے خزانے کو بھر دیا۔ وہ بڑا مشہور Lord of Exchequer تھا۔۔۔۔۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب enlightenment کی تحریک آئی، مذہب پر اعتراضات شروع ہوئے، سیکولرزم آیا اور پھر رفتہ رفتہ سیکولرزم کی گروتھ یعنی شروع ہو گئی تو اس حوالے سے سوال یہ ہے کہ ڈیموکریسی، سیکولرزم

enlightenment اور progress of man کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ کیا واقعی
 والاٹھیک طرح گاڑی نہیں چلا سکتا؟ کیا مولوی اچھی فائل ورک نہیں کر سکتا؟ (میں اپنے ہاں کی
 بات نہیں کر رہا۔ ہمارا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔) مگر اصل بات یہ تھی کہ اس وقت دین کے عالم نے
 دین کو بچپنا شروع کیا ہوا تھا یعنی ان دنوں جب مارٹن لوتھر کی calvinist تحریک شروع ہوئی تو
 رومن کیتھولک پادریوں کا یہ حال تھا کہ وہ جنت کے سرٹیفکیٹ بیچتے تھے۔ دس پاؤنڈ میں بڑی جنت
 اور پانچ پاؤنڈ میں چھوٹی جنت۔۔۔۔۔ اب غریب کیسے دے پانچ پاؤنڈ۔۔۔۔۔ اسے تو ایک پاؤنڈ ایک
 دن میں بھی نہیں ملتا تھا۔ وہ جنت کہاں سے لیتا۔ وہ پادری کو کہاں سے دیتا۔ یہ وہ معیار تھے جن
 کے خلاف سیکولرازم نے بغاوت کی۔ سیکولرازم وہ نقطہ نظر ہے جو مذہب کو سرے سے ہر قسم کی
 دنیاوی حدود سے نکالنا چاہتا ہے۔ ہالی ہاکس اور ٹریڈ لائسنس کے مصنف ہیں۔ سب سے پہلے ہالی
 ہوکس نے یہ لفظ استعمال کیا اور اس نے اپنے جملے میں یہ کہا کہ Secularism and
 religion are as apart as the land from the sea. جیسے سمندر زمین
 نہیں ہو سکتا، زمین سمندر نہیں ہو سکتی ایسے ہی مذہب سیکولرازم نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہ اس نے
 کہا: ”مگر تمہیں سیکولر ہونا ہے تو تمہیں ایک اچھا لادین (atheist) بننا پڑے گا۔“

یہ وضاحتیں کرتے ہوئے ہم آج کے دور تک آتے ہیں کہ ماڈرن زمانے میں مذہب
 سیکولرازم، جمہوریت (democracy) اور باقی systems کے ہاتھوں کس قسم کے مسائل کا
 سامنا کر رہا ہے اور کیا مذہب ان حالات میں زندہ رہے گا۔ بات یہ ہے کہ It's a
 discussion of morality یہ اخلاقیات سے حلقہ بحث ہے۔ سائنسی اور صنعتی
 ایجادات نے انسان کو ایک عجیب و غریب غرور بخشتا ہے۔ He is considering
 himself to be the god of earth, like Americans who
 teach their children that all Americans are like gods.
 (انسان اپنے آپ کو زمین کا خدا سمجھ رہا ہے۔ جیسے امریکی اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں کہ تمام امریکی

خدا کی طرح ہیں۔) یہ فلسفہ دنیا کے مغرب میں مقبول ہو رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ مذہب کے خلاف کیوں ہیں۔ مذہب ان سے کہاں لڑتا ہے؟ کہاں جنگ ہوتی ہے؟ کیا مذہب کہتا ہے کہ عنت نہ کرو، صداقت نہ برو، کیا مذہب کہتا ہے کہ تم اخلاق نہ برو، آخر کس جگہ جا کے مذہب ان کے خلاف بات کرتا ہے؟ یہ جو میں آپ کو بات بتا رہا ہوں یہ وہ بات نہیں ہے کہ جو عام لوگ سوچتے ہیں۔ یہ ایک خصوصی بات ہے کہ جدید زمانے میں سیکولر ازم کیوں مذہب کے خلاف ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کا انسان اتنی egocentricity پیدا کر چکا ہے، اتنا مترو ہو چکا ہے، اپنے آپ میں اتنا over confident ہو چکا ہے جیسے قرآن نے کہا تھا: "انہ کان ظلوماً جہولاً"۔ وہ اپنے آپ کو over estimate کر چکا ہے یعنی وہ باقی حقائق کو under estimate کر چکا ہے اور یہ morality کے اس لیے خلاف ہے کہ یہ اپنی ذات سے باہر کسی کا حکم ماننا نہیں چاہتا۔ اس کی ego (آنا) کبھی خدا کو قبول نہیں کرتی۔ Morality is basically religious اخلاقی قوانین بنیادی طور پر مذہبی ہیں۔ سیکولر ازم مذہب کو اس لیے نہیں ماننا کیونکہ یہ وہ moral قوانین نہیں ماننا چاہتا جو خدا کی طرف سے issue ہوتے ہیں۔ یہ تو ہم جنس پرستی کے قانون پاس کر رہا ہے، یہ تو ان کی properties کے قوانین پاس کر رہا ہے، یہ تو Freedom of sexes کے قوانین پاس کر رہا ہے۔ یہ خدا کے احکامات کو کیسے مانے؟ وہ ایک جملہ عام طور پر بولا ہے۔ What God has to do with our private matters? (خدا کو ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں) وہ اللہ کو ماننا چاہتے ہیں مگر اللہ کا حکم نہیں ماننا چاہتے۔ کیوں؟۔۔۔ وہ کہتے ہیں: "God has to do nothing with our private life." ہم انسانوں نے ڈیموکریسی کے ذریعے جو قوانین بنائے ہیں وہ بہترین قوانین ہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اخلاقیات کی بنیاد پر ان قوانین کو غلط کہے۔" وہ اس لئے مذہب کے خلاف ہیں کیونکہ مذہب انہیں اخلاقیات سکھاتا ہے۔ اور یہ morality کے قوانین کو قبول نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے مذہب کے اوپر ایک

option رکھ دیا ہے۔ یہ بڑا خوبصورت option ہے۔ ”اے اللہ میاں ہم تجھے مان لیتے ہیں۔
 تجھے خدا رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے۔ ہمارے پہلوں نے تو تجھے باہر نکال دیا تھا۔“ چلو ہم تجھے اللہ
 مان ہی لیتے ہیں مگر اپنی شرانگہ پرمانیں گے تو ایسا کر کہ شراب پینے کی اجازت دے دے۔ یہ جو
 کچھ ہم کر رہے ہیں اس کو دیکھو اور یہ سوا آج کی دنیا کے ساتھ تجھے کرنا پڑے گا تو اپنے قانون
 وغیرہ پرے کر۔۔۔ ہم چونکا سبیلیوں میں بیٹھ کر فیصلے کر چکے ہیں اس لئے اگر تو ان کو مان لے تو ہم
 تجھے خدا مان لیں گے۔ ”مذہب، سیکولرازم اور ڈیموکریسی کی یہ معطلہ خیز حالت آج تک پہنچ چکی
 ہے اور مذہب کا سنو۔۔۔ ان کو نہیں پتا کہ کیا فائدہ ہو رہا ہے اور کیا نقصان ہو رہا ہے نہ ان کو پتا ہے
 کہ وہ کس طرح سوچ رہے ہیں، کس طرح خیال کرتے ہیں، وہ صرف اس بات میں دلچسپی رکھتے
 ہیں کہ وہ کہیں کہ ہم نہیں مانتے کیونکہ مذہب لاعلمی اور کم علمی کا نشان ہو گیا ہے۔ اب اگلے زمانے
 کی طرف آئیے اور دیکھئے کہ مذہب میں کیا ہو رہا ہے۔ جیسے میں نے آپ سے کہا تھا I will go
 back again and I'll tell you that theory of 'all things' is
 God and nothing else. جس اللہ کو پتا ہے کہ میں نے زمین کیسے بنائی، میں نے
 آسمان کیسے بنایا، میں نے اس میں کیا اصول رکھے، میں نے اس کو کیا حقیقی رنگ دیا، میں نے اس
 میں کون سے بندے پیدا کیے اور کہاں تک کروں گا اور میرے رسولوں نے میرا پیغام پہنچایا۔ کمال
 کی بات ہے کہ آج بھی ہم لوکل نوآبادیوں کا ذکر کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے بھی کوئی
 نوآبادی زمین پر تخلیق کی ہے فرق یہ ہے کہ ہم دوسرے لوگوں پر جبر و ستم کیلئے یہ نوآبادیاتی نظام
 تخلیق کرتے ہیں اور اللہ نے یہ نظام رحم و کرم کیلئے تخلیق کیا ہے۔ ”مُحَمَّدٌ عَلَىٰ نَفْسِهِ رَحْمَةٌ“
 میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ سائنس ہمیں کیا آفر کرتی ہے؟ نہ اندھا آخر میں سائنس ہمیں کیا
 دیتی ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ کائناتی طور پر Cold stars are extracting
 energy from the warm stars. کچھ گرم ستارے ہیں اور کچھ ٹھنڈے ستارے
 ہیں۔ یہ ترسیل حرارت جاری ہے۔ گرم ستاروں سے حرارت نکل کے ٹھنڈے ستاروں کو جاری

ہے مگر ٹھٹھے ستارے گرم ہونے کے بعد گرم ستاروں کو تبدیل نہیں کر سکتے اس لیے انجام یہ ہے کہ کچھ اربوں سالوں کے بعد تمام کائنات مردہ، بج بستی اور خالی ہوگی اور کسی کی زندگی کا کوئی chance نہیں ہوگا کیونکہ گرم ستاروں کی حرارت ختم ہو جائے گی اور ٹھٹھے ستاروں کی حرارت بھی ساتھ ہی ختم ہو جائے گی اور پوری کائنات ایک بج بستی سمندر ہوگا جہاں پر کسی بھی حال میں زندگی پنپ نہیں سکتی کائنات کا یہ وہ end (اختتام) ہے جو سائنس پیش کر رہی ہے۔ دوسرا end سائنس یہ پیش کرتی ہے کہ زمین کے ارد گرد لاکھوں سیارے گھوم رہے ہیں جیسے اللہ نے قرآن میں کہا کہ اگر میں آسمانوں سے ایک پتھر پھینک دوں تو تم زمین والے خواب و خیال ہو جاؤ۔ We Asteroids are coming very close to the earth اور جب بھی کوئی بڑا asteroid زمین سے ٹکرا گیا تو ہم رخصت ہو جائیں گے۔ ہم انسانوں کی کوئی بچاؤ نہیں۔ ہمارا انجام موت ہے۔ Total Annihilation ایک تیسرا انجام جو ہمیں سائنس بتلاتی ہے وہ تو روز آپ اخباروں میں پڑھتے ہو کہ اوزون layer کم ہو گئی ہے، حرارت بڑھ رہی ہے، قطبین پر برف پگھل رہی ہے اور ساری زمین زیر آب آنے والی ہے اور ایک end میں نے بھی سوچا ہوا ہے کہ آبادی بڑھ رہی ہے، رزق کم ہو رہا ہے، ہم ایک دوسرے کو قتل کریں گے، ماریں گے جیسے اب ہوا شروع ہو گیا ہے اور پھر تھوڑے سے لوگ بچ جائیں گے جن کو زمین پوری آ جائے گی اور ان کو روٹی بھی پوری آ جائے گی اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ Most of the people have to die. ایک پانچواں اور آخری انجام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار کھسکا ہوا کسی سائنسدان کے ہاتھ آ جائے اور سائنسدان کوئی romantic تھوڑا ہی ہوتا ہے یا اس نے غزل، الغزلات تھوڑا ہی گائی ہے۔ وہ اندازہ لگا لے گا کہ آکسیجن اتنی ہے، برف اتنی ہے، کاربن ڈی آکسائیڈ اتنی ہے، پڑھنا اتنی ہیں، ہارمونز اتنے ہیں۔۔۔۔ اتنے انسان زمین پر چائیں اور وہ باقی تمام انسانوں کو ہٹ کر کی طرح گیس سنگھاڑے گا اور یہ ایک بہت قدرتی سا انجام ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہوگا مگر میں کہتا

ہوں کہ یہ بڑا نیچرل سا end ہے۔ ذخائر کی کمی زمین کی قلت جیسے آپ ہر روز اخبار دیکھتے ہو ایک خبر بار بار لگی ہوتی ہے کہ پانی کی قلت پاکستان اور بھارت میں جنگ کا سبب بنے گی، ایٹمی جنگ کا سبب بنے گی، پانی کے بغیر آپ زندہ نہیں رہ سکتے ہو لہذا مروگے اور مارو گے۔ کیا پھر آپ کے پاس کوئی اور امید ہے۔۔۔؟ امید صرف مذہب کے ساتھ ہے امید صرف اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ اللہ جو آپ سے روزِ محشر کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ جو آپ میں سے کچھ کو انجام کیلئے چتا ہے۔ وہ جو آپ کو اربوں سالوں کی کبکشتانی زندگی کیلئے چتا ہے اور جو اپنے پہلے claim پر قائم ہے۔ ”انسی جاعل فی الارض خلیفۃ“ اور اس حکومت کیلئے اس کی اطاعت ضروری ہے جیسے اقبال نے کہا:

وہ ایک مجدد جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار مجددوں سے دنیا ہے آدمی کو نجات

اگر ہم اسے تسلیم کرتے ہیں جس کو جھٹلانے کی کوئی reason ہمارے پاس نہیں ہے اور اگر بتو قرآن کی کسی ایک آیت کو جھٹلانا ہوگا اگر خود کو زور آور سمجھتے ہو اور ویل والے ہو تو قرآن کی ایک آیت جھٹلا دو گراس کی تصدیق کیلئے کسی ان پڑھ اور uneducated بندے کے پاس نہ جانا:

”فَسَلُّوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون“ (پس پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے)

بلکہ اس کے پاس جانا جسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ ”وَالرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ۔۔۔“ (پختہ علم والے)

علم فراست سے ہے۔ جو اللہ کے بندے ہیں وہ اللہ کے خوف سے علم حاصل کرتے ہیں اور وہ عالم اللہ کے لہاوے گئے ہیں۔ ”انما یخشی اللہ من عبادہ العالمن“ (بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اس کے عالم ہی ڈرتے ہیں۔) تو پھر یقیناً The religion offers you a very brilliant end of this world. خدا کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ دیکھیے! یہاں ذخائر کی کتنی کمی ہے اور اُدھر اللہ میاں کتنا مال لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زمین کو زمین سے بدل دیں گے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں ایک ایسی جنت میں لے کے جائیں گے جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کے اربوں اور

کھریوں ستاروں سے بھی زیادہ ہے۔ Do we really believe in God and
then we claim we are muslims.

اسلام اور ایمان دو movements ہیں۔ اسلام ایک ابتدائی قدم ہے۔ It's a
quantum jump, It's a suddenness. quantum jumps (اچانک تبدیلی) میں ہے۔ جب ایک آدمی کلمہ پڑھتا ہے تو یہ بھی ایک quantum
jump ہے کہ جب آپ اپنی بے خبری اور لاعلمی سے کہتے ہیں: ”لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول
الله“ تو آپ اپنی جان کو عذاب میں ڈال دیتے ہیں۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنی جان کو عذاب
میں ڈال لیتے ہیں کیونکہ۔۔۔ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کوئی خدا نہیں مگر صرف ایک اللہ تو پھر اس ایک خدا
تک پہنچنے کیلئے آپ کو کتنے ملین اور بلین خداؤں کو reject کرنا ہوتا ہے۔ یہ بحث ہے، یہ
جدلیات ہے یہ غور و فکر کی جنگ ہے کہ ہم نے صرف ایک صفت خداوند تک پہنچنے کیلئے کتنے
خداؤں کی نفی کرنا ہوتا ہے۔ اقتدار کے خدا، آستیوں کے چھپے ہوئے دیوتا، ہمارے باطن کے
خفا، ہمارے بزرگوں کی روایتیں ہمارا تہل کر دیا، ہمارے رسم و رواج، ہماری سوچیں جو کسی نہ
کسی مقصد سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان سے آزاد ہو کر ہم نے پروردگار عالم کو اپنی Top
priority بنا کرنا گویا کی طرح ابھرے ہوئے جو خواہشات و خیال ہیں ان کی اہمیت کم کرنی ہوتی
ہے۔ جب آپ کے خوبصورت گھروں کے آگے گاڑیں بے مہار ہو جائیں تو وہ آپ کو کانٹا پڑتی
ہیں۔ جب آپ کے دل میں خرچ بڑھ جائے، ایسی بوئیاں بڑھ جائیں جہاں عقل کا جانور نہ چھ
سکے تو آپ کو اپنے دل کی اس سب و شتم کو کاٹنا ہوتا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ اعتدال کیا ہے؟ خدا
آپ سے کیا ڈیمانڈ کرنا ہے اور کیا رباتِ عالیہ اس نے آپ کیلئے رکھے ہیں، وہ مالکِ نجات ہے
اور اگر آپ اس کے ساتھ وابستہ ہوں تو صاحبِ نجات ہوں گے۔ سائنس کو ہم نے Tone
down کرنا ہے۔ تکبر اور ذاتِ انسان کو Tone down (کم جارح) کرنا ہے۔ ان سے
غلام کی طرح مدد لیتی ہے، انہیں اپنے ذہن کا آقا نہیں بنانا۔ There is no conflict

between science and religion. Only science has to behave مدب اور سائنس کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ صرف سائنس کو خود کو درست کرنا ہوگا۔ دو اور دو چار کی خلاقیت میں وہ اپنے آپ کو moralist نہیں ثابت کر سکتی۔ کوئی سائنسدان اپنے آپ کو moralist ثابت نہیں کر سکتا اور ایک versatile changeable information کی وجہ سے وہ اللہ کی حقانیت اور اس کے ultimate word کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ تاریخ، فلسفہ، علم اور قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ باقی تمام انسانوں کے gain کر وہ نتائج اس وقت تک صحیح ہیں جب تک وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ جب تک کوئی ریسرچ قرآن تک نہیں پہنچتی تو وہ رستے میں ہے مدب بھی چلنے کا رستہ ہے، سائنس بھی چلنے کا رستہ ہے، دونوں رستے انکسار سے چلتے جائیں، under estimation سے نہ چلیں اور over estimation سے نہ چلیں تو دونوں راستے بالآخر خداوند کریم کی شناخت تک پہنچتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

نا جائز ٹیکس اور حکومتی نظام

سوال: آپ نے نا جائز ٹیکسز اور ظلم و ستم پر مبنی نظام کے بارے میں کوئی پیکیج نہیں دیا اور نظام کی تبدیلی کے بغیر معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟

جواب: جب کسی معاشرے میں ایک major priority یعنی اصول اور اخلاق سے diversion ہو جائے تو پھر لامحالہ انصاف پر ضرب لگتی ہے اور اس کے نتیجے میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان ایک بہت بڑا خلا آ جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس شخص کو عامل بھی نہیں بناتے تھے جو خود اس کی خواہش کرنا تھا۔ چلیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا عجیب و غریب اصول آج کے ہیں اور کیا عجیب و غریب اصول مذہب کے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے عاملِ زکوٰۃ مقرر کیا جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں مقرر نہیں فرمایا اور اصول یہ رکھا کہ جو خود کہتا ہے یا مانگتا ہے اس کو ہم عامل نہیں مقرر کریں گے کیونکہ اس میں ہر صورت ایک وجاہت ظنی اور خواہش اقتدار آ جاتا ہے مگر ہمارا جمہوری نظام شروع ہی اس دھوکے سے ہوتا ہے کہ میں ہی آپ کے مسائل کا حل کروں گا اور میں ہی وہ واحد ذریعہ ہوں۔ ایک خبر کی ذات میں تو یہ دھوکا صحیح ہے جیسے حضرت یسوع نے بائبل سے کہا کہ میں حقیقہ اور امین ہوں، میں قوی ہوں، میں تیرے خزانوں کی بھی حفاظت کروں گا اور تیرے معاملات کی بھی تو خبر خدا کی تائید سے ایسا جملہ کہہ سکتا ہے مگر کوئی بھی دوسرا شخص ایسا کہنے کا حق نہیں رکھتا۔

پارٹی یا Individual elections میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ ایک پارٹی اعلان کرتی ہے کہ جی ہم یا ہمارا جو گروہ یا گروپ ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ دوسری پارٹی اس چیز کی تردید کرتی ہے مگر آپ کیا کرتے ہیں؟ اگر ہم کسی پارٹی کو allow کریں کہ وہ ملک و ملت کی خدمت یا عوام کیلئے جو آرزو رکھتی ہے یا جو دعویٰ رکھتی ہے اس کو مکمل کرے تو پھر آپ کیا کرتے

ہیں؟ دیکھنا یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہونے چاہئیں جو بہتر تعلیم یافتہ اور well committed ہوں یا جن کو یقین ہو کہ وہ واقعتاً خدمت الناس کیلئے نکل رہے ہیں اور خدمت کریں گے حضور گرامی مرتبت ^{علیہ السلام} سے پوچھا گیا کہ کیا اپنی قوم سے محبت کرنا تعصب ہے۔ (یہ بڑا اچھا سوال ہے اور آپ کے بہت سے political مسائل کا حل ہے) آپ ^{علیہ السلام} نے فرمایا: ”نہیں مگر اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرنا تعصب ہے۔“ تعصب یہ نہیں کہ تم اپنی قوم سے محبت نہ کرو مگر تعصب یہ ضرور ہے کہ اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو۔ ہم اپنے سیاسی نظام میں جو ایک بڑا عذر رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی پولیٹیکل selection یا انتخاب کیلئے ہم اس میں اپنی نسبت، ذات اور برادری ضرور لے کر آتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ظالم ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ ایسا کوئی کام کرنے کیلئے اہل ہیں۔ یہ خدمت انسان، خدمت خاندان اور خدمت قوم کے لئے نا اہل ہیں۔ اس کے باوجود جب ہم ان کو ووٹ دیتے ہیں تو ہم تعصب کی نذر ہو جاتے ہیں۔

نکس ہوں یا نہ ہوں سوال تو یہ ہے کہ آپ نکس خوشی سے کیوں نہ دو۔ جب آپ ان سڑکوں سے گزرتے ہو اور آپ کو مناسب، متوازن اور اچھی سڑکیں نظر آئیں تو آپ نکس دیتے کو مائنڈ نہیں کرو گے پاکستان میں جس سڑک کا return کیا ہے؟ میں نے پچھلے مہینے ہی دیکھا کہ سات ہزار سے لے کر ساٹھ ہزار تک گیس کے فی آئے ہیں تو کسی ظالم حکمران نے یہ سوچا کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ ان لیڈروں کی مدد کون کر رہا ہے؟ سوائے آپ کے اور کوئی نہیں کر رہا۔ آپ ووٹ کے ذریعے ان کی مدد کرتے ہو۔ ہم تو جنوں اور محبت میں ووٹ دے رہے ہیں۔ ہم تو انصاف کو ووٹ ہی نہیں دے رہے۔ ہم تو اخلاق کو ووٹ ہی نہیں دے رہے۔ ہم اپنے مسائل کو ووٹ نہیں دے رہے ہیں۔ ہم تو ان بے رحم لوگوں کی مدد کر رہے ہیں جن کو ہمارے interests کا ذرہ برابر خیال نہیں ہوتا۔ جو نبی وہ منتخب ہوتے ہیں آپ کی میموری ان کے ذہن سے ہوا ہو جاتی ہے اس لئے یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ آپ کس کو ووٹ دیتے ہو اور کس لیے ووٹ دیتے ہو پھر آپ کے مسائل حل ہونگے۔ مسائل آپ نے خود حل کرنے ہیں، یہ آپ کے نمائندے نہیں کریں گے۔ ان

کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ But if you put on one honest and sincere man which you believe honest and sincere. چیز سے بڑھ کر فیملی سے بڑھ کر ہر قدر سے آگے جا کر آپ فیصلہ کریں کہ ہم نے ایک ایماندار کو ووٹ دینا ہے، ہم نے ایک کوالٹی کو ووٹ دینا ہے، ہم نے نہ فیملی کو ووٹ دینا ہے اور نہ کسی ایسے ظالم کو جن کو ہم بار بار پرکھتے ہیں۔ مومن تو ایک سوراخ سے بار بار ڈسا بھی نہیں جاتا۔ آپ مومن نہیں ہو، آپ بار بار اسی سوراخ سے ڈسے جاتے ہو۔ اس لئے آپ اچھا مسلمان بننے کی کوشش کرو۔

سیاسی حالات میں تحریک دکھانے کا کردار

سوال: اس وقت جو سیاسی حالات چل رہے ہیں کیا ان میں گھر بیٹھ کر تبدیلی کا انتظار کرنا چاہیے یا عملی طور پر اس میں شامل ہو کر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ کیا دھڑا پاکستان کی تاریخ پر دور رس نتائج مرتب کرے گا؟ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: دور رس نہیں بلکہ بڑے قریب کے اثر مرتب کرے گا، یہ حالات کچھ دنوں میں ختم ہو جائیں گے۔ ابھی تو ایک جنگ strategy of terrorism لڑی جا رہی ہے۔ It is a psychological warfare between the parties. One party is tactically trying to delayed the matter end get advantage and other party is putting the pressure on to get advantage. مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں یہ کہتا چاہوں کہ جب ہم اپنی اس عظیم لیڈر شپ کو دیکھتے ہیں تو بد قسمتی سے میں گواہ ہوں کہ جو بھی اس وقت کی مقتدرہ اعلیٰ شخصیتیں ہیں انہوں نے وہ سب وعدے کیے تھے جو انہوں نے توڑ دیئے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اتنی اچھی پوزیشن پر جا کر ہم اپنے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ ہم جھوٹ بول دیں گے مگر اگر آپ کے ملک کے ذمہ دار ترین افراد آپ سے مسلسل جھوٹ بول رہے ہوں تو پھر آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر ذمہ دار

انکارا بلیس اور کن فیکون

101

تھوڑی سی مختلف ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوح محفوظ ماسٹر پلان ہے۔ اس بات کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کو اس طرح سمجھیں کہ ہم ایک بستی بسانا چاہتے ہیں۔ اس بسنے سے پہلے اس کا نقشہ تیار کرتے ہیں۔ اس کے sources دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنے بندے بستے ہیں، انہیں کتنا پانی چاہیے، کتنی گیس اور بجلی چاہیے۔ اگر ہم عام چھوٹے سے انسان ایک چھوٹی سی کمیونٹی بسانے کیلئے اچھے سارے پلان بناتے ہیں، پھر ہم ایک ماسٹر پلان بنا کے کہتے ہیں Go ahead, start working on this plan. اسی طرح پرووڈنگا برعالم نے کائنات اور زندگی کے بارے میں ایک ماسٹر پلان بنایا کہ وہاں کیسے زندگی کو اجاگر کرنا ہے، وہاں انسان کتنے ہونگے، کتنا رزق اس میں رکھنا ہے، کتنا پانی رکھنا ہے اور کتنے قحط دینے ہیں کیونکہ یہ جبر و قدر کی دنیا ہے، آفات و بھونکوں کی دنیا ہے تو اس نے سارا ماسٹر پلان بنا کے اسے لوح محفوظ کہا۔ لوح محفوظ میں کیا کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اس کی ایک چھوٹی سی جھلک قرآن حکیم میں اللہ نے اس آیت سے دی ہے۔ ”وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا“ (زمین پر ایسا کوئی جانور نہیں جس کا رزق اللہ پر نہ ہو۔) یعنی لوح محفوظ میں سب سے زیادہ بندوں کے رزق کی فکر کی گئی ہے، ان کو گناہ کیا ہے۔ jobs بنائی گئیں، پیسے تخلیق کیے گئے، اگر آپ ان پیسوں سالوں کے پیسے دیکھو اور پچھلے پچاس سالوں کے پیسے دیکھو تو آپ حیران رہ جاؤ گے کیونکہ ان میں کوئی مماثلت نہیں ہے کہ پہلے لوگ کن ذرائع سے کماتے تھے اور اب کن ذرائع سے کماتے ہیں۔ پہلے آئی ٹی (IT) نہیں تھی۔ آج ہر کام IT سے ہو رہا ہے۔ جوں جوں انسان بڑھتے ہیں ان کی اقدار بھی بدلتی ہیں۔ یہ سب کچھ pre-guessed ہے۔ ”وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا و یعلم مستقرھا و مستودعھا“ اور اللہ کو پتا ہے کہ کس نے کہاں کہاں جانا ہے؟ کہاں کہاں رکنا ہے؟ کیا کیا کام کرنے ہیں مگر یہ کہاں درج ہے۔ ”کمل فی کتب مبین“ (سب کچھ لوح محفوظ میں ہے) اس ماسٹر پلان میں آپ کی کوئی physical movement آزاد نہیں چھوڑی گئی۔ آپ کا رزق آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ آپ کا کوئی انداز زندگی آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ سوائے ایک کے۔۔۔ کہ ہم نے دیکھا یہ ہوتا

ہے کہ یہ ساری زندگی کی اقدار کس لئے بنی ہیں۔ اگر حرکت کر رہے ہیں تو کیوں کر رہے ہیں۔ اگر ہم کوئی کوشش کر رہے ہیں تو کیوں کر رہے ہیں۔ اس کا قطعاً مطلب جبریت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ میرے ذمے کیا کام ہے اور اللہ کے ذمے کیا کام ہے۔ اللہ کے ذمے رزق ہے، زندگی ہے، بچے ہیں، عزت ہے، توہین ہے، مراحمہ زندگی ہیں۔ ”زین للناس حسب الشهوات والبنین القناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والا نعام والحرث ذلک متاع الحیوة الدنیا“ یہ سب کچھ دینے کے بعد آپ سے اللہ نے کہا: ”اے انسان! اے غلیظہ اللہ فی الارض! یہ تیرا پروٹوکول ہے۔ تمہیں عزت اور وقار کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ You are born with dignity. You are born within parents because you cannot survive alone. تم واحد ایسے بچے ہو، تم جانور کے بچے نہیں ہو، تم special creation ہو، تم آدم کی اولاد ہو۔ تم اپنے ماں باپ کے بغیر نہیں زندہ رہ سکتے اس لئے پہلے ماں باپ دیئے گئے، مگر عطا کیا گیا اور ساری protection دی گئی۔ اس سارے پروٹوکول میں کچھ استثنا (exceptions) ضرور ہیں مگر exceptions ایک جنرل law نہیں ہوتا۔ general law یہی ہے جو اللہ نے دیا ہوا ہے پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ دیکھو انسانو! یہ تمام سہولتیں میں نے تمہیں صرف ایک کام کیلئے دی ہیں۔ ”اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اَمْ شَاكِرًا وَاَمْ اَكْفُورًا“ (چاہے تو مجھے مانو چاہے تو میرا انکار کرو) یہ تمام اسباب جو بنائے گئے یہ well measured اور well protected ہیں اور لوح محفوظ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جب ڈرافٹنگ ہو چکی، نقشہ بن گیا، اللہ نے ارادہ کیا تو کہا: ”مَنْ فَيَكُون“ تو کن فیکون سے مراو کی کائنات کا چارٹک وجود میں نہیں آتا ہے بلکہ ماسٹر پلان کا اجرا ہو جاتا ہے۔

نواز شریف کا مستقبل

سوال: آپ کے خیال میں نواز شریف کا مستقبل کیا ہے؟

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا حالانکہ اس کی بیوی اس کے پورے حقوق ادا کرتی ہے لیکن وہ شخص بظاہر نیک ہے، نمازی ہے، پرہیزگار بھی ہے تو کیا وہ جنت میں چلا جائے گا اور کیا پھر اس کو حوریں بھی عطا کی جائیں گی حالانکہ اس کا دنیا کا تجربہ تو کچھ اچھا نہیں گزرا

تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: میرے ساتھ بیٹھے ہوئے توفیق صاحب پوچھ رہے ہیں کہ وہ کونسی بیوی ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ خاوند پر اپنے حقوق جنگائے جائیں مگر We are exploiting God and Prophet for our own purposes. کے حقوق کی بات آتی ہے تو وہ حقوق گنواہی ہے جو اللہ نے خاوند کو اس کے بارے میں دیئے ہیں۔ جب خاوند کی باری آئے تو وہ دایہ ایک حق بھی نہیں بتائے گا جو بیوی کا ہے وہ سارے اپنے بتائے گا۔ In both the cases I think we exploit the book of God. مگر جیسے یہ خاتون محترم سوال کر رہی ہیں اگر اس قسم کا کوئی factual واقعہ ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ خاوند بہت بد قسمت ہے۔

خدا کی پہچان کی دلیل

سوال: Atheists say that God was dead and reason was

born and we all are reasonable please debate?

جواب: یہ تو آپ کو بتا ہے کہ میں اسی بات پر اتنا طویل لیکچر دے کر آیا ہوں۔ ہمیں اس بات سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں کسی بات کے مجنونانہ تعصب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کوئی بھی کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا تو کیا اس کے پاس انکار کی دلیل ہوتی ہے۔؟ نہیں۔۔۔ اسی طرح ہمارے ہزاروں لوگ کہتے ہیں کہ وہ خدا کو مانتے ہیں تو کیا ان کے پاس اقرار کی دلیل ہوتی ہے۔؟ نہیں۔۔۔ سوال یہ ہے کہ بہر حال خدا کو جاننا پہچاننا ایک بڑی مشکل بات ہے۔ یہ بہت ہمت کا کام ہے۔ دو قسم کے faith ہیں۔ کسی نے مجھ سے سوال پوچھا تھا کہ اگر پڑھے لکھے آدمی کا کام ہی خدا کو جاننا ہے تو غریب کیا کرے گا، اُن پڑھ کیا کرے گا، کم علم کیا کرے گا تو میں نے اس سے کہی کہا تھا اور اب بھی کہی کہہ رہا ہوں کہ جو یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اس کے پاس ذہانت ہے، جو یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اس کے پاس علم ہے، جو مقابل دنیا میں اپنے آپ کو Intellectual کہتا ہے،

جو سمجھتا ہے کہ میں عقل و فہم کا ایک دستور اور مینار ہوں اس کو تو چاہیے کہ وہ خود خدا کو کفرم کرے اور اگر کوئی ایسا نہیں ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ I don't have the time, I don't have the patience. میرے پاس اتنی استعداد، اتنی استقامت نہیں ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ وہ کوئی اللہ کا بندہ تلاش کرے۔ یہی ایک آسان طریقہ ہے کہ پھر وہ کسی پر اعتبار کرے جیسے ہم سب لوگ اعتبار کرتے چلے آ رہے ہیں کیونکہ وہ شخص اس کیلئے محنت کر چکا ہے اور یہی چیز ولایت الہیہ ہے۔ ولایت الہیہ کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کلام میں فرمایا کہ میری امت کے اولیاء بنو اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں کیونکہ وہ میری امت کو ہر زمانے میں رہنمائی دیا کرتے رہیں گے۔

مزارات اولیاء پر وہشت گردی

سوال: آج کل کے اولیائے کرام کے مزارات کو وہشت گردوں نے اپنے نشانے پر رکھا ہوا ہے اور ان میں وہ ہر جگہ رہی شامل ہیں جنہوں نے آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کی والدہ محترمہ کو دی تھی آپس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جواب: اس واقعے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے کہ وہ سچ ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ میری والدہ میری پیدائش کے وقت بالکل اکیلی تھیں اور بہت گھبرائی ہوئی تھیں۔ یہ نوشہرہ کا واقعہ ہے اس وقت انہوں نے خواب میں ”کا کا صاحب“ کو دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ خواتین کو کچھ اس قسم کا ویسے بھی اشتیاق ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت کسی نہ کسی اولیائے کرام کی زیارت کرنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں مگر جو ان کے مزارات کی بے حرمتی کر رہا ہے یا اپنے تعصبات کو ظاہر کر رہا ہے تو وہ یہ بات نہیں جانتا کہ قول قرآن حکیم کے مطابق وہ زندہ ہیں۔ اگر میدان جنگ میں چوٹ کھایا ہوا شہید زندہ ہے۔ ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ“ (جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اسے مردہ نہ کہو) اگر شہید زندہ ہے، بقول رسول کریم ﷺ جہاں بطنش جہاں شمشیر سے اڑی ہے، تو وہ ایک بہتر شہید ہوئے۔ اگر ان شہداء کی قبروں کی بے حرمتی کریں گے تو ان شہداء کا تو کچھ نہیں بگڑے گا مگر میرا خیال ہے کہ ان کی اپنی عاقبت ہمیشہ

کیلئے بگڑ جائے گی۔

اسما کا شخصیت پراثر

سوال: ناموں کا شخصیات پر نصف اثر ہوتا ہے لیکن آپ کیسے نام کے ذریعے شخصیت کی تمام پرتمیں افشاء کر دیتے ہیں؟

جواب: That's my trade secret... میں جب آپ کی طرح تھا۔ طلب و تلاش میں رہتا تھا تو ایک دن قرآن حکیم پڑھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں روز پڑھتا ہوں: ”السم o ذلک الکسب لاریب فیہ“ باقی آیت کا تو مجھے پتہ ہے مگر یہ ”السم“ کیوں پڑھتے ہیں؟ پھر میں نے دیکھا کہ بعض مفکر۔ بن حاضر یہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کا نکیہ کلام تھا تو میں نے سوچا کہ ”یہ عرب کا نکیہ کلام اللہ مجھے خواہ مخواہ ٹرانسفر کر رہا ہے۔ میں تو پنجابی بولنے والا ہوں۔“ مجھے یہ نکیہ کلام والی بات صحیح نہیں لگی۔ میں نے ایک دن اللہ سے کہا کہ اگر سارا قرآن فہم و فراست کے لیے نہیں ہے، سمجھنے کیلئے نہیں ہے تو پھر آپ خواہ مخواہ ہر وقت کیوں یہ کہتے رہتے ہو کہ غور کرو فکر کرو۔۔۔۔۔ یہ چودہ حروف مقطعات تو نکل گئے، پھر ان کے ساتھ منسلک آیات بھی نکل گئیں اور اگر یہ راز ہیں جو کھلنے والے نہیں ہیں تو پھر قرآن پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ یہ ایک قسم کی گستاخی و خیال کر کے میں ڈھونڈنا پھرتا رہا اور سوچتا رہا مگر میں نے کوئی جلدی نہیں کی۔ اصل میں علم میں جلدی مہلک ہوتی ہے۔ ایک دن نہیں عربی کے بارے میں ”لوئیس میسین“ کی کتاب پر بحث ہو رہی تھی، لوئیس میسین نے انگریزی کے بارے میں ایک جملہ لکھا کہ He was a specialist of the subject of catagories – catagories کا لفظ میرے ذہن سے چٹ گیا۔ What catagories? اصل میں جس انگریز نے یہ لکھا تھا اس کو بھی کچھ پتا نہیں تھا اور جس کے بارے میں لکھا جا رہا تھا اس کو بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ catagories کا لفظ میرے دماغ سے stick ہو گیا۔ میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ایک الہامی سوچ تھی کہ Suddenly it came in my mind that when God created all these things there

must be simple and initial catagories. وہ
 catagories ہیں تو جب language شروع ہوئی ہوگی، اسماء شروع ہوئے ہوں گے،
 جب کتابت شروع ہوئی ہوگی، جب انسان نے ترتیب دینا شروع کیا ہوگا تب بھی تو کوئی
 basic catagory بنی ہوگی۔ پھر میں نے ایک دن مسجد اہل بیت میں ایک حدیث پڑھی کہ
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا ”یہ کیا بات ہے کہ بعض لوگ بڑے اچھے،
 بڑے نیک، بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں مگر ہمارے دل کو نہیں لگتے، ہمیں اچھے نہیں لگتے اور
 بعض بڑے خبیث، بڑے بے ایمان اور بڑے ایسے ویسے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں
 بڑے اچھے لگتے ہیں اور ہم ان کی دوستی چاہتے ہیں تو یہ معاملہ کیا ہے۔“ حضرت علیؓ نے فرمایا:
 ”اے امیر المؤمنین میں نے یہ سوال حضور گرامی مرتبت سے پوچھا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ
 جب آسمان پر اللہ نے ارواح کے لشکر ترتیب دیے تو بعض کی بعض سے محبت اور بعض کی بعض سے
 مخالفت ٹھہرا دی۔“ ذرا اس بات پر غور کیجئے گا۔۔۔۔۔ آپ کو یاد ہے کہ زمین پر بھیجنے سے پہلے اللہ
 نے آدم سے کہا کہ ”نیچے اترو ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کا دشمن ٹھہرایا۔“ جو سانپ آپ کو ڈستا
 ہے تو اس پتھارے کا کوئی قصور نہیں ہے اللہ نے اسے آپ کا مخالف ٹھہرا دیا ہے، کچھ کو آپ کا
 مخالف ٹھہرایا ہے، کتے کو آپ کا وفادار ٹھہرایا اور بلی کو گھر کا جانور بنا دیا حالانکہ اگر دیکھا جائے تو
 نولا کیا چیز ہے جو بڑے بڑے سانپوں کو مار لیتا ہے تو خدا نے کچھ اسماء کو کچھ اسماء کی مخالفت دے
 دی اور کچھ کو کچھ کی موافقت دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ انسان جب زمین پر
 آتے ہیں تو چاہے وہ جہاں بھی ہوں جدھر بھی ہوں وہ انہی اسماء کے مطابق حرکت کر رہے ہوتے
 ہیں۔ اس کا ایک اور بھی مطلب تھا کہ ان اسماء کے ذریعہ لوگ آئے جائیں۔ مثلاً آپ تو
 آرام سے گھر بیٹھے ہو، شریف ہو، نیک ہو۔ آپ کو پرالیم ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ تو صبح و شام
 بڑے اچھے جا رہے ہو مگر خدا ایک ایسا اسم آپ کی زندگی میں لے آئے گا کہ وہ آپ کیلئے وبال بن
 جائے گا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ اس کے دام انیسیت میں الجھ جاؤ گے اور پھر آپ کو گے کہ میرا

کیا قصور تھا۔ I didn't want to be this but you were in it. You were made to suffer. جب میں نے اس پر مزید غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ basic catagories یہ اسماء ہیں جو حروفِ مقطعات کہلاتے ہیں۔ And after this I went on to discover and to know almost everything کیا جاسکتا جو صرف علم کی حد تک ہے۔ اسی وجہ سے میں لوگوں کو جانتا ہوں اور مجھے شاید یہ سہولت اس لئے بھی اللہ نے دی کہ مجھے بہت سے لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ اگر میں ان پر اعتبار کر لوں تو ہر ایک سے دھوکہ کھاؤں۔

But It is never never used, never never thought, never never considered to be a quality. It is just a help from God to understand people as it is.

مسلمانوں کی خدمات

سوال: دنیا میں ایک عام تاثر یہ ہے بلکہ پروپیگنڈا ہے کہ مسلمانوں نے گزشتہ پانچ سو برس سے دنیا کو کچھ نہیں دیا یعنی علوم و فنون اور فلسفہ کے حوالے سے۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

جواب: یہ ایک ایسی رائے ہے جو کافی جا بجا نہ قسم کی ہے۔ پانچ سو برس تو بہت ہوتے ہیں۔ 1588ء میں برطانیہ کا آرمیڈا (Armada) ہڈا مشہور ہے۔ آرمیڈا ایک بحری جنگ ہے جس میں Portugese (پرتگال) اور سپین کے گروہوں کے ساتھ انگریز بحریہ کی جنگ ہوئی۔ اس میں ملکہ الیزبتہ فاتح رہیں۔ اگر تاریخ مسخ کر دی جائے یا نہ جانی جائے تو اس میں طالب علموں کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے چار خطوط موجود ہیں جو ملکہ برطانیہ نے شاہی دربار کی کوٹھیاں اور ان کا موضوع ایک ہی ہے: ”اے سلطان بحر و بر ہم چونکہ دشمن سے جنگ کیلئے جا رہے ہیں تو ہم پر مہربانی کرنا اور پیچھے سے انگلیتہ کا خیال رکھنا“۔ 1588ء میں یہ letters لکھے جا رہے ہیں

Queen of England کی طرف سے شاہزادی کو کراے بادشاہ اہم بہت بڑی جنگ لڑنے جا رہے ہیں تو ہمارا گھر خالی ہو جائے گا۔ تم پلیز ہمارے گھر کا خیال رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا۔۔۔ اصل میں ان دنوں مسلمانوں کے عروج کا یہ عالم تھا کہ 1707ء میں اورنگزیب مکی الدین عالمگیر مسلمانوں کا ایک ایسا بادشاہ تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے برادر کی سلطنت صرف ہندو کا کوٹھیل ہوئی۔ اس وقت ایشیائے کوچک میں سلطنت عثمانیہ کا سب سے بڑا بادشاہ سلطان سلیمان ذیشان تھا۔ جس کو انگریز بھی The magnificent کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایران (Persia) میں Suffwads (صفوی حکمران) کے عروج کا یہ عالم تھا کہ اس کے بادشاہوں کے ساتھ انعم (The Great) لکایا جاتا تھا۔ یہ کوئی اتنی دور کی بات نہیں ہے۔ سلجوقی اور سترہویں صدی سے لیکرا بھی تک بمشکل کوئی دو تین سو سال گزرے ہیں مگر ان دو تین سو سالوں میں اونچے نیچے بھی ہوتی رہی مسلمان فتح و شکست کے درمیان بھی رہے۔ سلطنت عثمانیہ اپنے بدترین حال میں بھی کسی کے غلبے سے بچ سکی اور رسول اللہ ﷺ کی ایک پیشگوئی بہر حال پوری ہوئی کہ ”میری امت کبھی غلام نہیں ہوگی۔“ یعنی امت کے ممالک تو ہو جائیں گے مگر امت کبھی غلام نہیں ہوگی۔ اب بھی جو بڑی اقوام ہیں ان کو آپ دیکھیں تو بڑی سے بڑی حکومت میں بھی زوال آئے ہیں چاہے وہ فرانس کی ہو یا انگریز کی ہو یا اٹلی کی ہو آپ ان کا ذکر کیوں نہیں کرتے ہو۔ ان حکومتوں کو بھی صدیوں تک زوال رہے ہیں۔ آپ کو یاد دہانا چاہیے کہ ہر وہ حکومت جو خدا کے قوانین توڑتی ہے اس پر زوال آتا ہے۔ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ تاریخ سے کوئی بھی سبق نہیں سیکھتا اس لیے کہ وہ اصول تاریخ نے نہیں بتائے ہوتے وہ بھی اللہ ہی نے بتائے ہوتے ہیں اور جو قوم بھی ان سے انحراف کرتی ہے اپنی سزا ضرور پاتی ہے۔

وجد اور مجذوبیت

سوال: وجد کیا ہے اور مجذوبیت کا عالم کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وجد اور وجد اور وجد کسی بھی انبساط یا ecstasy کے کسی لمحے میں چلے جانے کو کہتے

ہیں۔ ecstasy یا تلذذ کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ poetic وجد بھی ہوتا ہے۔ کسی شعر پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ کسی آیت پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ کسی قوال کی دھمک پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ ہمارے پاس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مثال موجود ہے۔ ان کی وفات اسی وجد کے عالم میں ہوئی۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ قوال نے جب یہ شعر پڑھا

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر ناں از غیب جانے دگرست

یہ سن کر حضرت کو حال پڑ گیا، وہ وجد میں آ گئے اور یہ کیفیت چلتی رہی کیونکہ قوال کو یہ حکم نہیں ہوتا کہ emotions کی اس intensity میں وہ ہاتھ روک دے ورنہ جس کو حال پڑا ہو اس کے سکتہ (coma) میں چلے جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ مگر اگر تو وجد کے اس حال کا تسلسل (continuity) جاری رہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی حال میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات ہو گئی اور جب قوال نے ساز پر سے ہاتھ چھوڑا تو اس کے ہاتھ ڈنکی ہو چکے تھے اور خون بہہ رہا تھا۔ یہ کیفیت مسلسل تین دن تک جاری رہی۔ وجد اور تو وجد (ecstasy) کا ایک extreme possessive moment ہے جس میں انسان اپنی عقلی گرفت کو کھو دیتا ہے۔ باقی رہا مجذوب تو 'جذب' کے لفظ سے آپ یہ جان لو کہ آپ کتنی چیز اپنے اندر سمیٹ سکتے ہو۔ اسکا مطلب ہے سمیٹنا کہ آپ کتنی چیز یا کتنی آگئی سمیٹ سکتے ہو، کتنا غرور سنبھال سکتے ہو، کتنی انا اور کتنا علم سنبھال سکتے ہو۔ آپ کا ظرف جب پھٹک جائے تو آپ مجذوب ہو جاتے ہو۔ مجذوب اور باقی لوگوں کا فرق صرف یہ ہے کہ مجذوب کو ہم صرف اس لئے مجذوب کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی محبت میں سرشاری کو جذب کرنا ہے، انس کو جذب کرنا ہے، قربت کو جذب کرنا ہے۔ جب اس کا ظرف پھٹک جائے تو وہ مجذوب ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس کنٹرول کی گنجائش نہیں رہتی۔ That is the moment of ecstasy۔ جب وہ کسی صحت مند آدمی کے قابو سے نکل جائے تو وہ جذب کی کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ دو قسم کے صوفیاء ہوتے ہیں ایک 'سکر' کے

صوفیاء ہیں اور دوسرے مسیحوں کے صوفیاء ہیں۔ جب کسی مسیحوں کے ولی کے ہاتھ سے مسیحوں چلا جائے تو وہ مسکریہ ہو جاتا ہے۔ جب patience چلی جائے، شعور چلا جائے اور وہ واپس طحہ مسیحوں کو نہ پلٹ سکے تو وہ مسکریا جذب میں چلا جاتا ہے۔

مسلمان سائنس دان

سوال: اگر عربوں میں اشعری اور غزالی نہ پیدا ہوتے تو عرب قوم کا ہر فرد گلیلیو اور نیوٹن ہوتا۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: میرا خیال نہیں ہے۔ اس وقت بڑے بڑے مسلمان سائنس دان پیدا ہوئے مگر یورپی بڑے متعصب ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ یورپ کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا ہنری جہالت تھی۔ آپ جانتے ہو کہ ان کو Dark ages of Europe کہتے ہیں۔ یعنی چودھویں اور پندرہویں صدی میں یورپ اپنی تحقیق و جستجو، تعلیم، Reformation, Scepticism اور Renaissance کیلئے مشرق کا حجاج تھا۔ ان کا ایک ایک سائنس مشرق سے قرطبہ سے اور بغداد سے بندھا ہوا تھا مگر وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے بہت نفرت کرتے ہیں مگر دوسری طرف دیکھیں تو ڈیکارٹ جو آج مغرب میں Father of philosophy مانا جاتا ہے اور امام فلسفہ گنا جاتا ہے وہ 'غزالی' کی ایک ایک مثال quote کرتا ہے۔ آپ اسے چوری کیوں گے، سرق کیوں گے، مگر وہ بعینہ وہی باتیں لکھتا ہے جو امام غزالی لکھتے ہیں مگر قرار نہیں کرتا۔

غزالی جہاں مشرق میں مذہب کی نمونہ کا باعث بنا وہاں وہ مغرب میں بھی زوال مذہب کا باعث بنا اور رومن کیتھولک چرچ کے زوال کا اگر میں اصلی بانی سمجھوں تو حجۃ الاسلام امام محمد بن غزالی ہیں۔ اس لیے کہ انہی کی کتابوں نے وہ تحریک پیدا کی جس سے یورپ کے دماغ روشن ہوئے اور دماغ ہی نہیں مگر بھی روشن ہوئے اس لیے کہ جب قرطبہ میں ستر ہزار حمام تھے اور ہر street light میں street light تھی اور روشنی ہوتی تھی تو اس وقت یورپ کے بہترین گلوں مثلاً،

’شان الیزے‘ میں جہاں اس وقت دنیا کی سب سے مہنگی زمین ملتی ہے وہاں کھٹے کھٹے کچر کھڑا ہوتا تھا اور امراء کی عورتیں جب تک اپنے پانچ گھنٹوں سے اوپر نہیں اٹھا لیتی تھیں اس غلاظت سے نہیں گزرتی تھیں۔ اس وقت قرطبہ (Cordoba) صحت و صفاً اور خطانِ صحت کے اصولوں اور civic sense کا امام تھا جواب ہم میں اور مسلمانوں میں نہیں ہے۔

مرغن کھانا اور اسراف

سوال: معذرت کے ساتھ ایک سوال ہے کہ اتنے سارے لوگوں کو کھانا کھلانے پر پیسہ ضائع کرنے سے بہتر نہیں تھا کہ وہ پیسہ ضرورت مندوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا۔ آپ کے مرغن لٹج کا موصوف پر یہ اثر ہوا ہے کہ وہ یہ سوال پوچھ رہے ہیں۔

جواب: (وہ نہیں بھی تک سوئے کیوں نہیں)۔ خواتین و حضرات! مجھے یہ احساس ہے کہ میں آپ کی کم خدمت کرتا ہوں۔ میرے پاس آپ خدا کیلئے آتے ہو۔ آپ کا گمان ہے کہ شاید مجھے خدا سے کوئی واسطہ یا ربط ہے (واللہ اعلم) اللہ آپ کا نیک گمان پورا کرے مگر بات یہ ہے کہ خدا کیلئے کیا کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے صحابیوں میں سے ایک صحابی نے گلی سڑی کھجوریں مسجد نبوی کے دروازے پر رکھ دیں یہ سوچ کر کہ میں نے تو کھانی نہیں تو چلو غریبوں کو کھلا دوں۔ (اللہ نے دیکھ لیا میرا خیال ہے کہ اللہ نے لحاف کھول کر دیکھ لیا) نوراً اس پر قرآن کی پوری آیت اتر آئی کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں دینے والا ہوں، یہ سارا میرا مال ہے، میں نے تمہیں عطا و بخشش کی ہے، میرا ہی مال کھا کر میرے ہی لئے گلی سڑی کھجوریں۔۔۔۔۔ اے اللہ! اگر تم نے گلی سڑی کھجوریں دینی ہیں تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اگر تم اپنا بہترین مال اللہ کی راہ میں نہیں دے سکتے تو درمیانہ دے دو خواتین و حضرات! یہاں آتے بھی آپ اللہ کیلئے ہو، کھاتے بھی اللہ کیلئے ہو، ضائع بھی اللہ کیلئے ہی کرتے ہو۔ ”ضائع“ کا ایک لطیفہ سن لیں جو بڑا پرانا ہے۔ Alice in wonderland میں ایک بڑا موٹر اور بڑا ستارہ دار لطیفہ ہے کہ ایک کروڑ دوسرے سے کہتا ہے Don't waste time. تو وہ کروڑ جواب دیتا ہے کہ Time wasted is also

time میرا خیال ہے کہ ضائع ہونے والا کھانا بھی صدقہ ہوتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی جانور کے منہ میں یا کسی چوہٹی کے منہ میں چلا جاتا ہے اور تیسری اور آخری بات کہ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ یہ اسراف کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ: لا خیر فی الاسراف (اسراف میں کوئی خیر نہیں) مگر لا اسراف فی الخیر (خیر میں کوئی اسراف نہیں ہے) میری یہ خواہش ہے کہ میں آپ کے لئے اس سے بھی زیادہ کروں۔ ابھی میں آپ کو فورسٹار ہوں کا کھانا کھانے کی کوشش کرتا ہوں مگر میری دعا ہے کہ میرے پاس اتنا ہو کہ میں آپ کو seven star ہوں کا کھانا کھاؤں۔ اے میرے عزیز جس نے یہ سوال کیا ہے بغض نہ رکھو اور نکل نہ کرو۔۔۔

عورت اور آئینے

سوال: نئی پاک ﷺ نے عورت کو آئینے سے کیوں تشبیہ دی؟

جواب: یہ بات حضور ﷺ نے انجھاء سے اس وقت کہی جب ام المومنین حضرت صفیہؓ کا ہوج گریز اور گمان تھا کہ ام المومنین کو کوئی چوٹ نہ آجائے تو حضور ﷺ نے بڑی فصاحت سے فرمایا: ”اے انجھاء! سنبھال کر آئینے ہیں۔“ میرا خیال ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین ادبی مزاج، خوبصورت ادائیگی، اپنی بیوی سے انس۔۔۔ چنانچہ اس میں اور کیا کچھ آ جاتا ہے۔ یہ ایک مکمل ترین چھوٹا سا جملہ ہے جو میرا خیال ہے کہ عالمی زندگی کیلئے بے حد خوبصورت ہے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے rigid (سخت گیر) لوگ ہیں جو بیوی کی تعریف کرنے سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا سر نیچا ہو جائے گا تو میرا خیال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی خوبصورتی سے لوگوں کو بتایا ہے کہ اے لوگو! اپنی بیویوں سے مروت اور محبت برتو اور ان کے بارے میں اچھا لہجہ اختیار کرو اور اپنے انداز چاہے شاعرانہ کرلو۔

حساس خسر میں اللہ کی محبت کا ادراک

سوال: ہمیں انسان سے محبت تو ہو جاتی ہے مگر خدا سے نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: انسانوں کو انسان چھو سکتے ہیں اس لئے ان سے محبت ہو جاتی ہے مگر خدا کو ہم چھو نہیں

سکتے۔ خدا کی محبت کو محسوس کرنے کیلئے vision (نظر) سے آگے جانا پڑتا ہے، taste سے آگے جانا پڑتا ہے، smell سے آگے جانا پڑتا ہے اس لئے کہ بنیادی طور پر انسان sentient ہے۔ حواس خمسہ کا بنا ہوا ہے اور وہ ان حواس کے اندر قید رہتا ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ بت پرستی کیا ہے اور یہ کیوں پیدا ہوئی؟ اس لئے کہ خدا حواس میں نہیں آتا تھا خدا چو نکہ حواس میں نہیں آتا تھا تو لوگوں کو وہ دوری بڑی چھٹی تھی۔ بت پرستی صرف اس لئے شروع ہوئی کہ لوگ اللہ کو اپنے حواس کے درمیان لانا چاہتے تھے۔ اگر وہ یہاں تک ہی رکھتے تو اور بات تھی مگر حواس میں لانے کے بعد انہوں نے ان پتھروں کی عبادت بھی شروع کر دی اور یہ بت پرستی کا Basic psychological back ground ہے کہ لوگ ایک دور کی reality اور عظمت کو اپنے حواس خمسہ کی گرفت میں لانا چاہتے تو بت پرستی پیدا ہوئی۔ خدا کی محبت کیلئے بھی ultimate refinement of the sentient sense چاہیے۔ حواس خمسہ کی refinement چاہیے۔ حواس خمسہ کی refinement ultimate refinement پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر آپ خدا کو اپنی لیتے ہو۔

سات کا عدد

سوال: سات کے عدد میں کیا حکمت ہے؟ زمیں سات، آسمان سات، روشنی کے رنگ سات، اصحاب کہف کی تعداد سات، عہد یوسف میں قحط سات سال، ثوابی سات سال، قید سات سال، طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے چکر بھی سات ہیں۔ کیا یہ صرف اتفاق ہے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ صرف سات کا عدد ہی نہیں بلکہ خدا نے ہر عدد کے ساتھ کچھ لہجہ بستیں خشک کی ہیں۔ کہیں چار کا عدد بھی ہے اور دو کا عدد بھی اہم ہے مثلاً دفن شے قبر پر کھڑے ہیں، دو آپ کے سنانوں پر کھڑے ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو اس قسم کی بے شمار ایسی مثالیں نظر آئیں گی جن میں صرف دو ہی کا عدد نظر آئے گا۔ اسی طرح پانچ کے عدد کی مثالیں بھی کافی ہیں۔ جن فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے وہ آٹھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں بھی بنائی ہوں گی ان کی گنتی اور ان

کے اعداد و مخصوص کیے ہوں گے۔ یہ صرف سات کے عدد کے ساتھ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ہر عدد کے ساتھ مخصوص ہوگا کہ یہ اس عدد کے تحت ہے، جیسے انیس کا ہندسہ کچھ لوگوں کے نزدیک بہت اہم ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کے فرشتے انیس ہیں اور ”بسم اللہ“ کے حروف بھی انیس ہیں۔ یوں سمجھیں کہ یہ departmental division ہے جو ایک سے دس تک ہے۔ صرف سات کا عدد ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس کی کوئی reason نہیں ہے۔ اللہ کے پاس reason ہے مگر کوئی ایسی نہیں جس کو سمجھنے کی الجھن و ریش ہو۔

فطرت سے مفر

سوال: حدیث ہے کہ ”اگر یہ سنو کہ پھاڑا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو مان لیا مگر اگر یہ سنو کہ کسی شخص نے اپنی فطرت کے خلاف کام کیا تو یقین نہ کرنا۔ سوال ہے کہ وہ کون سی فطرت ہے جو قابلِ تغیر ہے؟

جواب: ڈاکٹر عبدالحلیم: اس حدیث کا کیوں اتنا وسیع ہے کہ اس میں سارا جبر و قدر بھی آجائے گا۔ ایک دوسری حدیث اس حدیث کو بہتر طور پر explain کرتی ہے کہ ”کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایمان دار پیدا ہوتے ہیں، ایمان داری پر زندگی گزارتے ہیں مگر آخری عمر میں غلط فیصلہ کر کے انکا انجام برا ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو شروع میں غلطی کرتے ہیں، درمیان میں غلطی کرتے ہیں مگر آخر میں صحیح فیصلہ کر لیتے ہیں۔“ فطرت میں بنیادی طور پر یہ کسی شخص کا pre dominant attitude ہے۔ یعنی کسی شخص میں evil (برائی) کی یا خطا کی گنجائش رکھ دی گئی ہے بلکہ زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ آپ evil کا لفظ استعمال نہ کریں attitude استعمال کریں مثلاً ایک شخص بہت زیادہ متحدو ہے تو متحدو ہونا اس کی فطرت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فطرت کا یہ رجحان کس طرف جاتا ہے۔ اگر وہ شخص ایمان اختیار کرتا ہے اور جہاد میں جاتا ہے تو اس کا یہ متحدو اسلام کی حمایت میں استعمال ہو رہا ہے اگر وہی شخص جرائم کی دنیا میں چلا جاتا ہے تو اس کا متحدو جرائم کی دنیا میں استعمال ہوگا یعنی فطرت بذاتِ خود شاید اچھی یا بری نہ ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ فطرت

میں موجود وہ رجحان کس طرف استعمال ہوتا ہے۔ ہر آدمی پیداگئی طور پر یا موروثی طور پر ایک tendency لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ tendency یا رجحان بذاتہ بر یا اچھا نہیں ہوتا۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ وہ کس سمت میں جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر صاحب نے اس حدیث کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بات کی تھی کہ ہم تین قسم کے اثرات کے زیر اثر ہوتے ہیں جن میں سے ایک اثر وہ ہے جو ہم اپنے ماحول یا اپنی تعلیم اور اپنے احباب سے لیتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم پر ایک اثر وہ ہوتا ہے جو parental ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ مضبوط اثر genetic ہوتا ہے۔ اسی genetic اثر کے بارے میں اس حدیث میں بات کی گئی ہے کہ ان فطری رجحانات کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ غور کریں تو اصحاب رسول نے رسول ﷺ سے تربیت پائی مگر ان سب کے رجحانات، تعلیم کے اعلیٰ ترین معیارات پر ہونے کے باوجود جدا جدا ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ عثمان کا attitude حضرت علیؓ سے مختلف نظر آتا ہے۔ حضرت علیؓ کا attitude حضرت ابو بکرؓ سے مختلف نظر آتا ہے۔ جب رسول ﷺ وفات پا جاتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں پہنچ کر وہ آیت تلاوت کرتے ہیں جس میں اللہ کہتا ہے کہ اگر حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو کیا تم اپنے پاؤں پھر جاؤ گے۔ جبکہ عمرؓ کہتے ہیں کہ جس نے کہا کہ حضور ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ آپ غور کریں تو یہ فطری رجحانات ہیں۔ ایک آدمی میں اس moment of crisis میں ایک صحیح فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے جبکہ دوسرا آدمی جذباتی طور پر اتنا مغلوب ہے کہ وہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہے کہ آقا وفات پا گئے ہیں۔ مختصراً اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص موروثی طور پر کچھ فیادہ رجحانات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ فیادہ رجحانات یا potentials کس مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

عشق اور عقل

سوال: اقبالؒ کے نظریہء عشق پر روشنی ڈالیں۔ آپ عقل پر زیادہ زور دیتے ہیں جبکہ اقبالؒ عشق کو خدا تک پہنچنے کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

جواب: ڈاکٹر عبد الجلیل: اقبال کی شاعری میں بھی اور باقی بھی ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی علم اپنی انتہا کو پہنچتا ہے یا کوئی اعجاز کرنے والا جب بیان کرنے کی انتہا تک پہنچتا ہے تو وہ کچھ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تھا کچھ نہیں
موج ہے دیا میں اور بیرون دیا کچھ نہیں
اسی طرح عقل و عشق کی بات کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ
خود کے پاس خیر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
اسی طرح وہ کہتے ہیں:

اچھا ہے کہ دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تھا بھی چھوڑ دے
یعنی اقبال نے نہ تو عقل کی نفی کی اور نہ ہی عشق کی۔ عقل بنیادی طور پر چیزوں کو سمجھنے اور جاننے کا ایک وزار (tool) ہے اور عقل اسباب کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہے لیکن جب عشق پڑھ لکھ کر بالغ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں اقبال کہتا ہے:

بے خطر کو پروا آتش نرود میں عشق
عقل ہے جو تماشا لے لب بام ابھی
یا جب اس کا عقل کے ساتھ موازنہ کرتا ہے تو کہتا ہے:

عقل عیار ہے سو بھیں بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

اس میں اقبال یہ نہیں کہہ رہے کہ عشق عقل سے بڑھ کر ہے۔ جیسا اقبال سے کسی نے پوچھا کہ عشق کی انتہا کیا ہے تو اقبال نے کہا کہ عشق کی تو کوئی انتہا نہیں ہے تو اس نے پوچھا کہ پھر آپ نے

کیوں کہا کہ:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

تو اقبال نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ نہیں پڑھا:

میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

اگر آپ غور کریں تو قرآن میں بھی یہی چیز نظر آئے گی۔ اگر آپ سوچیں کہ آیات میں تضاد ہے تو ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ اک دوسرے کو complement کر رہی ہوتی ہیں۔ اگر آپ دونوں باتوں کو ملا کر پڑھیں تو آپ کے پاس پورا image (اوراک) آئے گا جیسے پروفیسر صاحب نے ایک بار کہا تھا کہ ایک Gestalt theory ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھیں تو آپ بہت سے سوالات کرنے سے رک جائیں گے اور آپ کو شش کریں گے کہ پہلے زیادہ معلومات حاصل کر لیں اور بعد میں سوال کریں۔ Gestalt theory کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کو چار ٹانگیں اور کرسی کا باقی حصہ علیحدہ دے دیا جائے تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ چار ٹانگیں ہیں اور یہ top ہے آپ اس کو کرسی نہیں کہہ سکتے۔ بنیادی طور پر میز کو میز کہنا اس کے top اور اس کی ٹانگوں کے درمیان ایک Working relationship ہے اور یہی اصول apply ہوتا ہے کسی بھی concept پر۔ جب آپ کوئی بھی concept اختیار کرتے ہیں اس کو سمجھتے ہیں تو کم معلومات کے ساتھ آپ کا concept بھی غلط ہوگا اور آپ اس concept کے بارے میں جو سوالات اٹھائیں گے وہ بھی valid نہیں ہوں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ کسی بھی موضوع کے بارے میں جتنا بھی علم آپ حاصل کر سکتے ہیں وہ جمع کر لیں پھر کسی سے رائے لیں، اس پر بحث کریں اس کے بعد جو سوال اٹھیں گا وہ ایک بالغ سوال ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب نہ ہو جیسے ابھی کسی نے سوال کیا تھا کہ سات کا ہندسہ کیوں اہم ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ نکلا کہ "عشق" بنیادی طور پر ایک ایسا مقام ہے جہاں پہنچنے کے بعد انسان اسباب سے جدا ہو کر فیصلہ کرتا ہے لیکن یہ choice چاہتا نہ نہیں ہوتی یہ پڑھی لکھی اور educated ہوتی ہے۔ عشق جاہل نہیں ہوتا

بلکہ بڑھانکھا ہوتا ہے۔

اللہ کو اللہ میاں کہنا

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اللہ کو اللہ میاں کہنا جائز ہے؟ ہماری مسجد کے مولوی صاحب نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: میاں، respect کی ایک ڈگری ہے اور میاں کی ڈگری relative ہے جیسے کوئی چوہدری، کوئی راجہ اور پھر اس کے اوپر کوئی مہاراجہ ہے تو عموماً میاں ہم اپنے بزرگوں کو کہتے تھے جیسے میں اپنے دادا کو میاں جی کہتا تھا۔ میاں کے لفظ میں نسبی بزرگی نہیں ہے بلکہ یہ ultimate بزرگی ہے۔ جیسے اللہ کے رسول کو خود اللہ نے کہا کہ میرا پیغمبر ”رؤف“ ہے ”رحیم“ ہے حالانکہ اس کا پیغمبر اللہ نہیں ہے۔ مگر اگر آپ اللہ کے رسول ﷺ کو رؤف اور رحیم کہیں تو اللہ کیسے برا مانے گا حالانکہ اللہ نے خود اسے یہ کہا ہوا ہے تو دراصل یہ ایک Degree of respectability ہے مگر اس میں محبت اور عشق ملا ہوا ہے تو ”میاں“ کا استعمال بڑا پرانا ہے کہ ”میاں جانے تے او جانے“۔۔۔۔۔ یہ لفظ ایک ultimate بزرگی کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کی آپ کے دل میں respect ہوتی ہے یہ ایک virtual variation ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ ”میں میاں کو آخری نہیں مانتا“۔۔۔۔۔ مگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں تو اس کی مکمل متابعت کرتا ہوں ”میرا میاں تو اللہ ہے“ اللہ کہتا ہے کہ ”لَا مَوْلٰی لَہُمْ“ ان کافروں کا تو کوئی مولا ہی نہیں مگر ہمارا مولا ہے۔ یہ مختلف الفاظ ہیں جو محبت اور respectability کو اجاگر کرتے ہیں۔ شاید ان مولوی صاحب کامیاں کوئی نہیں ہو گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔۔۔۔۔ اس لئے انہوں نے ایسا کہا ہوگا۔

حوریں اور بیویاں

سوال: جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو ان کی بیویاں کدھر جائیں گی اور اگر مردوں کو بھی بیویاں جنت میں ملیں گی تو بیچارے مرد کدھر جائیں گے؟

جواب: آخر یہ chauvinistic معاشرہ ہے اس میں ہر چیز ہی مردوں کے قوسط سے ہو رہی

ہے۔ بھئی! ان بچاریوں کا بھی تو خیال کرو جو اتنی مشکل سے آپ جیسے وحشیوں کے ساتھ گزر رکتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو یہاں اچھے وہ وہاں بھی اچھے۔۔۔ جنہوں نے مروت اور محبت کے ساتھ یہاں زندگی گزاری وہ وہاں بھی مروت اور محبت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔ جنہیں یہاں اپنی بیوی سے اچھی کوئی نہیں لگی، انہیں وہاں بھی بیوی سے اچھی کوئی حور نہیں لگے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ یہاں زیادہ مظلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کے پاس تو کوئی دوسرا choice ہی نہیں ہوتا جبکہ مرد کے پاس choice ہوتا ہے۔ (یہ میں عورتوں کی تعریف نہیں کر رہا ہوں) یہ حقیقت ہے کہ جہاں مرد کے پاس ایک، دو یا تین choices ہیں وہاں ہمارے معاشرے میں ایک بیوی کے پاس کوئی اور choice نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بہت سارے strong heads سے نہ گزرے اور یک طرفہ فیصلہ کرے۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ عورتوں کو نسبتاً زیادہ بہتر مرد چاہئے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی خداوند کریم کا یہ احسان ہے کہ جنت میں جنس بدلی جاسکتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے، بازار میں ایک دکان ہے جہاں جا کر آپ اپنا کوئی بھی favourite face بدل سکتے ہیں۔ ایک انگش کی فلم تھی جس کا نام Face off تھا شاید آپ نے دیکھی ہو۔ اس میں سر جری کی یہ انتہا دکھائی گئی ہے کہ ایک کا چہرہ دوسرے پر لگا دیا اور دوسرے کا تیسرے پر لگا دیا۔۔۔ مگر جنت یقیناً آپ کیلئے choices کی ایک بڑی دنیا ہے۔ دنیا میں آپ کے مطلق choices کو قید کیا جاتا ہے مگر جنت آپ کے choices کی جگہ ہے جس کو آپ ان تمام غموں، دکھوں، بے چینیوں اور نقصانات کے بدلے میں خریدتے ہو جو آپ اس دنیا میں سہتے ہو۔ اس کے عوضانے میں جو جنت میں قانون ہے وہ آپ کو مکمل آزادی اور اختیار کا قانون دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: کچھ ایسے سوال آ جاتے ہیں جس میں ایک قسم کی holistic teaching کا ایک عنصر ہوتا ہے۔ میں پروفیسر صاحب کی اجازت سے ان پر بات کرتا ہوں جیسے کسی نے پوچھا کہ آپ عقل کو اہمیت دیتے ہیں یا روایت کو۔۔۔؟ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کو اہمیت

دیتے ہیں لیکن وہ روایت جو عقل و فہم کی کسوٹی پر پوری نہ اترے اس کے بارے میں ہم محتاط ہوتے ہیں۔ اس کو بھی ہم رو نہیں کرتے کیونکہ عقل منازل طے کرتی رہتی ہے اور بعض باتیں اس وقت ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ جیسے پرفیسر صاحب ایک آیت ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ نَجْلًا حَمِيمًا“ بہت quote کرتے ہیں۔ جب اس آیت کی تفسیر شروع ہوئی تو کچھ لوگوں نے یہ تفسیر کی کہ اللہ نے انسان کو مادہ مٹی سے پیدا کیا کیونکہ ان کے لئے یہ تصور ممکن نہیں تھا کہ پانی سے حیات پیدا کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ایک مفسر نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا کہ اللہ نے انسان کو زور بازو سے پیدا کیا لیکن اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: ”مگر پیدا کیا ہم نے پانی میں سے ہر چیز حیات والی کو۔۔۔“ اگر ہم انتظار کرتے تو ہمیں اس آیت کی سمجھ آ جاتی۔ جس نے سوال کیا ہے اس کا اشارہ حدیث کی طرف ہے۔ حدیث میں کچھ ایسی روایتیں ہیں جو کسی عہد میں عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں مگر کسی آنے والے عہد میں وہ چمکتی دکھائی سچائی بن جاتی ہیں جیسے آنحضرتؐ نے کہا کہ ماخن نہ بڑھنے و شیطان کو بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اگر کسی نے مانیکرو بائبلوجی نہیں پڑھی تو اس کیلئے اس حدیث کو سمجھنا ذرا مشکل ہوگا۔ جب تک سائنس کا وجود نہیں تھا اس حدیث کا حق ادا کرنا مشکل تھا۔ اسی طرح دووہ کو ڈھانپ دو، شیطان گھس جاتا ہے۔ یہاں شیطان بیکٹیریا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس حدیث کو آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ اس درجہ مکالمہ نہیں پہنچتے۔ میں پہلا فقرہ دوبارہ دہراتا ہوں کہ ”ہم عقل اور روایت دونوں کا احترام کرتے ہیں۔“

مراتب فکر میں مصائب اور آسائشوں کا کردار

سوال: مصائب کسی بھی انسان کے مراتب فکر متعین کرنے کیلئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مصائب ہی کیوں۔۔۔ آسائشوں سے مراتب فکر کیوں متعین نہیں ہوتے؟

جواب: یہ غلط ہے کہ مصائب سے مراتب فکر متعین ہوتے ہیں بلکہ اسراف، قہقش اور سہولتوں سے بھی مراتب متعین ہوتے ہیں۔ متعدد مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ خدا دونوں بلکہ تین طریقوں سے

انسان کو آنا ہے۔ غربت، امارت اور درمیانے رستے سے۔۔۔ یہاں ہر لمحہ ہر طریقہ، زندگی آزمائش بنا ہوا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اس دنیا میں آتے وقت، پیدائش کے وقت یا شعور کی عمر تک پہنچتے وقت آپ کا کوئی بھی لمحہ کسی آزمائش سے قہی ہو بلکہ ہر وقت انسان آنا جا رہا ہے کبھی لہجے سے، کبھی انداز سے، کبھی خوراک سے۔۔۔ ویسے بھی مطالعہ تاریخ، انداز فکر، تمام تر عقل و معرفت اور بڑے بڑے انسانوں کی زندگیوں کے احوال کو دیکھ کر ہم نے ایک اصول بنایا ہے: Adversity is the school of all greatness. کہ غربت ہی تمام عظمتوں کا گہوارہ ہے۔ جو غریب نہیں ہے، وہ عظیم نہیں ہے یا جتنے بھی عظیم تر لوگ ہو گزرے ہیں مثلاً آپ قائد اعظم کو لے کر اس کے بارے میں تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ دس سال تک بچا رہ فٹ پاتھ پر پیدل جوتیاں گھسیٹا رہا اپنی وکالت کو کامیاب کرنے کیلئے۔۔۔ صرف وہی نہیں ہے، وہ چاہے جو لیس سیز ہو یا حضرت حماد قصابؒ (شیخ عبدالقادر جیلانی کے استاد) ہوں یا وہ کوئی ایران کا کورگان ہو، Attila the Hun ہو یا چنگیز خان ہو، دنیا کے تمام مستبر اور بڑے لوگ غربتوں کے سکول سے نکل کر عظمتوں کے میدان میں پہنچے ہیں۔ اب میں آپ سے ایک بڑا مزے کا سوال کرتا ہوں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔۔۔ اگر غربت ہی عظمت کا معیار ہو تو آپ میں سے کتنے لوگ غریب ہونا پسند کریں گے۔ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا یہ نہ ہو کہ اگلے دن سے ہی غریب ہونا شروع ہو جائیں۔۔۔ اصولاً ہم غربت قبول کرنا نہیں چاہتے باوجودیکہ ہمیں علم ہے کہ اس راستے سے گزرتے ہوئے ہم بڑے سے بڑے معیار بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب امارت کو دیکھئے۔ میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سنا ہوں: ”میرے ایک بڑے عزیز دوست تھے ہر کوئی ان سے مجلسی محسوس کرتا تھا۔ میں ذرا تھوڑا بے نیاز قسم کا تھا۔ میں ان سے اتنا مجلس تو نہیں ہوتا تھا مگر مجھے یہ خیال ضرور آتا تھا کہ میری عمر میں میرے پاس پختا ہوا جوتا بھی نہیں ہے اور موصوف نے 280 ایس مرسیڈیز منگوائی ہے۔ ایک دن میں نے سنا کہ اچانک وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہم دونوں کی عمر ستائیس برس تھی۔ پتہ یہ چلا کہ انہوں نے خودکشی کر لی ہے۔ میں بڑا حیران ہوا،

مجھے تجسس سا ہوا۔ میں نے پوچھا کہ کس بات پر انہوں نے خودکشی کی ہے تو یقین جانیے مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے اپنی بجا بھی کے طعنے پر خودکشی کی ہے۔ یعنی ان کے پاس آسائش تو بہت تھیں، مرسیڈیز 280 بھی تھی مگر ہمت، strength اور nervous capacity زیرو کے برابر تھی اور میں بھوکا نکلتا تھا، پھٹے ہوئے جوتے تھے مگر کچھ nervous strength کا مالک تھا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خدا آزمائش میں ایک ہی طرف سے کیوں جاتا ہے ہاں ایک اصول ضرور ہے کہ آپ اپنی غربت میں سبق سیکھ جائیے تو آپ اس غربت کے حصار سے نکل جائیں گے۔ آپ حسد کرنا چھوڑ دیجئے تو آپ نکل جائیں گے۔ آپ یہ سوچیں کہ غربت کیوں آئی ہے اور امارت کیوں آئی ہے۔ آپ نے ایک حدیث نہیں سنی کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کو اگر اللہ امیر کر دے تو وہ ایمان سے نکل جائیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر اللہ ان کو غریب کر دے تو وہ ایمان سے نکل جائیں۔ میں آپ کو ایک بڑی خوب صورت حدیث سناتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”انسان کا کچھ پتا نہیں ہوتا وہ صبح مسلمان ہوتا ہے تو شام کو کافر۔۔۔ اور شام کو ایمان ہے تو صبح نہیں ہے۔۔۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے دل اللہ علم سے زندہ رکھے“ اس لئے چاہے غریب ہو، چاہے امارت ہو چاہے درمیان ہو ہر حال میں اللہ سے علم طلب کیا کریں۔ اللہ فرماتے ہیں: ”تسلک الایام ندا ولہا بین الناس“ (ہم لوگوں پر ایک جیسے دن نہیں رہنے دیتے) اور اگر کوئی مسلسل غریب رہ رہا ہے تو وہ سبق نہیں سیکھ رہا۔ بھئی کلاس پاس کرو گے تو آگے بڑھو گے۔۔۔ اگر آپ مسلسل ایک جیسی زندگی گزار رہے ہو تو یقین جانو کہ آپ کا صرف ایک ہی پرالیم ہے کہ اللہ جو آپ کو سکھانا چاہ رہا ہے وہ آپ سیکھ نہیں رہے۔ آپ جس دن learn کر جاؤ گے، اسی دن آپ اس کیفیت سے نکل جاؤ گے۔ لوگ اس بات پر روتے ہیں کہ یا اللہ ہم سے ایک دن بھی یہ دکھ برداشت نہیں ہوتا۔ اس مصیبت کو اٹھا۔ کوئی اس سے بھی آگے بڑھ کر دو چار محوں کی بات کرتا ہے کہ یا اللہ اسی وقت اس مصیبت کو اٹھا لے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے تو اللہ کہتا ہے کہ ”لا یكلف الله نفساً الا وسمها“ میں نے تو تیرے اندر capacity of sadness کی

گنجائش پچاس پاؤنڈ رکھی ہے اور نو پہلے پاؤنڈ پر ہی چبھ اٹھا ہے۔۔۔ آپ سوچئے کہ جس اللہ نے آپ کو بنایا ہے وہ تو یہ کہتا ہے کہ ”ہم نے کسی انسان پر اس کی وسعت نفس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا“ اور آپ پہلے دن سے ہی کہنے لگتے ہو کہ میں مر گیا۔۔۔ خدا آپ کو یہ باور کراتا ہے کہ آپ میں کتنی کشادگی ہے۔ بعض اوقات مصائب آپ کے نفس کی کشادگی کی استطاعت ظاہر کرنے کیلئے آتے ہیں۔ جب آپ اس گردش و بلا سے نکلے ہو تو آپ اپنے آپ کو mature پا رہے ہو بالکل اسی طرح جیسے سترہ سال کا ایک ناول ریکروٹ جب ایک دن میدان جنگ سے گزر جاتا ہے تو veteran soldier ہو جاتا ہے۔

سوال: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک قول ہے کہ ولی ہمیشہ تقدیر کے خلاف لڑتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یہ قول میں نے پڑھا تو نہیں ہے۔ بعض اوقات شیخ ” کے ساتھ ایسے قول منسوب ہیں مگر شیخ کا جو قول میں جانتا ہوں وہ تو اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ فتوح الغیب کے ابتدائی صفحات میں درج ہے کہ ”تو خدا کے ہاتھ میں ایسے ہو جا جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے“۔ جسے وہ اپنی مرضی سے الٹا پلٹا رہا ہے۔ یہ تو تقدیر کے ساتھ چلنے کی بات ہے۔ میرا نہیں خیال کہ شیخ نے ایسی بات کبھی کہی ہو۔ ہاں! بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ تقدیر کے مسالک پر صوفی کی approach جدا ہوتی ہے جیسے شیطان رحیم جو اولیاء کی آزمائش کیلئے مشہور بھی ہے اور اس کے لئے ایک خصوصی ٹیکنالوجی برتن ہے تو ایک بار حضرت شیخ جامعہ بغداد میں درس دے رہے تھے کہ اوپر سے ایک بہت بڑا سانپ گر اور شیخ کی گردن کے گرد اس نے چکر لگایا اور زمین پر اتر کر چلا گیا۔ شیخ نے جب درس ختم کیا اور باہر نکلے تو باہر ایک بڑا مکروہ صورت شخص کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ اے شیخ کیا تمہیں پتا ہے کہ وہ سانپ میں تھا، میں جن ہوں اور میں نے بڑے بڑے لوگوں کو بڑے بڑے اولیاء کو آزمایا ہے۔ بہت سوں کے اندر اضطراب نہیں آیا مگر بہت سوں کے اندر اضطراب آیا مگر اے شیخ، اے مرد خدا تو واحد ایسا شخص ہے جس کے ظاہر و باطن میں کوئی بھی

اضطراب نہیں آیا۔ حضرت شیخ نے کہا: ”اے یہ قوف تو تقدیر کے ہاتھ میں ایک کیڑا ہی تو تھا تجھ سے میں نے کیا ڈرنا تھا۔“ جو لوگ تقدیر کے قائل ہوتے ہیں وہ بہت بہادر، بہت دلیر اور بہت ہی different قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ شیخ نے کبھی کوئی ایسی بات کہی ہو کہ وہی کو تقدیر کے خلاف لڑنا ہوتا ہے۔ صرف ایک حوالے سے یہ جملہ درست ہے: ایک دفعہ میں نے ایک شعر لکھا تھا۔ یہ بہت پرانا شعر ہے جو میں نے اسی موضوع پر لکھا:

ازل سے میرا ستارہ میرا رقیب رہا

میں اپنی شومیء قسمت سے خوش نصیب رہا

اس کا بالکل مطلب یہی ہے کہ بعض اوقات ہم بد قسمتیوں کے خلاف لڑتے ہیں اور انہیں قبول کرتے ہیں تو دراصل ہم خوش نصیب ہوتے ہیں۔

سوال: آپ نے اپنے لکچر میں کہا ہے کہ انسان فطرناً خاکی ہے اور خاکی حیثیت میں وہ جنت میں نہیں رہ سکتا تھا اس لئے اس کو زمین پر بھیجنا لازمی تھا تو کیا جنت میں انسان کو جب بھیجا جائے گا تو اس کی chemistry تبدیل کر دی جائے گی؟

جواب: یقیناً جنت میں بھی اور جہنم میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اگر آپ نے قرآن پڑھا ہو تو آپ کو پتا ہوگا کہ جہنم میں انسان کے بے شمار بدن بدلے جائیں گے تاکہ وہ عذاب کا عادی نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: اس سے مجھے ایک بات یاد آئی کہ de-burn کے بعد انسان درد کو محسوس نہیں کر سکتا اور pain perception ختم ہو جاتی ہے کیونکہ nerve endings destroy ہو جاتی ہیں اس لئے پھر اس کی نئی جلد لگائی جائے گی۔ اس بات پر dermatologists (ماہرین جلد) حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ کوئی divine information ہے ورنہ اس زمانے میں یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ de-burns کے بعد آپ درد محسوس نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: میں ایک سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں جو پروفیسر صاحب سے بار بار پوچھا جاتا ہے۔ وہ سوال واژہی سے متعلق ہے۔ اس کے بہت جواب ہیں۔ ایک جواب میرے پاس بھی

ہے جو میرے لیے ہے کہ 90 فیصد حاضرین بغیر واڑھی کے ہیں جو آج کذب کا جہل پر نسل نظر آتا ہے۔ کیا ماضی میں جملہ انبیاء کا بھی یہی پر نسل تھا۔ واڑھی کے مسئلے پر روشنی ڈالیں کیا اس کا مرد کی پردہ داری سے کوئی تعلق ہے؟ اس سوال کے بہت سے جواب پروفیسر صاحب نے دیئے ہوئے ہیں اور ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ میں آپ کو اپنا ذاتی موقف پیش کرنا چاہ رہا تھا۔ مجھے وہ دلچسپ لگتا ہے پتا نہیں آپ کو دلچسپ لگے یا نہ لگے۔ مجھے ایک استاد منتخب کرنا ہے، مجھے دس، گیارہ، بارہ یا میں استاد میر ہیں۔ مجھے ان سے خدا کے بارے میں سیکھنا ہے، رسول ﷺ کے بارے میں سیکھنے کیلئے مجھے ایک ایسا استاد ڈھونڈنا ہے جو اس استاد عظیم کے قریب ترین ہو۔ مجھے گیارہ میں سے دس آوی بارئیں ملتے ہیں۔ میں ان میں اپنے رسول کی کوئی اور صفت نہیں پاتا مگر مجھے ایک شخص بے برائت ملتا ہے اس میں میں اپنے رسول ﷺ کی بہت ساری صفات پاتا ہوں اس لیے میں اسے منتخب کرنا ہوں۔

پاکستانوں کا ڈنی کرب

سوال: ہر پاکستانی ایک ڈنی کرب میں مبتلا ہے جو ہر روز کسی نہ کسی واقعہ کی وجہ سے تازہ ہوتا ہے۔ ہم کب تک ان حالات کو اپنے موافق بنانے میں کامیاب ہوں گے اور امن دیکھیں گے؟ کب بیرونی طاقتوں کو مار بھگائیں گے؟ کیا حالات بہتر ہوں گے یا بہت دیر ہو چکی ہے؟

جواب: پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

تو اگر میرا نہیں جتا نہ عن اپنا تو عن

یہ تمام اصحاب ملکن واقعات جو پاکستان میں جاری رہتے ہیں یہ پاکستان کے مضبوط ترین upper خول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ پاکستان کی بنیاد ایک انتہائی مخلص اور نیک نیت شخص کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی۔ ہمیں پتہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد ان لوگوں کے اس mob (ازو حام) کے ذریعے رکھی گئی جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام تر priority ایک کلمہ کو بنایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔ جنہوں نے پکار کر کہا: پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا

اللہ۔۔۔۔۔ ان کی قربانیاں ضائع نہیں جاسکتیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کو بحیثیت ملک کسی بھی بد بخت کی نظر نہیں لگ سکتی مگر ایک بہت بڑا عجیب سا اخلاق تاریخ دہرا رہی ہے۔ کچھ دن پہلے ”من لادن“ کے ساتھ چیف نے امریکہ میں ایک انٹرویو دیا جو بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں موجودہ حکمرانوں کے بارے میں بڑی ماقص باتیں بھی ہیں مگر امریکہ کے بارے میں اس نے یہ صاف صاف کہا ہے کہ شاید اس احمق ترین اقدام میں جو اس نے پاکستان اور افغانستان میں کیا ہے اگر وہ پاکستان کو آزاد نہیں چھوڑے گا اور لوگوں کو اپنے حقوق نہیں ملیں گے تو دنیا میں کبھی بھی امریکن مفاد نہیں ہو سکتا اور یہ کہ افغانستان اس کو بھی اسی طرح کھڑے کھڑے کر دے گا جس طرح اس نے Russia کو کیا۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان کے نصیب میں شاید سپر پاور کو کھڑے کھڑے کرنا لکھا ہے۔ مرنے تو ہم بھی ہیں مگر میں آپ کو ایک اور حیرت انگیز بات اسی حوالے سے سنانا ہوں۔۔۔۔۔ اس بار جب اغیا بہت تیار ہو کر آیا اور خیال کیا جاتا تھا کہ ایسے وقت میں جب ہم اس بارڈر پر بھی لڑ اور مر رہے ہیں اور اگر اغیا بھی آگیا تو ہم کیا کریں گے مگر حیرت انگیز بات ہے کہ جس بندے سے بھی میں نے بات کی کہ اغیا attack کرنے والا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ”آئے ما فیر“۔۔۔۔۔ (وہ حملہ کر کے تو دیکھے) میں حیران ہو گیا کہ میں جس عورت سے بھی پوچھ رہا ہوں اور جس مرد سے بھی پوچھ رہا ہوں، وہ آگے سے کچی کہہ رہا ہے کہ آئے ما فیر۔۔۔۔۔ ہم اتنے عادی ہو چکے ہیں دھماکوں کے اور risks کے کہ ہمیں کوئی اثر ہی نہیں ہوتا کہ کوئی حملہ کرے گا۔۔۔۔۔ ایسی قوم کے ساتھ لڑنا بہت مشکل ہے۔

سگریٹ نوشی

سوال: آپ سگریٹ پیچے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سگریٹ میں کتنے زہر ہوتے ہیں اور آپ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بھی اس کا شکار کرتے ہیں۔ وضاحت کریں۔

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل: میں آپ کو اس کی معافی بخش نہیں کر سکتا۔ یہ ایک بہت بری عادت ہے جو میرے مرید گرامی کو ہے اور میں بھی اس میں شامل ہوں اور میں کئی بار اس پر ان سے لڑ چکا ہوں

مگر یہ کہتے ہیں کہ پہلے تم چھوڑو۔ آپ لوگ ہمارے لیے دعا کیجئے۔ یہ واقعاً بہت بری عادت ہے اور سگریٹ نہ پینے والوں کی موجودگی میں سگریٹ پینا تو ایک ناگفتہ بہ بات ہے۔

پروفیسر احمد رفیق: ویسے اگر آپ اس کی تحصیل چاہنا چاہو تو آپ شرمندہ ہو جاؤ گے کیونکہ آپ کو سگریٹ کے اوصاف کے بارے میں نہیں معلوم۔۔۔۔۔ بہر حال میں شاید ایک غلطی کرتا ہوں اور یقیناً کرتا ہوں مگر میں ذاتی سطح پر اس کے مداوے کی کوشش بھی ضرور کرتا ہوں۔ باقی یہ بات کہ non smokers کی موجودگی میں کیوں سگریٹ پیتا ہوں تو یہ ایک دلچسپ سوال ہے۔۔۔۔۔ تو پھر لوگ مجھے فارغ چھوڑ دیا کریں نا۔۔۔۔۔ جب میں ایک لمحہ بھی فارغ نہیں ہوں، جب میں چھت پر نہیں جا سکتا، کچھتوں میں کھڑا ہو کر سگریٹ نہیں پی سکتا تو مجبوراً میرا یہ تھوڑا سا جبر میرے احباب کو اٹھانا پڑے گا مگر جو بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ زیادہ دلچسپ ہے۔ یہ تھوڑا سا psychological ہے تو اس کو میں زیادہ explain نہیں کروں گا۔ مگر آپ اگر understand کرو گے تو انجانے کرو گے۔ وقت کے ایک بہت بڑے سائیکولوجسٹ کے ساتھ میری بڑی آشنائی اور دوستی تھی۔ وہ بھی بہت سگریٹ پی جتے تھے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ میں اتنے نہیں پیتا تو ہوا یہ کہ میں نے ایک دن ان سے پوچھا ”ڈاکٹر صاحب! سگریٹ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ تو وہ بڑی گنیمہ فنی بنے اور کہا:

"It is partly anal, partly oral and partly sexful". میں نے ان تینوں نقطوں پر بڑا غور کر کے کہا کہ یہ تو ساری کی ساری ناقص باتیں ہیں تو کیا کوئی اور بھی reason ہے کہ جس کے تحت سگریٹ قبول کیا جائے تو انہوں نے کہا: "It is the greatest fidget control" سگریٹ کی یہ خوبی کہیں بھی نظر انداز نہیں ہو سکتی کہ یہ سب سے زیادہ fidget (اضطرابی حرکات کو) کنٹرول کرنے والی چیز ہے۔ fidget کنٹرول کیا ہوتا ہے؟ اگر آپ دیکھیں تو بعض لوگ خواہ مخواہ کی حرکات میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً جسم پر کبھی ادھر خارش، کبھی ادھر خارش۔۔۔۔۔ جیسے انڈیا میں خارش دور کرنے والی کریوں کے جواشتہار چلتے ہیں کہ کوئی کان کھجا

رہا ہے، کوئی ناک کھجا رہا ہے۔ That looks so much funny, it seems۔ مگر اگر آپ کی انگلیوں میں سگریٹ ہو تو وہ سارے سارا اضطراب اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اور آپ کی باقی حرکات خاموش ہو جاتی ہیں۔ intellectuals میں یہ حرکات بہت زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اس کو fidget کنٹرول کہتے ہیں۔

ڈاکٹر عبد الجلیل: آپ نے دیکھا کہ عقل کتنی عیار ہوتی ہے۔ (قہقہہ) پروفیسر رفیق: اس کے علاوہ مذہباً سن لیجئے کہ شرع کوئی نئے مسائل نہیں بناتی۔ شرع میں حرام ہے، مکروہ ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔ اتفاق سے سگریٹ پر یہ تینوں فتوے نہیں نکلتے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات سن لیجئے یہ بڑی دلچسپ ہے۔ یہ میری اپنی ہے۔ میں تھوڑا سا (خیالی) imaginative بندہ ہوں۔ سوچتا اس انداز سے ہوں۔ مجھے ایک حدیث یاد آتی ہے کہ ”قیامت جب بہت قریب آئے گی تو اہل ایمان اٹھالیے جائیں گے کہ ایک بڑی نرم ہوا چلے گی جو ان کے گلے میں کوئی غدو پیدا کرے گی“ اور مجھے لگتا ہے کہ وہ ”ہوا“ سگریٹ ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ عقل کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ (قہقہہ) بہر حال میں آپ کو ایک کچی بات بتاتا ہوں۔ میری عمر 65 سال ہے اور میں تیز دوڑتا ہوں، نازہ ہوا، سانس کو بحال رکھنا اور اپنے lungs کی صحت کیلئے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے ایسی کوئی بھی عادت اختیار کرنی ہے تو اس کا مداوا بھی ضرور اختیار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی سگریٹ پیتا ہے یا کوئی سگریٹ پیا چاہتا ہے تو اسے اس کا مداوا بھی کرنا چاہئے۔ اسے ورزش اور تیز دوڑنا چاہئے۔ اس کے بارے میں ایک بات اور بھی ہے کہ یہ gastric کنٹرول کے بھی کام آتی ہے اور کچھ rare cases میں Bronchial diluter بھی ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں ساری خرابیاں ہی ہیں۔

آپ نے سیسی فس (sysy phus) کی کہانی تو پڑھی ہوگی۔ اس کو شوق تھا کہ میں موت سے بچ جاؤں تو اس نے موت کے فرشتہ کو dodge دینے کی کوشش کی۔ اس نے لاکھوں

کبریوں اور بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑپالا۔ جب اس کو پتا چلا کہ اس نے آج گزر جانا ہے تو وہ ایک بھیڑ کی کھال پہن کر بھیڑوں میں گھس گیا۔ اب موت کا فرشتہ آ گیا۔ اس نے بڑا زور لگایا کبھی ادھر ہاتھ مارے، کبھی اُدھر ہاتھ مارے لیکن وہ بھیڑوں میں نکل گیا۔ ساری بھیڑیں ایک جیسی تھیں۔ آخر کار وہ وقت گزر گیا جس میں اس کی موت آتی تھی۔ اس نے کھال اتاری اور ہنسا آہلپا ہا۔۔۔۔۔ میں نے Hades (ہیڈیز) کو دھوکہ دے دیا۔ یونانی دیو مالائی کہانوں میں Hades (ہیڈیز) موت کے خدا کو کہتے تھے۔ ”اولپک گاڈ“ نے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھ فراڈ کیا ہے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نشستے ہیں۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو زندہ تو رہے گا مگر تیری سزایہ ہے کہ پھاڑ کے نیچے سے ایک پتھر اٹھا اور پھر اس کو پھاڑ کی چوٹی تک پہنچا۔ جونہی وہ چوٹی تک پہنچا وہ پتھر پھر نیچے گرا دیا جاتا۔ تب سے لے کر اب تک یونانی دیو مالا کے مطابق ”سیسی فٹ“ اس مشقت میں معروف ہے۔ وہ نیچے سے پتھر اٹھا کر اوپر لے جاتا ہے اور اوپر سے وہ پھر گرا دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ جب کوئی سگریٹ پیتا ہے تو پھر وہ پتھر بھی اٹھائے۔۔۔۔۔

اللہ: حسن ذوق کی انتہا

سوال: معمولی ذوق کی استطاعت سے آگے بڑھ کر ultimate refined beauty تک کا ستر کیسے طے ہو سکتا ہے ہم کس درجے میں اللہ کے حسن کو appreciate کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟

جواب: I think generally it is not a specific question about a quality of aesthetics a man has (جمالیات) aesthetics نہیں بلکہ اخلاص چاہیے ہوتا ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ انسان سے طلب کرتا ہے۔ اللہ نے شیطان سے کہا تھا کہ بلاشبہ تو میرے بندوں کو گمراہ کرے گا ظاہر سے، باطن سے، اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے بائیں سے۔۔۔۔۔ ”الْأَعْبَادُ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ“ مگر میرے مخلص بندوں کو تو گمراہ نہیں کر سکتا۔ خدا کے حضور سب سے بڑی کوالٹی جو رنگ پکڑتی ہے وہ

اخلاص ہے اور جیسا خلاص پیدا ہو جائے تو اس کی مقدار کم و بیش نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس لیے اللہ نے بھی محبت ڈیماڈ کی ہے۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی دوسرے جذبے سے بدل نہیں سکتا۔ یہ singular ہے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی دوسرے جذبے سے replace نہیں ہو سکتا اور جو متائے قلب ہے اس کے بارے میں صوفیاء نے کہا: ”الصفاء صفت الاحباب“ متائے قلب اللہ کے دوستوں کی صفت ہے۔ ”وہم ضموں بالامعحاب“ (یہ وہ سورج ہیں جن پر بالوں کے سائے نہیں پڑتے) یہ ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں اس لیے میرا یقین ہے کہ اخلاص ترقی پذیر کوالٹی ہے اور متائے قلب کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان محبت الہیہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ باقی جو درجات ہیں، معاف کیجئے گا وہ emotions (جذبات) سے نہیں ہیں۔ درجات علم سے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”ترفع درجات من نشاء“ (جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرنا ہوں) ”ولفوق کل ذی علم علیم“ (اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے)

عقل کی کمی بیشی

سوال: انا ہدینہ السبیل انا شاکراً و انا کفوراً (ہم نے اسے راہ دکھائی اب چاہے اقرار کرے یا انکار) سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ تمام بچوں میں ایک جیسی عقل پیدا کرتا ہے کیا عقل کا کم یا زیادہ ہونا آئی کیو (I.Q) لیول ہے اس کی اپنی غور و فکر کیا ہے؟

جواب: ڈاکٹر عبد الجلیل اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ آپ عقل سے کیا مراد لیتے ہیں۔ اگر آپ عقل سے مراد intelligence (ذہانت) لیتے ہیں تو ذہانت کی کافی قسمیں ہیں۔ Intra personal intelligence, (باہمی تعلقات پر مبنی ذہانت) personal intelligence, (انفرادی ذہانت) social intelligence (سماجی ذہانت), Musical intelligence (موزیکل ذہانت) mathematical intelligence (حسابی ذہانت) ابھی تک دریافت کی گئی نو ذہانتیں ہیں جو انسانی ذہن کی

بہترین ملاجیتیں ہیں اگر عقل کو اس آیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو ان تمام عقلوں کی کچھ مقدار کی بیشی کے ساتھ مختلف ratio کی صورت میں دی ہے۔ کسی آدمی میں ان عقلی صلاحیتوں میں سے کوئی صلاحیت بہت زیادہ ہے تو کوئی دوسری صلاحیت بہت کم ہے بعض لوگوں میں سب ہی صلاحیتیں بہت اچھی مقدار میں ہیں۔ یہ مختلف combinations ہیں جو بلا مقصد نہیں ہیں بلکہ قرآن میں ایک آیت ہے کہ ہم نے مختلف چیزیں بنائے تاکہ تمہارے درمیان کوئی سماجی رکاوٹ (social friction) پیدا نہ ہو۔ اگر سارے طبیب ہوتے تو مریض کون ہوتا۔ اگر سارے سوار ہوتے تو گاڑی کون چلاتا۔ اس میں کوئی شرف نہیں ہے There is no virtue in being a doctor or a patient or a student or a teacher. patterns کے سب آنا کثوں کے ہیں جن میں انسان ڈالے گئے ہیں اور اس چیز اور شعبے کے مطابق آپ کو ذہانت کی مقدار اور اقسام دی گئی ہیں۔ باقی رہ گئی اللہ کی بچان تو ہر شخص کو اس کی دی گئی عقل کی اقسام اور مقدار کے مطابق اللہ کا عرفان حاصل کرنا ہے جیسے یہ کہا گیا:

یہ کچھ اس طرح سے آئے مجھے اس طرح سے دیکھا

میری آرزو سے کتر میری تاب سے زیادہ

دعا یہ کرنی چاہئے کہ ہماری understanding، ہماری perception اور ہمارا علم ایک ساتھ بڑھے۔ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا مشاہدہ آپ کے علم سے تجاوز کر جائے تو آپ جذب میں چلے جائیں گے، آپ حیران اور پریشان ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ کا علم بہت بڑھ جائے اور مشاہدہ اس کے ساتھ parallel (مساوی) نہ ہو تو آپ بہت ساری علمی خطائیں کریں گے جو آج کل کے لوگ کرتے ہیں۔ میں کوئی عالم تو نہیں ہوں بلکہ صرف آپ کو بتا رہا ہوں کہ بہت سے عالم ایسے ہیں جو مذہب کا وہ aspect نہیں جانتے جو ہم آج صبح discuss کر رہے تھے اور اس کی وجہ سے کثیر علم رکھنے کے باوجود وہ غلط نتائج تک پہنچتے

ہیں اس کے لئے جو عقل چاہئے وہ ایک اور عقل ہے جسے reasoning intelligence (منطقی ذہانت) کہتے ہیں کہ آپ اپنی دلیل کس طرح استوار کرتے ہیں۔ میں آپ کو یہاں منطق تو نہیں پڑھا سکتا اور نہ ہی مجھے اتنا منطق آتا ہے لیکن بنیادی طور پر منطق یا reasoning کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر 'اے' برابر ہے 'بی' کے ($A=B$) اور 'بی' برابر ہے 'سی' کے ($B=C$) تو پھر 'اے' بھی 'سی' کے برابر ہوگا ($A=C$) اسی reasoning intelligence کی بنیاد پر آپ اپنی علمی استعداد کے مطابق خدا تک بڑھتے ہیں۔ اس میں خدا آپ سے یہ امید نہیں کرتا کہ وہ آپ سے آپ کی استعداد سے زیادہ پہچان مانگتا ہے۔ مختلف لوگ اللہ کی مختلف اقسام کی پہچان رکھتے ہیں۔

گدی نشین

سوال: پروفیسر صاحب آپ کا گدی نشین کون ہوگا اور ہمیں مایوس تو نہیں ہونا پڑے گا کیونکہ سال میں دو وقت کا چھا کھانا آپ کے بعد ہمیں کہاں سے ملے گا؟

جواب: خواتین و حضرات! گدی ہوگی تو گدی نشین ہوگا۔۔۔ ہم بغیر گدی کے ہیں اور انتہاء اللہ تعالیٰ ہمارے تمام احباب اللہ کے فضل و کرم سے گدی نشین ہیں۔ اب میں آپ کو ایک passion کی بات بتاؤں اور ایک اصولی سی بات بتاؤں، مجھے علم ہے کہ استادوں کی کسی اور چیز پر میرا کوئی ماز اور تقاضا نہیں ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ میں پیدائشی ٹیچر ہوں۔ شروع سے ہی میرا ٹیچنگ سے واسطہ رہا بلکہ اللہ سے میرا ایک عہد رہا کہ جب مجھے ٹیچنگ سے پروموشن ملے گی تو میں ٹیچنگ چھوڑ دوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا اس لیے میں لاہور کی نوکری چھوڑ کر اوجھڑا آیا کیونکہ انہوں نے مجھے بطور پرنسپل ترقی دینی تھی۔ آپ کو ایک اتفاق کی بات بتاؤں جو آپ کو شاید بڑی مشکل خیز لگے کہ میں جس گریڈ پر بھرتی ہوا تھا اسی پر میں ریٹائر ہوا۔ کسی قسم کی کوئی ترقی نہیں ملی۔ بد قسمتی سے بالکل آخری وقت پر آ کر ان ملاکتوں نے مجھے ترقی دینے کی کوشش کی جو مجھے کسی بھی صورت ہضم نہیں ہو سکتی تھی اس لیے میں نوکری چھوڑ کر گھر چلا آیا۔

ایک بہت بڑا سوال یہ ہے کہ ایک استاد کا کیا کام ہے۔ ماشاء اللہ آپ میں سے بہت سے استاد ہوں گے۔ اپنے اپنے پروفیشن اور ٹیکنیک میں ہر بندہ استاد ہوتا ہے۔ Renignon نے بڑی مناسب بات کہی، موصوف بڑے ہی متلاشی اور جستجوئے قلب و ذہن کے مالک تھے۔ کبھی وہ بدھ ہوئے، کبھی ہندو، کبھی یہ، کبھی وہ، اور بالآخر مسلمان ہو گئے۔ مگر جب میں نے ان کے حوالہ تصوف سے کتاب پڑھی تو محسوس ہوا کہ شاید تصوف کے سلسلے میں انہیں اپنے ارد گرد سے کوئی مناسب اطلاع نہیں ملی۔ academics کی دنیا سے نکلنے ہوئے تصوف کی دنیا ایک بڑی عجیب و غریب دنیا لگتی ہے مگر خواتین و حضرات! جو بات میں آپ سے کہنے جا رہا ہوں اسے بڑے غور سے سنئے گا۔۔۔۔۔ یہ آپ کے یاد رکھنے کی باتیں ہیں۔ بہت سے لوگ حدیث کے مخالف ہیں۔ بہت سے لوگ اس عظیم استاد کی باتوں کو یاد رکھنے کے مخالف ہیں۔ بہت سے لوگوں کو ان پر technical اعتراض ہے اور بہت سے لوگ سرے سے حدیث کے منکر ہیں مگر ایک عجیب بات آپ کو بتا دوں کہ قانون اسلام کی بنیاد میں فیصد قرآن پر ہے اور باقی اسی فیصد حدیث پر ہے۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ وہ لوگ جو حدیث کی مخالفت کرتے ہیں وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کون سی حدیث کمزور ہے اور کون سی بہتر ہے مگر اس کیلئے آج کا کوئی عالم و فاضل سند نہیں رکھتا۔ اس کیلئے وہ لوگ سند ہیں جنہوں نے اپنی پوری کی پوری زندگیاں حدیث کیلئے وقف کیں۔ امام مسلم بن حجاج کی موت کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ وہ انتہائی اٹھاک سے ایک حدیث ڈھونڈ رہے تھے اور ساتھ ساتھ کچھوریں کھا رہے تھے اور انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب حدیث ملی تو کچھوروں کا پورا ٹوکرا ختم ہو گیا اور حضرت کی وفات ہو گئی، یعنی اس قدر اٹھاک سے ان لوگوں نے حدیث پر تحقیق کی۔ امام اسماعیل محمد بن بخاری نے memory کا ایک قانون اپنی حدیث سے دیا۔ امام بخاری کا یہ قانون بڑا عجیب و غریب ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ اے پیغمبر حدیث آپ کو کس طرح ایک لاکھ سے زیادہ احادیث یاد ہیں اور آپ بھولے نہیں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نظر کرتا رہتا ہوں۔ یہ بات یاد رکھیے گا کہ اس محدث نے memory

(یادداشت) کا ایک بڑا اصول دیا ہے کہ memory بھولنے کی شائق ہوتی ہے، بکھر جانے کی شائق ہوتی ہے تا نکلا آپ اسے بار بار ایک repetitive sentence دو اور بار بار اپنی کچی ہوئی بات کو دہراتے رہو تو پھر آپ کی یادداشت stable رہتی ہے ورنہ آپ سب کچھ بھول جاتے ہو۔

جس طرح ہمارے اسلامی قوانین میں فیصد قرآن پر مشتمل ہیں اور اشی فیصد قول رسول ﷺ پر مشتمل ہیں اسی طرح تصوف کا بھی ایک قانون ہے جو میں آپ کو اپنی طرف سے پیش کر رہا ہوں کہ میں فیصد تصوف ظاہر پر لاگو ہوتا ہے اور اشی فیصد آپ کے باطن پر لاگو ہوتا ہے اگر آپ نمازوں کی اوسط دیکھو اور جو کچھ آپ نے پورے سال میں اللہ کیلئے کرنا ہوتا ہے اس کی اوسط دیکھو تو ظاہر اگر پانچ وقت کی نماز آپ پڑھ لیتے ہو تو پھر آپ کو اور کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ پھر سال میں ایک بار زکوٰۃ، ایک مہینے کے روزے۔۔۔ اگر یہ سب آپ کر رہے ہو تو آپ مسلمان ہو۔ آپ مسلمان ہونے کے کماٹے اپنا فرض ادا کر رہے ہو۔ اشی فیصد وہ چیزیں ہیں جو آپ کے باطن میں خدا کے ساتھ تعلق پر مبنی ہیں اور اس میں کیا کچھ نہیں آتا۔ اس میں غیبت ہے، حسد ہے، کینہ ہے، possession ہے، ناجائز توقعات ہیں، تقدیر کے مسائل ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں جو آپ کے ذہن و قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے آج تک کسی dogmatic (اپنے عقیدے پر جھمے ہوئے) عالم کو تصوف کی سمجھ نہیں آئی۔ حافظ شیراز نے بڑا طنز اُکھا تھا کہ

ہزار نکتہ باریک تر ز مو انجاست
نہ ہر کہ سر ہر اشد قلندری داند

understanding اور معرفت کے ہزاروں باریک تر نکلتے ہیں اور آپ کی ذہین ترین عقل اس کام میں مصروف ہوتی ہے اور خدا کی رضا میں bifurcate کر رہی ہوتی ہے weeding کر رہی ہوتی ہے۔ ان بدسرشت پودوں کے سرکاٹ رہی ہوتی ہے، شاعری کے تلفذ کو مٹا رہی ہوتی ہے، خواہشات کے تھرو کو مٹا رہی ہوتی ہے اور وہ باریک ترین delicacies جو self سے

منسلک ہوتی ہیں ان کو آپ تصوف میں بڑی مہارت اور باریکیوں سے کاٹ رہے ہوتے ہیں۔

This is not the job of an un-educated man. یہ ایک مشکل امر ہے جس کے لئے تعلیم کا ہونا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ آپ کے فزیکل academics ہوں، ضروری نہیں کہ وہ آپ کے کتابی اوراق ہوں مگر اس کے ساتھ دل کی خواہش، اللہ کی تلاش، طلب اور اس کی ہمسائیگی میں بسنے کی آرزو سب سے بڑا محرک ہوتی ہے۔

The day if you have not loss the love of God you will certainly succeed, but I want to tell you the difference of a teacher.

Renignon نے کہا کہ Teacher's job is to initiate not to educate. تعلیم یا ایجوکیشن کیا ہے؟ کتاب دیکھی، کتاب پڑھی اور کتاب پڑھائی۔۔۔۔۔ اس سے نیا وہ ایک استاد کو کیا غرض ہے یا پھر آخر میں پرچے آئے، نمبر لگائے اور حساب کتاب برابر کیا مگر initiation ایک استاد کی discretion (دوراندیشی) ہے۔ جب وہ اپنے طالب علم پر پہلی نگاہ ڈالے تو وہ تصوف کی نگاہ ہو۔ اسے چاہو کہ میرے طالب علم کا معیار یہ ہے، اس کا اخلاق یہ ہے، اس کا کردار یہ ہے، اس کی understanding یہ ہے اور میں نے اس کو زندگی بھر کے مسائل کیلئے تیار کرنا ہے۔ اس کو میں نے کلاس کیلئے نہیں، ڈگری کیلئے نہیں بلکہ زمانے بھر کے مسائل کیلئے تیار کرنا ہے اور اس کی قبر تک اس کی استخانت کرنی ہے۔ ایک اچھا استاد ایسا ہوتا ہے اور محمد ﷺ سے بڑا استاد کون ہو سکتا ہے اور وہ کتنے بڑے استاد ہیں۔ میں آپ کو ایک بڑے استاد کا فرق بتاتا ہوں۔ ایک استاد اپنے کسی ایک طالب علم پر یا چند طالب علموں پر نازاں ہوتا ہے (یہ استاد کا وصف نہیں ہے) مگر اس عظیم اور مبارک ہستی پر ذرا غور کیجئے کہ ایک بدتمیز ترین کلاس اس کے حوالے کر دی گئی۔ جو قاتل، خونی، بدتمیز اور اول درجے کی شورش پسند کلاس تھی اور اس نے صرف ایک لڑکے کو نہیں اٹھایا، ایک فرد کو نہیں اٹھایا۔ سرکار رسالت مآب کس درجے کا استاد

ہیں کہ دنیا کی بدترین کلاں کو بدل کے دنیا کے بہترین انسانوں میں رکھ دیا۔ وہ کیسے استاد تھے، وہ کیسی تعلیم تھی کہ جو صرف فردِ واحد پر نہیں گئی۔ کبھی آپ نے زندگی میں ایسا معاشرہ نہیں دیکھا۔ کبھی تاریخ انسان میں ایسا لمحہ استاد نہیں آیا، ایسے خوبصورت شاگرد نہیں آئے۔ اس نے کلاں نہیں ڈھلی، propagate نہیں کیا، "ایک چھپاؤ اور دوسرا نکالو" والا کام نہیں کیا۔ وہ ایک نئی قسم کے لوگ نہیں تھے، ابو بکرؓ کسی اور مزاج کے تھے، عمرؓ کسی اور مزاج کے، جناب علیؓ کسی اور درجہ و مقام کے، عثمانؓ کسی اور طرز کے تھے آپ دیکھیں تو سبھی کہ وہ کس قسم کے لوگ تھے، کیا قدر مشترک رسول ﷺ نے اس کلاں میں بھاری۔۔۔۔۔ یہ بدر میں تین سو تیرہ تھے، بیعت رضوان میں یہ ساڑھے تین ہزار تھے اور خطبہ و حبیہ الوداع کے دن یہ ایک لاکھ تھے۔ یہ ایک لاکھ ولی تھے۔ یہ نہ سمجھتا کہ یہ کوئی چھوٹے موٹے ولی تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کیلئے خدا نے قرآن میں سندوی کہ میں ان سے راضی ہوا، یہ مجھ سے راضی ہوئے۔ کیا اب اصحاب رسول ﷺ کے بعد کسی کیلئے یہ لکھا ہوا آئے گا؟ کیا اب کوئی اپنی تصدیق قرآن سے ڈھونڈے گا؟ کیا کوئی اللہ کی زبان سے سن پائے گا کہ ہم اللہ کے نزدیک مستحیر ہیں، ہم مقصود ہیں۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا اس لیے کہ یہ وہ کلاں تھی جسے ایک عظیم ترین استاد نے بیک وقت، بیک عہد، ایک تعلیم سے اتنا مستحیر اور مقدس کر دیا کہ وہ آج بھی زمانے کے مرشدانِ گرامی ہیں جن کو ہم اصحاب رسول ﷺ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ کوئی مارل بات نہیں ہے۔ جو صلاحیت فکر کسی شاگرد میں ہوتی ہے استاد سے perfection تک نہیں لے جاسکتا۔

کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ کا فلاں شاگرد فلاں کام کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تین دن ہوئے ہیں اسے تسبیح شروع کیے ہوئے اور تو کیا سمجھتا ہے کہ تین دن میں ماریٹ قلب بدل جاتی ہے، ذہن بدل جاتے ہیں، خیال بدل جاتے ہیں۔ بار بار آپ ایک سبق کو دہراتے ہیں۔ بڑا سادہ سادہ سبق۔۔۔۔۔ میں آپ کو اس کی Fool proof methodology بتاتا ہوں۔۔۔۔۔ آپ قیامت کے میدان میں جاؤ۔ آپ گروہِ من کے نہیں جاؤ گے، آپ اُمتِ رسول ﷺ کے من کے جاؤ گے اور اللہ آپ سے پوچھے گا ایک معمولی سے کٹی کوچے میں بسنے والے استاد نے آپ کو کیا سکھایا

تھا تو آپ اسے صرف یہی جواب دیں گے مگر ہم نے اس سے صرف ایک ہی بات سیکھی:
 Allah is the top priority. (اللہ ہی ترجیح اول ہے) تو کیا اس بات پر خدا آپ کو سزا
 دے گا۔۔۔؟ ذرا سوچو تو سبکی کہ کیا اس بات پر خدا آپ کو سزا دے گا کہ جب آپ اس سے کہیں
 گے کہ اس Top priority کو جتنی طور پر سلامت رکھنے کے لئے اللہ ہم نے صبح و شام تمہیں
 یاد کیا۔

کو میں رہا مٹن ستم ہائے روزگار
 لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

ہم صبح و شام تجھے یاد کرتے رہے۔ اللہ میاں ہم نے تجھے بہت miss کیا۔ ہم نے بہت سی
 چیزیں ترک کیں، کبھی کھانا چھوڑ دیا، کبھی پیچھا چھوڑ دیا، کبھی بیگم سے ناراض ہوئے، کبھی خاوند کی
 سرتابی کی۔ یہ سب رہا لیکن ”تیرے خیال سے غافل نہیں رہا“۔۔۔ کیا اس بات پر اللہ آپ کو
 ڈانٹ پھینکا کرے گا اور کہے گا کہ یا اراکمال ہے، تمہیں تو چاہیے تھا کہ تم اپنی زندگی گزارتے، تم
 میرے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے۔ میری تسبیح کیوں کرتے رہے۔۔۔ اور تیرا اصول اسی عظیم استاد
 محترم کا ہے اور وہ اعتدال ہے، مفرط و تفریط سے بے نیازی ہے۔ We don't want to
 change ourselves into robos again. اللہ نے ہمیں robos بننے سے
 ہی تو روکا ہے۔ اللہ نے ہمیں مشین بننے سے ہی تو روکا ہے ورنہ وہ آپ کو artificial
 intelligence کیوں دیتا۔ اللہ نے آپ کو انفرادیت بخشی ہے۔ اللہ تو چاہتا تھا کہ ہر انسان
 دوسرے سے مختلف ہو، ہر انسان مختلف مختلف رہے، اس کی رہائش، اس کی غربت، اس کی امارت،
 اس کا انداز زندگی different رہے مگر اس کی approach ایک رہے۔ وہ میرے لیے
 اخلاص رکھتا ہو اور میں اس کیلئے خلاص رکھوں۔ ”فاذ کرونی اذکروکم“ (تم مجھے یاد کرو میں
 تمہیں یاد کروں گا) کون ایسا شخص ہے کہ جو مسیح الہی پر اعتراض کرے جب کہ خدا کا یہ دعویٰ ہو کہ تم
 مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ جب آپ اسے یاد کرتے ہو تو آپ کو شک ہوتا ہے کہ شاید

ہماری یاد میں کی ہے، ہماری یاد میں خامی ہے، شاید جہہ دل سے اسے نہیں یاد کر رہے، شاید صرف ہماری زبان مل رہی ہے، شاید ہمارے دماغ میں بہت سے اور خیالات بستے ہیں مگر اگر نماز میں وساوس کا آنا عین ایمان ہے۔۔۔۔۔ امام بخاری باب الایمان میں پہلی حدیث یہ لائے ہیں: اصحاب رسول ﷺ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز میں دوسو سے بڑے آتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”عین ایمان ہے“ اگر آپ اچھے ہو تو دوسو سے آئیں گے، بُروں کو کیا دوسو سے آنے ہیں۔ تم خدا کے ماننے والے ہو تو تمہیں شیطان بہکا تا ہے۔۔۔۔۔ اگر نماز میں دوسو سے عین ایمان ہیں تو ہر وقت یاد الہی میں کتنے وساوس نہ آئیں گے تو پھر کیا آپ یاد الہی کو چھوڑ دو گے؟ کیا آپ ذکر خدا کو چھوڑ دو گے؟ ذکر خدا ایک نازل activity ہے، یہ کوئی اوٹ چٹانگ activity نہیں ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ دو چار تسبیحات پڑھنے سے بدن کیسے پھول جاتا ہے اور کیسے دم نکل آتی ہے اور کوئی vestigial organ کیسے عروج پا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ لوگوں میں انتہائی خرافات قسم کی جو باتیں مشہور ہیں کہ فلاں قسم کی تسبیح سے یہ ہو جاتا ہے، فلاں تسبیح سے وہ ہو جاتا ہے۔ اگر آیت کریمہ پڑھو گے تو جسم پھٹ جائے گا، چھالے نکل آئیں گے۔ مگر کیوں؟ کیا آیت کریمہ اس لیے نئی ہے؟ قرآن تو آیت کریمہ کے کچھ اور مقاصد بتا رہا ہے۔ قرآن تو بتا رہا ہے: ”وَنَجِّنُهُ مِنَ الْغَمِّ“ (88:21) (اس آیت کے بدلے، اس اپروچ کے بدلے، اس لفظ کے بدلے جو اس نے مجھے کہا، میں نے اسے غم سے نجات دی) اور یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کو بھی کبھی لفظ بہت اچھے لگتے ہیں۔ آپ کی ادائیگی، آپ کی تعریف، آپ کا حسنِ ادا، آپ کا حسنِ نظم اسے بھی بہت پسند ہے۔ ایک بار ایک بدوی نے رسول ﷺ کے سامنے اپنے رب کی تعریف ان الفاظ میں کی: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمَلًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكًا لَّيْلَةً“ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ”وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ يَجْلُو عَنْهُ“ یہ اتنی خوبصورت ادا ہے بات کہنے کی، اتنا حسین فکر ہے کہ فرشتے جھکے پڑتے ہیں کہ اس کا ثواب کیا لکھیں؟ یہ اتنی خوبصورت ادا ہے بات کہنے کی، اتنا حسین فکر ہے کہ فرشتے جھکے پڑتے ہیں کہ ہم اس کا ثواب کیا لکھیں۔ یہ تو سارے دیکھا تو ڈر گیا۔ اس نے تو exceptional way of appreciation of God اپنی اپنی تو خداوند کریم

کیسے کہہ سکتا ہے کہ تمہاری یاد مجھے مرغوب نہیں ہے۔ آپ ایک بار یاد کرو گے تو وہ آپ کو دس بار یاد کرے گا۔ آپ کی یاد ناقص ہوگی مگر جب اس کے بدلے آپ کو اللہ یاد کرے گا تو اللہ کی یاد جیسی کوئی یاد نہیں ہوگی۔ یہی یاد آپ کو اعتدال کی طرف بڑھا کر لے جائے گی۔ پھر یہ اللہ کا کام ہے کہ وہ آپ کو ہر مشکل اور کرب و بلا سے دور رکھے۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ دیکھئے دونوں طرف اس کے وعدے ہیں۔ اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا: ”ما يفعل الله بعذابكم“ (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں۔) کیا اس خدا کو آپ نا انصاف کہتے ہو، اس کو جابر مطلق کہتے ہو کہ وہ انسانوں پر قابرو جابر کی طرح مسلط ہے۔ یہ شرق و مغرب میں ایک ملایا تھی تصور ہے جو خدا کے بارے میں ہے کہ وہ سزا دینے والا قابرو جابر ہے وہ تو کہتا ہے کہ ارے بندو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دوں ”بحسرة على العباد“ اللہ کہتا ہے کہ اے لوگو مجھے تو یہ حسرت رہتی ہے کہ کوئی میرا بندہ اخلاص سے مجھے پکارے کوئی میری طرف پلٹے، کوئی اپنے خیال میں مجھے معزز جانے۔ ”لن تنالوا البر حتى تغفوا مما تعبون“ (تم مجھے کیسے پا سکتے ہو جب تک میرے لئے اپنی محبتیں نہ خرچ کرو۔) یہ جو دنیا کا سراپ اور خواہشات ہیں، یہ جس ابتلائے ذہن میں تم مبتلا ہو یہ تو دنیا کی وجہ سے ہے۔ دنیا کی محبتیں ترک کر کے تھوڑا سا آگے بڑھو، تو میں تمہارے استقبال کیلئے کھڑا ہوں۔ تم میری محبت اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک اپنی چھوٹی چھوٹی محبتیں ترک نہ کرو۔ یہ تو محبتوں کا میچ پڑا ہوا ہے۔ پروردگار آپ سے محبت طلب کرتا ہے۔ آپ کو محبت دینا چاہتا ہے۔ ”فاذكروا الله كذا كذا کم ابا کم“ آپ سے اپنے یاد کرو جیسے اپنے آباء اجداد کو یاد کرتے ہو۔ پیار سے، خلوص سے۔۔۔۔۔ ”واشكروا“ پس ذرا یاد دہاؤ کرو۔ تمہارا رب اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ اس کے بندے احسان مندی سے، محبت سے، اخلاص سے اپنے رب کو top priority سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنے دل میں بسائے رکھیں تو پھر اللہ آپ کو اعتدال لوٹا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ”ما يفعل الله بعذابكم“ (مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں) ”ان شکروا وامنتم“ (اگر تم مجھے یاد کرنے والے ہو اور مجھ پر ایمان رکھنے والے ہو) ”وکان

اللہ شاکراً علیہا“ (وہ شکر کو قبول کرنے والا جاننے والا ہے) تم سمجھتے ہو کہ وہ کوئی اندھا بہرہ بیٹھا ہوا ہے۔۔۔ کیا تمہارا خدا کوئی بت ہے جو سماعت و بصارت سے محروم ہے؟ وہ تو وکیل سے ملتا ہے اور وکیل سے ہاتھ سے جاتا ہے۔ وہ کوئی ایسا رب نہیں ہے جو جہلاء کی معرفت سے رب بننا ہے۔ وہ خوف سے built ہوا رب نہیں ہے، وہ آسیب زبوں کا رب نہیں ہے۔ وہ تو علم کو تخلیق کرنے والا رب ہے اور عقل کو تخلیق کرنے والا رب ہے۔

”لیهلك من هلك عن بينة“

(جو ہلاک ہوا وہ وکیل سے ہلاک ہوا)

”ويعصى من حسى عن بينة“

(جو زندہ ہوا وہ وکیل سے زندہ ہوا)

”وان الله لسمیع علیم“

(تمہارا رب سننے والا ہے اور علم والا ہے)

کیا اس رب کے بارے میں تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ تمہاری نیکیاں بھول جائے گا اور تمہاری خرابیاں یاد رکھے گا۔ کیا وہ صرف تمہیں مارنے پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ نے وہ حدیث نہیں سنی جو حضرت عمرؓ صرف اس لیے چھپاتے تھے کہ مسلمان بے عمل ہو جائے گا کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے اور اس پر بارود زخ حرام ہو جائے گی اور کیا خوب صورت حدیث اللہ کے رسول ﷺ کی ہے کہ آٹھ چیزوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی ہے ان میں سے ایک وہ نوجوان ہے جس کی آنکھ سے اللہ کیلئے ایک آنسو نکلا۔ بُرائت عاشقی، کتنی مختصر ہے نجات کتنی مختصر ہے کہ ایک آنسو جو اللہ کیلئے نکلے۔ کبھی آپ کو خیال آیا؟ کبھی آپ کے گمان میں آیا کہ ہم زندگی میں کتنی بار روئے، چیخے، ہم نے کتنی بار جنوں آمیز کراہیں نکائیں مگر کیا اپنے پروردگار عالم کیلئے، کیا اپنے محسن کیلئے، کیا اپنے مالک کیلئے ہماری آنکھوں سے ایک بھی آنسو نکلا؟ آپ اس خدا کو کہتے ہو کہ وہ جابر و قاہر ہے۔ دیکھو تو کسی کہ عذاب کس پر اترا؟ عذاب کی آیات

کس پر نازل ہوئیں؟ ایک تہائی قرآن عذاب کی آیات سے بھرا ہوا ہے تو کیا وہ عذاب کفار کو کیلئے نہیں تھا؟ کیا وہ عذاب ابو جہل اور اس کی ذریت کیلئے نہیں تھا؟ کیا ابوسفیان اور اس کی ذریت کیلئے نہیں تھا؟ کیا قبیلہ قریش کیلئے نہیں تھا؟ کیا ان لوگوں کیلئے نہیں تھا جو رسول اللہ ﷺ کو طائف میں پتھر مارتے تھے؟ یہ سب عذاب کی آیات انہی کفار کیلئے تھیں مگر نتیجہ کیا نکلا؟ جس دن آقائے رحمت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کیا آپ میں سے کوئی تاریخ دان یہ calculate کر کے بتا سکتا ہے کہ ایک لاکھ کے شہر میں کتنے لوگ عذاب یافتہ ہوئے؟ جہاں تک مجھے یاد ہے ایک لاکھ کی آبادی میں سے چار یا پانچ لوگ عذاب کیلئے الگ کیے گئے کیونکہ وہ حد و حساب سے گزر گئے تھے۔ وہ اپنی پلیدی میں شیطان کو بھی مات کر گئے تھے اس لیے اللہ ان کو معاف نہیں کرے گا۔ یہ وہ شرکین اور کافریں تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بے حد و حساب اذیتیں پہنچائیں تھیں تو حضرات گرامی! یہ وقت یہ دیکھنے کا نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔ یہ وقت ملک کو دیکھنے کا ہے۔ اگر اخلاص و محبت سے آپ لوگ اس ملک کیلئے دعا کرو اور پھر بھی اس ملک کو خسارے میں پاؤ تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ ”یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی۔“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب ایک بندہ بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود نہیں ہوگا“ کمال کی بات ہے کہ دو ہزار بندہ اللہ اللہ کہنے والا یہاں موجود ہے اور پھر بھی قیامت آجائے، اس ملک پر کوئی عظمت آجائے یا اس پر کوئی عذاب آجائے۔۔۔ کس کی مجال کہ اس ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے ہاں، مگر ہمیں اپنی میل ضرور صاف کرنی ہے۔ ہمیں پتہ ہونا چاہیے کہ ہم پر ملک و قوم کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔ ہمیں ادھر بھی کچھ توجہ کرنی چاہئے۔ کچھ تعمیری کردار ہمیں اپنی سوسائٹی میں پیش کرنے ہیں۔ اگر آپ کے خیال میں کوئی ایسا انسان ہے جو با کردار ہے اور ایمان داری سے آپ کے لئے کام کر سکتا ہے تو آپ اس کو آگے کیوں نہیں بڑھاتے۔ اس کے بجائے آپ ایسے لوگوں کو آگے بڑھاتے ہو جو نسل در نسل آپ سے حد سے پتے کرتے چلے آئے ہیں، جو نسل در نسل خرب کابیاں کرتے چلے آئے ہیں۔ جو آپ کے حقوق

کے عوض آپ کو سادگی کے طعنے دیتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کو exploit کرنا ہے۔ کیا ان کی wisdom سے آپ کی wisdom کم ہے؟ کیا وہ بہت بڑے دانشور ہیں؟ کیا جھوٹ بولنا ہی دانش کی علامت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ بار بار پریشان ہوتے ہو۔ میں نے آپ کو ایک حدیث سنائی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ کیا قوم سے محبت کرنا تعصب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اپنی قوم سے محبت کرنا تعصب نہیں ہے مگر ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا ضرور تعصب ہے۔ اللہ آپ کو بھی اس تعصب سے بچائے اور ہمیں بھی توفیق بخشے کہ ہم سب مل کر ایک نئی فکر، ایک نئی سوچ اور ایک نئے ایماندارانہ نظریے کی بنیاد رکھ سکیں جو اس ملک و ملت کے لیے باعث برکت ہو کیونکہ خدا نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ تم پلٹ جاؤ گے تو میں پلٹ جاؤں گا۔ تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔

ڈارون اور قرآنی نظریہ ارتقاء میں اختلاف

سوال: کیا ڈارون کے نظریہ ارتقاء اور قرآنی نظریہ ارتقاء میں کوئی مماثلت ہے یا اختلاف ہے؟
جواب: ڈاکٹر عبد الجلیل: میں کوشش کروں گا کہ آپ کو explain کر پاؤں۔ یہ سمجھنے کیلئے آپ کو تھوڑا back ground میں جانا پڑے گا۔ ماں کے پیٹ میں لیمبر یو (embryo) کی development ایک رواں (smooth) عمل ہے اور اس پورے عمل میں کوئی missing link نہیں ہے۔ اگر مائیکروسکوپ کے ذریعے اس سارے عمل کو دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ لیمبر یو کی مختلف stages باقاعدہ طور پر ایک مرحلے سے بہت روانی سے گزر کر دوسرے مرحلے میں داخل ہوتی ہیں اور ان مراحل کے درمیان کوئی missing link نہیں ہوتا۔ یہ وجہات ہے جہاں ہم ڈارون کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے اور کبھی ڈارون نے بھی یہ نہیں کہا کہ ارتقاء evolution ایک رواں اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک روانی سے مسلسل چلتے والا عمل ہے۔ نظریہ ارتقاء میں یہی وجہات ہے جس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس اپنی کتاب کے آخری chapter کے آخری صفحے میں ڈارون نے یہ کہا کہ میں ایک تھیوری

پیش کر رہا ہوں۔ If you cannot find the missing links تو میری تھیوری مکمل طور پر قائم قبول نہ کیجی جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ہمیں fossils کی ایک وسیع مقدار پائی کے اندر سے ملی اور اس سے پہلے ہمیں کوئی fossils نہیں ملے۔ ان فوسلز کی پوری ایک crop ایک دم سے ظاہر ہوتی ہے اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک species کے غائب ہونے اور دوسری species کے ظاہر ہونے کے درمیان میں ہمیں کوئی رابطہ (missing link) نہیں ملتا۔ یہ بات ہمیں fossils کے مطالعہ سے دریافت ہوتی ہے۔

اب میں آپ کو دو facts بتاتا ہوں اور فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ڈارون نے ایک مشاہدہ کیا اور ایک theory بنائی۔ The origin of species میں اس نے اس observation پر ایک theory بنائی کہ چیزیں ایک دوسرے سے وجود میں آئیں اور ارتقاء ہوا۔ اس theory کو جینیات، عمرانیات، فوسلز (fossils) genetics (anthropology) اور مختلف سائنسوں نے support کیا لیکن ان ہی سائنسز نے ڈارون کی تھیوری کے خلاف بھی دلائل دیئے تو دونوں schools of thought (مکتبہ فکر) موجود ہیں۔ ایک مکتبہ فکر وہ ہے جو evolution کا مکمل طور پر قائل ہے اور اس کی حمایت کرتا ہے اور انہی anthropologists کے درمیان ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو evolution (ارتقاء) کے نظریہ کو مکمل طور پر قبول نہیں کرتا۔ قرآن میں evolution کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات موجود ہیں ”اللہ چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔“ ”ان بشاہدہ حکم و یاات بخلق جدید“ (16:35) (اگر وہ چاہتے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی خلقت پیدا کر دے۔) ”یزید فی الخلق ما یشاء“ (1:35) (..... پیدا کرے جس کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔) ”ما ننسخ من آية او ننسھن انما بغیر منھا او مظلھا“ (106:2) (جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر عطا کر دیتے ہیں یا اس جیسی) اللہ نے کہیں اس بات کی تردید نہیں کی کہ وہ ایک سے دوسری چیز وجود میں نہیں لاتا بلکہ

اس سے بہتر لانا ہے فرق صرف ایک ہے۔۔۔ اگر آپ یہ دھنفظ یا درک نہیں تو آپ کو ڈارون کا اور قرآن کا تصور ارتقاء کسی حد تک سمجھ آ جائے گا کہ قرآن کے بقول ہم ایک سے دوسرے کی طرف جاتے ہیں تو اس سے پہلا متاویہ ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو اسے نہ متائے۔ اگر وہ چاہے تو اسی کو transition میں ڈھال دے، وہ اس پر قادر ہے۔ یہ جھگڑنے کی بات نہیں ہے مگر مجموعی طور پر میں نے کہیں پر ایک term دیکھی کہ ہم جب evolution کی بات کرتے ہیں تو وہ quantum jumps ہیں۔ وہ ایک stage سے دوسری stage تک ایک وقفے کی صورت میں move کرنا ہے جبکہ ڈارون کے نظریے پر یقین کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ ایک species سے دوسری species تک پہنچنے کا ایک عمل ہے جو حالات اور ماحول پر منحصر ہے یعنی ایک gene دوسری gene سے مختلف ہو کر کام کرنے لگی۔ ایک species کے بعد اس سے تھوڑی سی مختلف دوسری species آئی۔ ہم اس سے مکمل طور پر ارتقاء نہیں کرتے۔ وہ گروہ کہتا ہے کہ ارتقاء کے عمل میں species کو nature یا فطرت نے منتخب کیا مگر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے intervene (مداخلت) کیا۔

کلوننگ اور وصال

سوال: آپ کی کتاب میں لکھا ہے کہ وصال کلوننگ کے ذریعے انسان کو زندہ کرے گا کیا اس انسان میں روح ہوگی اور وہ روح کون پھونکے گا؟ ویسے تو آج کل اس مسئلے کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے کیونکہ بہت سے سیاسی لیڈروں میں ایک ہی روح اور ہر روح دوسرے میں منتقل ہو رہی ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ روح تقسیم نہیں ہو سکتی تو پھر کلوننگ میں کون سی روح ہوگی؟

جواب: اصل میں جیسے ہر چیز کی نمبر دو copies (نقول) ہوتی ہیں روح کی copy (نقل) استدراج ہے۔ استدراج technically اس درجے پر لے جانی گئی چیز کو کہتے ہیں۔ مگر کلوننگ میں اصل روح نہیں ہوتی۔ یہ سوال بڑی وضاحت سے رسول اللہ ﷺ نے سمجھا دیا کہ جب وصال کسی کو قتل کرے گا اور اس کو زندہ کرے گا تو اصحاب نے پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہوگا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا کہ نہیں اس کی مثال ہوگا۔ اگر آپ clone اور اصل کو دیکھ لیں تو جو فرق clone entity (کلوننگ سے بنا ہوا وجود) میں اور اصل میں پایا جاتا ہے وہی شاید روح اور اس کے استدراج کا فرق ہے۔ استدراج یہ ہے کہ روح اپنی تقویت اور کمالیت میں اس بدن سے نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ اسی کی طرح کی مثال آ جاتی ہے۔ وہ مثال جو روح نہیں ہے مگر استدراج تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی دوسری وضاحت یہ ہے کہ چونکہ یہ شیطان کا کام ہے، وہ جال کا کام ہے تو اس کی جگہ ایک جناتی مخلوق یا ایک جن یا ایک ناقص روح، روح بھی نہیں بلکہ ایک ناقص طاقت اس انسان پر قبضہ کرتی ہے جو روح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی روح تو ایک دفعہ آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ اس کو ہم استدراج کہتے ہیں کہ یہ اسی درجے پر پہنچی ہوئی ایک چیز ہے جو چھوٹی ہوتی ہے۔

درود شریف

سوال: ہزاروں درود شریف کتابوں میں ملتے ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ خصوصیت ہے۔ ذہن متذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ کونسا پڑھا جائے پروفیسر صاحب آپ جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ بتائیے۔

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ لوگ اپنے شوق اور اشتیاق میں درود شریف میں کچھ بڑھ چاہتے ہیں اور کچھ کم کر لیتے ہیں مگر ہمارے پاس دو مستند درود ہیں۔ ان میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ ایک تو درود امرا بھی ہے جو حضور کا نعت ﷺ سے براہ راست مروی ہے اور دوسرا درود بھی سادہ سا ہے جو ہمیشہ پڑھا جاتا ہے۔ ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم“ یہ مختصر سا درود ہے اس میں ”بارک وسلم“ کے الفاظ اس لئے آتے ہیں کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنے کے ساتھ ساتھ سلام بھی پڑھا جائے۔

بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ پڑھتے ہیں اور اس کو مکمل درود سمجھتے ہیں مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ یہ درود نامکمل ہے۔ اصل میں جو زبان لذتِ یادِ الہی سے گزرتی ہے، جو زبان ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے گزرتی ہے وہی اصل درود ہوتا ہے اور درود

پڑھنے کا بنیادی مقصد بہت بڑا ثواب اور بہت بڑی عزت ہے۔ یہ سب تسبیحات ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے کھب سے فرمایا کہ اگر تُو اور کچھ نہ پڑھے اور درود بھی پڑھے تو کفایت کرے گا۔ جو مسلمان زبان سے اللہ نہ کہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی اپنی زبان پر نہ لائے تو ایسا کونسا درود ہو سکتا ہے۔ اصل میں ہم درود پڑھتے ہی اسمائے گرامی پر درود گزار اور آقائے رسول ﷺ کے نام کی لذت کیلئے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ادھرے جملے میں ہمارا یہ تعلق ایمان پورا ہو جائے۔ اس لئے کوشش کیجئے کہ درود میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کے ناموں کی آپ کی زبان پر تلاوت ہو۔ ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم“

شرک اور بدعت

سوال: شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟

جواب: بدعت کا لفظی مطلب ہے ”نئی چیز“۔ کیا عجیب بات ہے کہ زمانہ جتنی بھی نئی چیزیں نکالے ہمیں پسند ہیں مگر دین میں نئی چیز نکالنا ہمیں پسند نہیں ہے۔ جب ہم بدعت کو برا کہتے ہیں تو دین میں نئی چیز نکالنے کے معنوں میں اس کو برا کہتے ہیں۔ بدعت تو اصل اصول دین میں کسی نئی چیز کے نکالنے کو کہتے ہیں۔ اب اگر ہم بدعت کو جملہ وسعت سے لے جا کر مختصر کریں گے اور پھر اسے مزید مختصر کریں گے تو بدعت کا یہ مطلب بنے گا: ”وہ چیز جو دین کا رخ بدل دے یا جو اس کی understanding کو بدل دے“۔ بدعت کی ایک مثال ہمارے پاس موجود ہے کہ جب فتنہ وارد ہوا تو انہوں نے دین کو تو قائم رکھا، اللہ کو ماننا تو قائم رکھا مگر نمازیں تین کر لیں اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ جب مسئلہ کذاب اور سجاج کی شادی ہوئی تو انہوں نے شادی کی خوشی میں ایک نماز معاف کر دی۔ دین کو اس طرح کے قضا خرات کیلئے استعمال کرنا بدعت ہے۔

ہمارے ہاں بدعت کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہ بڑا عجیب و غریب ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف کیوں پڑھتے ہو، یہ بدعت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کسی نے پڑھ لیا

تو اس میں کیا حرج ہے؟ مگر جو ضد کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ضرور پڑھنا ہے، یہ اذان کا حصہ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اذان کی کیا حیثیت ہے۔ جب ہم technically مسائل کو bifurcate کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام بحث ہی غیر معقول ہے کہ ایک شخص نے اپنے رسول ﷺ پر درود پڑھا اور جا کر اذان دی۔ اب دوسرے نے کہا کہ تو نے درود پڑھا، یہ بدعت ہے، یہ ناقابل قبول ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اذان کی کیا حیثیت ہے اگر اس کے ساتھ کوئی لفظ غیر ملا، بدعت ہے تو پھر سب سے بڑی بدعت عمر فاروقؓ نے شروع کی تھی۔ جناب امیر المومنینؑ نے غزوہ لوگوں کو جگانے کیلئے اذان میں ”الصلوة خیر من النوم“ کے الفاظ کا اضافہ کیا کیونکہ اذان ایک اعلان ہے اور اگر اعلان میں کوئی چیز مفید یا غیر مفید لگے اور وہ add بھی ہو جائے تو اس کو بدعت نہیں کہتے۔ کوئی بھی شخص امیر المومنین حضرت عمرؓ کو بدعتی نہیں سمجھتا کیونکہ انہوں نے مناسب سمجھا کہ بہت سے ایسے مسلمانوں کو جگانے کیلئے اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کر لیا جائے جو چاہئے کہ باوجود کسٹنڈی سے بستروں سے چمٹے رہتے ہیں اور نماز کیلئے نہیں اٹھتے۔۔۔۔۔ پھر لوگوں نے یہ add کر دیا کہ کچھ بدعتیں اچھی اور کچھ بدعتیں بری۔ ”کل بدعة ضلالة“ کسی نے کہا کہ تمام بدعتیں جہالت ہیں اور کسی نے کہا کہ بابا یہ نہیں ہو سکتا۔ آخر نئی چیزوں نے تو آنا ہی ہے۔ نئی چیزوں نے آنا ہے اس لیے کچھ نئی باتیں اچھی ہوگی اور کچھ نئی باتیں اچھی نہیں ہوگی۔ اصل میں ہر وہ نئی بات جو مذہب کی مرکزیت (centricity) اور priority کو بدل دے اور اس کے ان قواعد و ضوابط کو جو تمام امت کیلئے قائم ہیں، ان پر اثر ڈالے وہ صرف بدعت ہی نہیں بلکہ ایک ایسی صورتِ ارتداد ہوگی جس کے لیے آپ کو جنگ لڑنا پڑے گی یا اس بندے کو اپنے دین سے نکالنا پڑے گا مگر میں نے ایسے لوگوں بیروں فقیروں اور مولویوں کے وظائف دیکھے جو بدعت کا بہت شور مچاتے ہیں مگر وہ خوفِ قرآن سے آیات نکال کے لوگوں کو دے رہے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ”یہ پانی لؤ شفاء کیلئے پی لؤ“ نظر کے لیے پی لؤ۔۔۔۔۔“ مگر قرآن میں یہ بلفظ لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ یہ ان لوگوں کے اکتساب ہیں جنہوں نے دیکھا کہ یہ آیت پڑھنے سے مجھے شفاء ہو گئی تھی تو اس آیت کو وہ منہجِال

لیتے ہیں مگر فرض کرو کہ اگر کسی کو شفاء نہ ہو جیسے کسی استاد نے کوئی وظیفہ بتایا کہ یہ چالیس دفعہ پڑھ لو یہ ہوتا ہے۔ وہ پڑھ لو یہ ہوتا ہے فرض کرو کہ اگر یہ نہ ہو تو جو پڑھنے والا ہے وہ کہے گا کہ دیکھ لیا ہے قرآن بھی پڑھ کے، حدیث بھی پڑھ کے، کچھ فرق نہیں پڑتا۔ دعا سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اس لیے ایسی وہ چیزیں جن پر لوگ شدت سے اختصاں کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ یہ چیزیں ان مقاصد کیلئے ہیں یہ غلط ہے۔ قرآن کے ایسے مقاصد متعین کرنا غلط ہے۔ قرآن علم و فکر کی کتاب ہے۔ اس کیلئے ایسے مقاصد متعین کرنا جن کیلئے قرآن نہیں بنا یعنی بدعت ہے۔ جہاں تک شرک کا تعلق ہے، میں اس بات کا قائل ہوں کہ شرک ایک داخلی کیفیت ہے خارجی نہیں۔۔۔۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستیں میں
مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

مگر آستین کون جھانک کر دیکھے گا؟ گریبان کے اندر کون دیکھے گا؟ سینے کون چیرے گا۔۔۔؟ ہمارے پاس اسامہؓ اور ایک اور صحابی کی حدیث موجود ہے کہ جب انہوں نے ایک کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، اسامہؓ کی تلوار اس کی گردن میں اتر گئی۔ یہ کیس جب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش ہوا تو آپ ﷺ اس پر از حد آزرہ اور ناراض ہوئے تو اسامہؓ نے ویل دی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟“ اور حضور ﷺ بار بار فرماتے تھے کہ یا اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں اے اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں۔ اے اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں۔ اس لئے شرک کا فتویٰ لگانے سے پہلے ایک سادہ سی inquiry بہت ضروری ہے کہ How many gods do you believe in (آپ کتنے خداؤں پر یقین رکھتے ہو) آپ کس کو خدا سمجھتے ہو۔ اگر کوئی ہندو شرک کر رہا ہے تو آپ اس سے جا کر پوچھو اگر وہ کہتا ہے کہ میں خدائے واحد پر یقین رکھتا ہوں تو پھر آپ اسے شرک نہیں کہہ سکتے۔

نچر کا سخت رویہ

سوال: بچے چانتا چاہتے ہیں کہ نچر اچھی سخت کیوں ہوتی ہیں اور ان کا علاج کیا ہے؟
 جواب: میں نے تو زیادہ تر یہ دیکھا ہے کہ نچر نہ صرف سخت ہوتے ہیں بلکہ سختی کے عالم میں بہت سے ذہین بچوں کا مقنا یا بھی کر جاتے ہیں مثلاً بعض اوقات آپ نے بڑے اچھے بچے کیے ہیں اور استاد جی یا استانی جی گھر سے لڑ کر نکلے ہیں تو اچھے بھلے فرسٹ ڈویژن تھینٹ گھساٹ کر %33 نمبر لے رہے ہوتے ہیں۔ یہ ان کی اندرونی کیفیات کا اثر ہوتا ہے۔ اساتذہ کی زندگی کوئی کئی پچٹی تو نہیں ہوتی اور غور سے سنئے گا کہ ایسا تو کوئی استاد نہیں جو اپنی ذاتی کیفیات کو اپنی teaching میں حائل نہ ہونے دے اور جو استاد ایسا ہوگا وہ تو پھر زمانے بھر کا استاد ہوگا۔

مسلمان اور کافر کا بچہ

سوال: اگر بچہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور مر جائے تو وہ جنت جائے گا اور اگر کافر کے گھر پیدا ہوا اور مر جائے تو جہنم میں جائے گا۔ کیا یہ بے انصافی نہیں ہے؟
 جواب: میرا خیال ہے کہ یہ بے انصافی نہیں ہے۔ آپ کو ایک بہت سادہ سی بات سمجھنی چاہیے کہ ماں باپ مسلمان، بچے مسلمان۔ اس باپ ہندو، بچے ہندو۔ because he has not got the chance to develop, to see and to know. اس طرح ہے کہ اگر آپ ایک مشین میں دو دھار پاؤڈر ڈال کر آئس کریم بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ وہ بکلی ہو سکتی ہے، گاڑھی ہو سکتی ہے مگر وہ آئس کریم ہی کی کوئی قسم ہوگی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ دو دھار ڈالو، آئس کریم پاؤڈر ڈالو اور بیج میں سے قبوہ نکل رہا ہو۔ بنیادی طور پر یہ چیز ہم سے بہتر اللہ کے علم میں ہے جو جہنم کی بارکیوں تک جا کر علم رکھتا ہے کہ کفر کس کس اشتراک سے کفر جہنم لے رہا ہے اور ایمان کے اس اشتراک سے ایمان جہنم لے رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ بنیادی طور پر وہی فطرت لے رہا ہے جو اس کے ماں باپ کی ہے۔ اگر وہ مسلمان کا بچہ ہے تو اس کو وہی will منتقل ہو رہی ہے جو اس کے ماں باپ کی ہے اس لیے اگر مسلمان کا بچہ جنت میں چلا جائے

تو میرا خیال ہے کہ عین درست ہے اور اگر کسی کا ہر کچھ جہنم میں چلا جائے تو عین درست ہے اور اگر کسی کا ہر کچھ کو اللہ جہنم سے نکال کر جنت میں لے آئے تو وہ مالک ہے۔۔۔

باجماعت نماز

سوال: زاہد کی نماز ہو کہ میکش کی شراب

دونوں کا مزہ باجماعت ہے ساقی

کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: جی بالکل! مگر عرصہ ہوا میں باجماعت نشے سے محروم ہوں۔ میں اندرونی طور پر یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی نوجوان کے پیچھے نماز پڑھ لوں (عالم حضرات سن تو نہیں رہے) جب میں جمعہ کیلئے جایا کرتا تھا اور جمعہ کیلئے جانا لازم سمجھتا تھا تو مجھے بڑی تلخی ہوتی تھی کیونکہ کافی لمبے سے تک جمعہ چلتا تھا۔ پھر میں تقریریں سننے بیٹھ جاتا تھا۔ لمبی لمبی تقریر ہوتی تھیں اور تقریر اس لئے prolong ہو رہی ہوتی کہ مولانا اپنی وجاہت کیلئے تقریر فرما رہے ہوتے ہیں اور لوگ اس اور بیزار بیٹھے ہوتے۔ خاص طور پر سردیوں میں تو ایک بجے تک جمعہ ختم ہو جانا چاہیے۔ اگر آپ دویا اڑھائی بجے بھی جمعہ کیلئے جاؤ تو سارا دن جمعہ میں گزر جاتا ہے۔ سارا دن تو جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ کو اختصار کرنا چاہیے۔ پھر اللہ نے مجھے عذر دے دیا اور میرا گھٹنہ خراب ہو گیا۔ مگر میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز باجماعت ہی پڑھا کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو تقویٰ دے جماعت قائم کرنے اور کثرتِ ملت کے ساتھ stable ہونے کی۔ مجموعی طور پر آج کل لوگ مسجدوں میں دھماکوں کی وجہ سے نہیں جاتے۔

دوران نماز کھٹگو

سوال: مسجد میں کئی نمازی ادھر ادھر دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اگر دوران نماز کوئی جملہ کہہ دیا جائے تو کیا اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: جی نہیں! ابتداً تو ایسا نہیں تھا۔ جب اسلام آیا تو ایسے بھی cases تھے کہ صحابی

دروازے کی کنڈی کھول کر دوبارہ نماز میں واپس آ جاتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب وہ سجدے میں جاتے تو چونکہ ان کے بال کھلے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت ٹویں ٹاپیاں تو نہیں ہوتی تھیں، آج کل ہی یہ زیادہ ہیں تو سجدے میں جب ان کے بال آگے گرتے اور وہ سجدے میں ہی اپنے بال ٹھیک کرنے لگتے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”مشرک کو چھوڑ دو مشرک کو چھوڑ دو“۔ میں سمجھتا ہوں کہ نماز میں اگر کوئی ایمر جنسی کی situation آ جائے تو خدا نے آپ کو اتنا پابند نہیں کیا ہوا۔ وہ خدا تو یہ کہتا ہے کہ بھوکا پہلے کھا ہی لے تو اچھا ہے ورنہ نماز میں مجھے ہی کوستا رہے گا۔ یہ ایک لازمی بات ہے کہ نماز کے mannerism میں ایسی کوئی restriction نہیں ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی instructions میں کچھ restrictions موجود ہیں کہ نماز باوقار طریقے سے پڑھنی چاہئے، اس میں حرکت کم ہونی چاہئے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ نماز میں مونچھیں مروڑ رہے ہیں اور ادھر ادھر کھجار رہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ نماز نہیں پڑھ رہے بلکہ انہیں کھٹل لگے ہوئے ہیں تو یہ عالم نماز میں decent نہیں لگتا۔ نماز میں stable کھڑا ہونا اور زیادہ حرکت نہ کرنا زیادہ بہتر طریقہ نماز ہے۔ جو لوگ زیادہ مل مل کے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو یہ لگتا ہے کہ یہ قوالی کر رہے ہیں اور اکثر احباب کو دیکھا کہ وہ بڑے ہی بد وضع شکل میں نماز پڑھتے ہیں۔ باہر وہاں جھٹھے بھٹے ہوتے ہیں، کنگھی پٹی سب سلامت ہوتی ہے مگر نماز کو جائیں تو عجیب سا حلیہ بنا کر جاتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ نمازوں میں زینت کر کے جایا کرو، سنور کے جایا کرو presentable ہو کر جایا کرو۔ اس قافی تو لگو کہ تم دیکھے جاؤ، تم چاہے جاؤ، تم appreciate کیے جاؤ۔

سوال: مغرب نے جب جنت بانٹنے والوں کے خلاف بغاوت کی اور سیکولرازم اپنا لیا تو آج ہمارے جوشدت پسند ہیں وہ بھی جنت کی چابیاں بانٹ رہے ہیں۔

جواب: یہ ایک جیسی کہانی ہے ہر نکتہ خیال میں، ہر مذہب فکر میں مذہبی لوگوں کا یہی رویہ رہا کہ جب وہ علم سے فارغ ہوئے، جب ان میں علم و عمل کا اخلاص ندر ہوا تو انہوں نے اپنی اجارہ داری

اور حکومت قائم کرنے کیلئے اپنے آپ کو agents of God مقرر کیا اور خدا کے تمام sources پر قبضہ کیا اور یہ چاہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو خوف سے ہراساں کریں اور اپنی قدرت سے ان سے مل بٹھریں۔ یہی اللہ تعالیٰ قرآن میں بھی کہتا ہے کہ: ”ان الذين يكتُمون ما انزل الله من الكتب يشعرون به ثمناً قليلاً اولئك ما ياكلون في بطونهم الا النار ولا يكلمهم الله يوم القيمة ولا يذكهم ولهم عذاب الیم“ (2: 174) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے کلام کو ان باتوں سے بچتے ہیں اور یہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ جمع کرتے ہیں اور سن لو کہ قیامت کے دن خدا ان سے کلام نہیں کرے گا اور انہیں عذاب الیم سے مارے گا۔

قرآن کا نظریہ کائنات

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِلَقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَبَارَكَ وَتَسْلِمٌ

اس معاشقہ حقیقہ کائنات میں بڑی عمر گزر گئی ہے:

صباحِ ربُّ جاہاں کی آرزو لے کر

گزر رہی ہے غمِ دل کی جستجو کرتے

بہت عرصے سے میں اس بات پر غور کرتا رہا کہ اگر خدا تخلیق کرنے والا ہے تو سائنس کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے؟

اللہ کے تین بڑے نام ہیں مرید، قدیر اور حکم۔ وہ ارادہ کرنے والا، کلام کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے کہ جب کلام فرماتا ہے تو کام ہو جاتے ہیں۔ انسان کی یہ بد قسمتی رہی کہ وہ مرید رہا، حکم رہا مگر اللہ نے اس سے قدرت چھین لی۔ اسی قدرت کو جب تھوڑے سے حصے میں انسان پالیتا ہے تو کبھی منکبر، کبھی مغرور، کبھی ہامان، کبھی شدا اور کبھی بیش و بلعین بن جاتا ہے۔ طاقت کا یہ عدم توازن اللہ تعالیٰ نے جت کیلئے آپ کے اندر رکھ دیا ہے تاکہ آپ کی صداقت، آپ کی امانت، آپ کا شعور، آپ کا اخلاق اور آپ کی Commitment پر کھ لی جائے کیونکہ ایمان نہ ہو کہ آپ یہاں سے نکل کر اوپر جا کر کفر فریب کی کوئی واروات کر چائیں اور خدا کا جو کائناتی امن ہے وہ خطرے میں پڑ جائے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ کہ زمین و آسمان کے بارے میں ہمارے جو Quranic views ہیں وہ سائنس سے کچھ اتفاق کرتے بھی ہیں اور نہیں بھی۔۔۔۔۔ جملہ سائنس جب کسی حقیقت پر آ کر ٹک جاتی ہیں یعنی جب کوئی Hypothesis degree بنتا ہے اور degree قانون بنتا ہے تو وہ قانون قرآن کے مطابق ہو جاتا ہے۔ بہت عرصہ پہلے سائنس شروع ہوئیں تو سب سے بڑی local مخالفت ہمارے سامنے یہ آئی کہ Perhaps sciences are anti religion شاید سائنس مذہب کے خلاف ہے۔ مذہب کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ Make belief کا ایک ایسا گروہ ہے کہ جسے انسانوں کی نفسیات ذہن نے بنا ہے اور جو ان کی حقیقتوں سے بہت دور خواب و خیال کا ایک ایسا حصار ہے جسے حقائق سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ تھی۔ سائنس اور مذہب میں ایک بہت بڑا فرق آیا۔ سائنس تو کچھ بھی نہیں تھیں۔ جب اللہ نے ارادہ کیا اور کلام فرمایا تو اس کی مثال جگہ بدرمیل نظر آتی ہے جب اس نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں سے ایک بڑی خوبصورت بات کہی

کہ میں نے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کی۔ میں چاہتا تو ملائکہ کے بغیر بھی مدد کر سکتا تھا۔ یہ جو جملہ اس نے بولا کہ۔۔۔۔۔ ”میں چاہتا تو ملائکہ کے بغیر بھی مدد کر سکتا تھا۔“۔۔۔۔۔ اسی طرح جب ذکر کیا نے اللہ کے سامنے ایک (scientific) سائنسی حقیقت پیش کی کہ جب ملائکہ نے انہیں محراب سے آواز دی ”لنأدبہ الملائکۃ وهو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یشرک بےحیی۔۔۔۔۔“ (39:3) کہ اے ذکر کیا ہم تجھے بیٹا دینے والے ہیں تو ذکر کیا نے کہا کہ اس میں کوئی سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ میں تو بالکل شک میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ ایسی تو کوئی حقیقت دنیا میں ہو جو نہیں جو اس وقت مجھے بچہ دے سکے تو اللہ نے کہا کہ ایک تو تم لوگ مجھ سے دعا کرتے ہو اور اوپر سے مجھ پر شک کرتے ہو۔۔۔۔۔ ایک طرف تو صبح و شام لگے ہو دعا میں کہ اے اللہ بیٹا دے، بیٹا دے، آلِ داؤد کا وارث دے اب اگر میں نے دعا سن لی ہے اور تمہاری بات مان لی ہے تو تم بیچ میں سائنس کو لے آئے ہو۔۔۔۔۔ تو سنو کہ اگرچہ سائنس ایک حقیقت ہے جو ہم نے اپنے بندوں کی آسانی کیلئے اور زمین کی friction (تیزوں اور انسانوں کے درمیان رکاوٹ) کو کم کرنے کیلئے تمہیں عطا کی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ جب تمہیں خیال آئے کہ اللہ کیا ہے اور کیا کر سکتا ہے تو ہولے سے یوں کہہ دیا کرو۔۔۔۔۔ ”ان ویبی یفعل ما یشاء“ (بے شک میرا رب تو جو چاہے کر سکتا ہے)۔ اس کیلئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔۔۔۔۔ بھلا ایسے غالب اور صاحبِ قدرت خدا کے آگے آپ اسی کی بنائی ہوئی ایک حقیر سی شے رکاوٹ کے طور پر پیش کر دو تو میرا خیال ہے کہ یہ عقلِ انسان کا بہت بڑا اختراع ہے۔

مذہب اور سائنس میں کوئی تصادم نہیں تھا لیکن ایک اخلاق بڑا عجیب و غریب ہو گیا وہ اخلاق یہ تھا کہ سائنس کی مخالفت میں کوئی تصادم شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔ سائنسدانوں میں کبھی آپس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا مثلاً (Ptolemy) بطلمیوس اچھا سائنسدان تھا مگر غلط تھا، (Copernicus) کوپرنیکس بہت بڑا سائنسدان تھا مگر غلط تھا۔ اسی طرح بہت سے یونانی (Greeks) بہت اچھے دانش ور تھے مگر غلط تھے اور بہت سے (Romans) رومی بہت اچھے

تحقیق والے تھے لیکن غلط تھے۔ گلیلیو اور اس کے بعد آنے والوں کی بہت سی غلطیاں نکلیں۔ شاید اگر سائنسی غلطیوں کا شمار کیا جائے تو جو حقائق سائنس دانوں نے دریافت کئے ہیں ان سے ہزار گنا زیادہ ان کی غلطیاں نکل آئیں گی مگر سائنسدانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ”گلیلیو“ جھوٹا ہے اور کبھی یہ نہیں کہا کہ ”ببلیوس“ بیکار شخص تھا اور سائنس کے قافی نہیں تھا۔ انہوں نے ”کو پرنیکس“ کو غلط نہیں کہا بلکہ انہوں نے ایک دوسرے کی عزت کی، ایک دوسرے کو مقام شرف دیا اور ایک دوسرے کی خدمات و سعی کی تعریف کی۔ اگرچہ کوئی بھی زمانہ گزرا ہو، کتنی غلط بات بھی کسی سائنس دان نے کی ہو وہ اس وقت اس نے بڑی صحت سے کی ہوگی مگر آنے والے لوگوں نے، آنے والے سائنسدانوں نے اپنے اس بھائی کے کام کو سراہا اور اس کی تعریف کی جس نے اپنی زندگی کو بڑی ایمانداری سے کسی تحقیق و جستجو کی طرف لگایا تھا۔

مذہب میں ایک کمال یہ ہوا کہ جب مذہب شروع ہوا تو سب سے پہلے ایک بڑی آفت اس پر یہود نے ڈھائی اور اس پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے یعنی خدا کی ہوا تک کسی اور قوم کو نہیں نکلنے دی۔ ان کے خیال میں وہ صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا: ”ہم اللہ ہم تیری عبادت کریں گے اور براہیم کے رب کی کریں گے اور اسماعیل کے رب کی کریں گے اور اسحاق کے رب کی کریں گے“۔ یعنی God was a family matter. قوم یہود نے اللہ کو مکمل طور پر ایک خاندانی خدا بنا لیا کہ قوم یہود سے باہر خدا exist نہیں کرتا تھا، وہ صرف انہی کا خدا تھا۔ انہی کی family کو پالتا تھا، انہی کی حفاظت کرتا تھا اور یہ ”یہودا“ یا رب یہود انہی کیلئے مخصوص تھا۔ چلئے اگر کسی قوم کو یہ غلط فہمی ہو بھی گئی تو کوئی پرالیم نہیں تھا مگر جب خدا پر اس قسم کا حق جما لیا جائے کہ آنے والے کسی بندے کا حق اس پر بالکل رو کر دیا جائے تو خدا بڑا (local) مقامی سا ہو جاتا ہے۔ شاید قوم یہود کا رب بڑا local سارب تھا۔ وہ ایک قبائلی خدا تھا۔ شاید اسی وجہ سے آنے والے سارے anthropologist اللہ کو زمینی پیداوار سمجھتے رہے، خاندانی اور قبائلی پیداوار سمجھتے رہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ قبائل نے جو

اپنے اپنے رب پالے ہیں ان میں ایک اللہ بھی ہے۔

شروع کے عیسائی (Early Christians) بھی بنیادی طور پر اسرائیلی تھے اور حضرت عیسیٰ کوئی نیا دیوتا بھی نہیں لائے تھے۔ وہ شریعت موسوی ہی لائے تھے اور اس کے بعد جب انہوں نے یہودی ریتوں کو اور philistines کو ظاہری عمل پر زور دینے کے بجائے اندرونی نیاات کے درس دینے شروع کئے تو ان میں آپس میں تصادم ہوا مگر Christians نے (concept of God) تصور خدا کو تھوڑا سا پھیلایا۔ اب وہ صرف یہودی ریتوں کا نہیں بلکہ غریبوں اور مساکین کا بھی خدا تھا مگر چونکہ Early Christians بھی یہودی تھے اس لئے وہ اس ملکیت خداوند سے باز نہ آئے اب انہوں نے مزید تخصیص یہ کر دی کہ اللہ یہودیوں کا ہی نہیں اب ہمارا بھی ہے بلکہ وہ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے اسے خاندان بھی دے دیا، یہودی دے دی اور اس کے بچے بھی پیدا کر دیئے۔ And they localized the God in a very small pattern. اب جہاں خدا بال بچے دار ہو جائے اور نیگمات بھی رکھنا شروع کر دے تو ایسا خدا سب کا خدا نہیں ہو سکتا اس لئے جیسے یہودیوں نے عیسائیوں کا حق ماننا بند کر دیا اسی طرح جب عیسائیوں نے اسے اپنے ساتھ مخصوص کیا تو کسی اور کو یہ حق نہ دیا کہ وہ خدا کو مانتے، جانتے یا اسے تسلیم کرتے۔ اتنے میں قرآن آ گیا مگر قرآن میں تو اللہ بالکل مختلف ہو گیا۔ قرآن میں اللہ چھوٹے گھروندوں سے باہر نکلا۔ شاید وہ بہت دنوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی تو آئے، مجھے میری طرح مانے۔۔۔۔۔ اگر میں آقا اور رسول ﷺ کا کوئی بہت بڑا وصف سمجھتا ہوں اور اگر میں قرآن کی بہت بڑی تعریف کروں تو میں یہ کہوں گا کہ قرآن نے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو ایسا پیش کیا جیسے اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتا کہ آقا و رسول ﷺ نے اللہ کی اور تصور خداوند کی جو presentation کی ویسی پہلے کبھی نہ تھی۔ Now he is no more a local God. اب وہ مقامی نہیں ہے، وہ کائنات کا مالک ہے، وہ پوری کی پوری کائنات کا تخلیق کار ہے۔ اگر آپ قرآن کی practical تعریف کریں تو آپ

اسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب تخلیق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں یقیناً بتایا جائے گا کہ پھل کس نے پیدا کئے اور ہنریاں کس نے پیدا کیں مگر یہ نہیں بتایا جائے گا کہ کچن میں کس کس طریقے سے اس کو پکانا ہے اور اس میں کون سے مصالحے ڈالنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بہت بڑے بڑے قوانین کی حد تک تو اللہ آپ کو بتائے گا کہ جو چیزیں اس نے بنائی ہیں ان کے بنیادی اصول کیا ہیں۔

یہ سچ ہے کہ ان ربی بفعل ما يشاء (میرا رب جو چاہتا ہے کر سکتا ہے) مگر جو طریقہ execution اور methodology اس نے جتنی ہے اس کو ہم سائنس کہتے ہیں۔ بذات خود وہ ان scientific processes (سائنسی طریقہ ہائے کار) سے آزاد ہے مگر اگر اس نے ایک بچے کی پیدائش کا عرصہ نو ماہ مقرر کیا ہے اور اگر اس نے زمین کی پیدائش کا وقفہ ایک ارب سال ایک دن کے برابر رکھا ہے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور processing میں اس نے جس process سے کام لیا ہے وہ شاید اس نے اسی لئے قائم کیا کہ جب لوگ اسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ان طریقوں سے گزر رہے ہوئے وہ حکم جیہ کو جان جائیں گے۔ اس نے اپنے علم کے ساتھ ایک خصوصی لفظ کا اضافہ کیا جو قرآن حکیم میں بار بار استعمال ہوتا ہے کہ میں ”علیم“ بھی ہوں اور ”حکیم“ بھی ہوں۔ اگر ”علیم“ اصول کا لفظ ہے تو ”حکیم“ execution کا لفظ ہے، اس دوران وقت کا لفظ ہے جو زمین پر بندے نے اور وقت نے گزارا ہوتا ہے۔ اگر سائنس یہ گمان کرے کہ زمین شاید چار ارب سال میں بنی اور اگر اللہ یہ کہے کہ میں نے زمین کو چار دنوں میں بنایا ہے تو اس میں تضاد واقع نہیں ہوتا۔ ہمیں صرف پچاند درست کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کا پچاند درست کرتے ہوئے آپ یہ کہتے ہو کہ ایک ہزار میل برابر ہے ایک انچ کے تو آپ بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتے ہو کہ یہاں جو پچاند اللہ نے دیا ہے تخلیق آسمان و زمین کا وہ اللہ کے نزدیک ایک ارب سال برابر ہے ایک دن یا کم و بیش۔۔۔۔ اسی طرح جب ان پچانوں کو لے کر آگے چلتے ہیں تو آپ کی کائنات کی عمر ٹھیک چھ ارب سال نکل آتی ہے اور آپ کو پتہ چلتا ہے کہ ”فسی صنتہ ایام“ کا کیا مطلب ہے کہ چھ دن میں اللہ نے یہ کائنات بنائی۔ صرف آپ

کو وہ پیمانہ adjust کرنا ہوتا ہے جو خداوند کریم نے استعمال کیا۔

ایک بات بڑی عجیب و غریب قرآن حکیم میں ہے آپ لوگ جب اسے اپنے نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہو تو آپ یہ نہیں سوچتے کہ ہم تخلیق کے بڑے ادنیٰ مراحل میں اتنے بڑے تخلیق کار کو شاید present نہیں کر سکتے قرآن حکیم میں اگر اللہ کی طرف سے چیزوں کو دیکھو تو آپ کو بہت آسانی سے ان کی سمجھ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ The whole procedure is very visible, very easy to understand. میں اپنی طرف سے سورج کی جسامت اور قدامت کو دیکھنا شروع کروں کہ یہ huge آتش کلاہ کسی بھی وقت قیامت خیز ہو سکتا ہے جس کا سائز سوچ کر مجھے خوف آتا ہے اور جس کی حدت دیکھ کر بھی مجھے خوف آتا ہے تو آپ کو یقیناً وہ عظمت بڑی حیران کن لگے گی جس کے تحت خداوند کریم اسے ”چراغ“ کہتا ہے۔ چھوٹا سا ایک دیا، جلتا ہوا چراغ۔۔۔ آپ حیران ہوتے ہو کہ وہ اللہ کس سائز کا ہے جو سورج کو جلتا ہوا چراغ کہہ رہا ہے اور کبھی کبھی اللہ کسی بڑی statement کو بڑے حقیرانہ انداز سے، چیزوں کو اتنا چھوٹا کر کے ہمیں دیتا ہے کہ ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ واقعی اللہ کتنا بڑا ہو سکتا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ جب آپ ”اللہ اکبر“ کہتے ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ ہی بڑا ہے اور کوئی بڑائی کے قائل ہی نہیں اس لئے کہ اس سارے matter، سازو سامان، اتنی منزلوں اور بندی پر جا کر اپنی عقل کی مکمل exertion کے بعد بھی ہم ابتدائے حال کائنات تک نہیں پہنچ سکتے تو پھر خالق کائنات کتنا بڑا ہوگا۔

ذرا غور کیجئے کہ مدت ہوئی، ہزاروں برس گزرے، انسان نے بڑی مشقت کی، بڑی محنت کی اور بڑی ہی بربادیاں دیکھیں، بہت سائنسدان مرے، بہت جان جو کھوں کے بعد بلا آخر انہوں نے کیا فیصلے کئے ہونگے جو چودہ سو برس پہلے نہ کسی نے غور کیا، نہ دیکھا، نہ سوچا مگر جنت سے محمد رسول اللہ ﷺ نے دو آیات بیان کر دیں کہ مجھے تو میرے اللہ نے یہ بتایا ہے: ”اولم یزالذین کفروا ان السموت والارض کائنات تفتقنہما“ یہاں اللہ ”سموات“ کا

لفظ استعمال کرتا ہے مگر جب اللہ "سما" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو وہ اس پوری universe کیلئے استعمال ہوا ہے۔ بہت سارے شارحین اس معاملے میں بہت غلطی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے قرآن adjust نہیں ہو پایا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے جملے میں بتاتا ہے کہ ".....إِنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا تَفًّا فَفُتْنَهُمَا" یہ سب زمین و آسمان اس نے ایک ماوے سے بنائے۔ اس آیت سے یہی بات نکلی کہ زمین و آسمان صرف ایک نہیں ہے۔ سائنسز ابھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچیں مگر options کھلے ہیں۔ پہلی کی آنکھ بھی ابھی اس معراج تک نہیں گئی، کائنات کی دلیز سے آگے نہیں نکل سکی، "ما تقار السَّمَوَاتُ" سے باہر نہیں جا سکی اور خدا کہتا ہے کہ اے سماء و اے مسمو! اسی طرح کی چھ اور ہیں۔ یعنی سات آسمان ہیں اور سات ہی زمیں ہیں۔

قرآن کو سمجھنے کیلئے لازم ہے کہ اس کیلئے تھوڑا سا تردد کیا جائے کہ کسی لفظ کو کس contour اور کس texture میں استعمال کیا جانا ہے۔ جب ہم "سما" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اللہ میاں نے کوئی خاص وضاحت نہیں کی بلکہ بہت سادہ سا ایک لفظ بول دیا: "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ" (5: 67) (ہم نے آسمان دنیا کو چاندیوں سے سجایا ہے۔) جوئی آپ نظر اٹھاتے ہو اور آپ کو حد نظر تک ان گنت ستارے سراسر محراب کی طرح نکھرے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ ایک آسمان ہے۔ جہاں جہاں تک آپ کی نظر جاتی ہے وہ آسمان ہے مگر بظاہر اگر آپ scientific measure سے دیکھو تو آپ کائنات کو دیکھ رہے ہو۔ جہاں جہاں تک نظر جارہی ہے ایک کائنات ہے جسے آپ دیکھ رہے ہو۔ آپ کی نظر صرف ایک کائنات تک محدود نہیں ہے بلکہ خدا تو کہہ رہا ہے کہ پوری دنیا آسمان کو میں نے ستاروں سے سجایا ہے یعنی جہاں بھی کوئی ستارا ہماری آنکھ کے vision میں ہے وہ آپ کی زمینی کائنات کی حدود متعین کر رہا ہے "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ" اب آپ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ وہ ایسی ہی سات کائناتوں کا خالق ہے اور ایسی ہی سات زمینوں کا بھی وہ خالق ہے۔ انسان بڑا پریشان ہوتا

ہے کہ ابھی تک ان سات زمیوں میں کوئی وجود انسان نظر نہیں آیا۔ اس موضوع پر انسان نے ہزاروں فلمیں بنائیں جن میں وہ aliens کا سراغ ڈھونڈتا نظر آتا ہے کیونکہ انسان کے تصور میں یہ خوف ابھی تک موجود ہے کہ کوئی اور تہذیب یافتہ انسان ہی ہمارے اوپر ظہور حاصل کر لے گا۔ مگر ابھی اسے کوئی سراغ نظر نہیں آیا۔ But God is very sure جسے آپ اللہ کہتے ہیں وہ بڑے یقین سے یہ بات کہتا ہے: ”اللہ الذی خلق مبع سموت و من الارض مثلہن یسنزل الامور بینہن“ (12:65) ان ساری زمیوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔ کون سا حکم۔۔۔؟ اللہ نے قرآن کو ”حکم“ قرار دیا۔ اگر قرآن حکم ہے اور ساری زمیوں میں اتر رہا ہے۔ ساری زمینیں ایک ہی وقت میں judge ہو رہی ہیں اور ساری زمیوں کے انسان اگر جنت میں جانے کی کوشش کریں تو جنت تو بھر جائے گی۔ بڑی مصیبت پڑے گی۔ اپنا حال دیکھتے ہوئے تو ہمارا کوئی chance نہیں رہتا۔ ہم تو بہت پیچھے رہ جائیں گے مگر جب جنت کی وسعت دیکھتے ہیں تو تسلی ہو جاتی ہے۔ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا جملہ کہا: ”عرضہا السموت والارض“ تم لوگ ایک ایسی جنت میں داخل کئے جاؤ گے جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمیوں سے بھی بڑی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اگر ہم سارے انسان یہاں سے نکل کے صرف اپنے galaxial order میں ہی جائیں تو مشکل سے کوئی ایک ستارہ ہی بڑ کر پائیں گے۔۔۔۔۔ جتنی ہوس ہے زمین کی لے لو، جتنا اختیار ہے استعمال کر لو، سونے چاندی، ہیرے جواہرات کے پھاڑ لے لو، سمندر لے لو مگر پھر بھی اتنی بڑی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہاں ارب ہا ارب لوگ ہونگے۔ مختصر یہ کہ وہاں زمین کے قریب تو galaxies صرف آپ کے order میں ہیں اور ایک galaxy میں کم از کم دو بلین ستارے آپ کو مل جائیں گے تو پھر چاہے کتنے ہی انسان جنت میں چلے جائیں۔۔۔۔۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے کمال بات کہی۔۔۔۔۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سات زمینیں خالی نہیں ہیں۔ یہاں سامنز کا ادراک ختم ہو جاتا ہے اور یہ ایک بات بتا دیتا ہے کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ سامنز تہذیب حقائق پر ہیں۔ اگر آپ cosmology میں بڑے بڑے سائنسدانوں

کو دیکھیں تو آپ کو یہ چلے گا کہ ساری کی ساری کاسمیولوجی (علم فلکیات) guess work پر چل رہی ہے۔ ایک theory کے ٹوٹنے اور دوسری تھیوری کے درمیان تمام انسانی ذہنوں کا network ہے۔ حقائق کچھ بھی نہیں ہیں صرف basics ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حقیقت سراب کی طرح چمک دکھا کر ان کو کسی قانون کی خبر دے جاتی ہے اور پھر گم ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ اچانک Certainty of law بنتی ہے۔ کبھی Relativity Special ہو جاتی ہے۔ پھر وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔ پھر وہ Quantum کی تھیوریاں بنتی ہیں جو پھر Uncertainty میں بدل جاتی ہیں۔ یہ مذاق اللہ کرتا ہی رہتا ہے۔ اس نے بڑی خوبصورت بات کہی: ”مشلہم کمثل الذی استوقد ناراً فلما اضاءت ما حوله و ذهب اللہ بنورہم وترکہم فی ظلمت لا یبصرون“ تھوڑی دیر کیلئے۔۔۔ کچل کی چمک۔۔۔ ایک hypothesis۔۔۔ ایک قانون۔۔۔ بڑا شور مچو غوا۔۔۔ نوں انعام۔۔۔ ایوارڈز۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ پھر کوئی تھیوری آگئی، نئی قدر افلاک متعین ہوا شروع ہو گئیں۔ نیا سکہ عقل و معرفت رائج ہوا شروع ہو گیا۔ اس تصادم میں بھی آخر کب تک نہ کہیں عنت کرنے والے سچے لوگ کسی قانون ازل پر پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ قرآن میں اپنے طریق کار کی خبر دیتا ہے مثلاً اللہ کہتا ہے: ”اولم یرو الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا زتفاً ففتقنہا“ (پوری کائنات پہلے ایک وجود تھا۔ سات کائناتیں اور زمینیں پہلے ایک وجود مطلق تھیں۔ پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جدا کر دیا۔) یہ وجود پھٹا اور اس وجود کے پھٹنے سے پھر کیا پیدا ہوا ہوگا۔۔۔؟ بڑے بڑے بادل پیدا ہوئے۔ کائناتیں نہیں بلکہ بڑے بڑے بادل پیدا ہوئے تھے۔ حدیث رسول ﷺ نے یہ سمجھنے میں ہماری مدد فرمائی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کائنات بنانے سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کانہ فی عماء“ (وہ تو بادلوں میں تھا) یعنی کائنات تخلیق کرنے سے پہلے رب کائنات بادلوں میں تھا اسی لیے لگتا یہ ہے کہ وہ وجود مطلق جس کی اللہ نے خبر دی جب اس کو پھاڑا گیا جب وہ پھٹا تو اس کے بعد huge بادل پیدا ہوئے اور اللہ ان بادلوں میں تھا۔ وہ کام کر رہا تھا۔ وہ کیا

کر رہا تھا؟ یہ سوچنا سمجھنا ہمارا کام نہیں ہے مگر اس نے ہمیں طریقہ کار کی خبر ضرور دی۔ ایک بات اس نے بڑے پیار سے قرآن حکیم میں کی کہ میں اس بندے سے نفرت کرتا ہوں جس کو میں نے اپنی سب سے خوب صورت چیز دے دی اور وہ سب سے زیادہ جاہل نکلا۔ ”إِنَّ الشَّرَّاءَ لَوَآبٍ عِنْدَ اللَّهِ الصَّمَّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ“ (22:8) (بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہے جو عقل و معرفت نہیں استعمال کرتا جو اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات کو دیکھتا ہے) یہ بدترین جانور ہیں، انہیں انسان تو کہتے ہی نہیں، یہ جانوروں سے بھی بدترین جانور ہیں۔ ان کو میں نے ایک غیر معمولی صفت عطا کی، ایک وصف عطا کیا مگر انہوں نے اسے کبھی استعمال نہیں کیا اور وہ بالآخر میری رضا مندی کے اہل نہیں ہیں۔ اچھے لوگوں کی مثال اس نے قرآن میں یوں دی:

”الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قَلِيلًا وَقَلِيلًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ“ (3:191) (وہ صبح و شام میری یاد کرتے رہتے ہیں، صبح و شام میرے دھیان میں رہتے ہیں، میرے خیال میں رہتے ہیں، میری یاد میں رہتے ہیں اس کے علاوہ کیا کرتے ہیں؟) ”وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ جو چیز میں نے بنائی ہوئی ہے جو زندگی میں نے تخلیق کی ہے جو آدم میں نے تخلیق کیے ہیں وہ ان پر غور و فکر کرتے ہیں، سوچتے رہتے ہیں کہ یہ اللہ نے کیا بنایا اور کیوں بنایا؟ کیا وہ اس طرح اپنی قدرت الہیہ کو ہمارے دل میں نقش کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ اور یہ تمام اس لیے تھا کہ ہم اپنے رب قدر کے تکبرات کو سمجھیں اور ہم اپنے ذہنی تکبرات سے گریز کریں۔ ہم اطاعت کی سرشت اختیار کریں، تسلیم اختیار کریں اور اسلام پر رہیں، پھر اس کے بعد ہم اس کائنات کی فتح کا قافز حاصل کریں گے جو ہمیں موت کے بعد حاصل ہوگی۔

اس سے اگلی چھوٹی سی آیت میں اللہ کہتا ہے کہ (اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا) اور دیکھیں کتنی مدتیں گزریں، کتنا وقت گزر گیا، تقریباً اڑھائی ہزار سال گزر گئے اور سائنسدانوں کو بیسویں صدی میں یہ دو قوانین confirm ہوئے اور ایک تیسرا بھی آگیا جو پہلے کسی کے علم میں نہیں تھا۔ مگر قرآن کے علم میں تھا۔ اس کے بعد یہ سائنسدانوں کے علم میں آیا پھر

ساری دنیا کے علم میں آیا اور قرآن اور سائنس میں یہ مطابقت تخلیق ہو گئی اور وہ قانون یہ تھا کہ یہ سورج، چاند، ستارے سارے کے سارے ہم نے مسخر کر دیئے اور ان سب میں ایک قانون رکھ دیا۔ ”کل یجری الی اجل مسمیٰ“ یہ تین بڑے قوانین ہیں جو کسی عام انسان کے علم میں بھی ہو سکتے ہیں کہ کائنات ایک وجودِ مطلق تھی جسے پھاڑ کے الگ کیا گیا، تمام حیات پانی سے پیدا کی گئی اور کائنات میں ہر چیز جل رہی ہے۔ اخلق سے چلتے چلتے انسان کے سائنسی سفر کے اختتام پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج کا انسان ان تین اصولوں کو پہچان گیا ہے مگر ابھی تو بہت سے قوانین رہتے ہیں جو خدا کے ہاں ہیں۔ ”الا یعلم من خلق“ (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا۔) بڑے سادہ لہجے میں وہ کہتا ہے کہ کیا بیسویں صدی کا دانش ور مجھ سے چھپا ہوا ہے۔ یہ بڑے بڑے sky scrappers والے، High Engineering والے، Who have ----- classic perfection in human aesthetics کیا یہ مجھ سے چھپے ہوئے ہیں۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں، جس نے یہ ابتدا معنائی ہے، جس نے انجام تخلیق کیا ہے، میں، جس نے قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں لکھی ہیں اور میں، جو تخلیقِ دنیا سے پچاس ہزار سال پہلے فطرت اور تقدیر انسان لکھ کر فارغ ہو بیٹھا ہوں، ماسٹر پلان میں نے لوحِ محفوظ میں رکھ دیا ہے ”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“ (اور زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں جس کا ایک ایک دانہ مجھ پر نہیں۔) ”وَيَعْلَمُ مَسْغَرُّهَا وَمَسْعُودُهَا“ (6:11) مجھے پتہ ہے کہ کہاں کہاں کسی نے جانا ہے، جنگل جانا ہے، گھر جانا ہے، ساتویں منزل پر رہائش اختیار کرنی ہے یا نیچے رہنا ہے، یہ سب میں نے لکھ دیا ہے کہ وہ کہاں سوچا جائے گا، کہاں کھائے گا، کس سے دوستی رکھے گا، کہاں اٹھے گا، کہاں بیٹھے گا اور حیات کے اس جنگل سے کس طرح گزرے گا۔ کیا مجھ سے یہ سب چھپے ہیں؟

فرض کرو کہ آپ کا کوئی عزیز امریکہ جا رہا ہے، وہاں آپ کو بڑا کام ملے گا، بڑی اچھی زندگی گزرے گی، شاید وہ غربتِ ارضی ہے کام کاج کے معاملے میں، ڈالر بڑے اچھے ہیں ان پر

نشان بھی لگا ہوا ہے، پھر مستقبل خوش آئند۔۔۔ اگلی نسلوں کی پڑھائی لکھائی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ پیچھے رہ جانے والوں میں معزز۔۔۔ یہ ”چوڑے چھاڑ“ پیچھے رہ گئے ہیں اور بڑے بڑے سردار امریکہ چلے گئے ہیں۔ گھر سے ایک غریب آدمی چلا جاتا ہے اور پھر آنکھ اٹھا کر گھر کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب سے بھیجے گئے ہیں تو ایک خیال ضرور آتا ہے کہ یہ ایک بار گیا تو پھر واپس نہیں آنے والا۔۔۔ (یہ میں امریکہ کی بات کر رہا ہوں، ویسے انگلینڈ والے واپس آ جاتے ہیں) جو گیا سو گیا۔۔۔ کہنے کو سب یہ ہی کہہ کر جاتے ہیں کہ جلدی پیسے کا کرواپس آ جائیں گے مگر کوئی کم ہی واپس آیا۔ ہم دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اتنی اچھی جگہ چلے گئے، اتنی اچھی خوراک کھا رہے ہیں، اتنے اچھے کپڑے پہن رہے ہیں۔ بڑے بڑے Sky scrappers میں رہ رہے ہیں تو کون اسکا برا منائے گا۔ ہر کوئی وہاں جانا اور رہنا پسند کرے گا۔۔۔ مگر اگر ہمیں یہ پتا ہو کہ مرنے کے بعد بڑا اچھا مہربان مالک اوپر بیٹھا ہے۔ بڑا اچھا مکان ملے گا۔ کھانے پینے کی فراخی ہوگی تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قبروں پر لائیں لگی ہوں کہ میں پہلے جاؤں، میں پہلے جاؤں۔۔۔ مگر۔۔۔ ناوانٹگی ہی عذاب اور ناوانٹگی ہی رحمت ہے۔۔۔ یہ جو ہمیں خوف اور بیم ورجا کے درمیان رکھا گیا یہی بڑی بات ہے۔ اسی حوالے سے صدیق اکبرؑ کے ایمان کو بہت بڑا ایمان کہتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ ایمان میں صدیق اکبرؑ کا مسلک کیا تھا تو بتایا گیا کہ ”بیم ورجاء کے درمیان تھا“ پوچھا گیا کہ بیم ورجا کیسے؟ صدیق اکبرؑ نے فرمایا کہ ”جب میں اپنی نیکیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے گمان ہوتا ہے کہ میں شاید وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور جب میں اپنی خطاؤں کو دیکھتا ہوں تو اس خوف سے کانپتا ہوں کہ دوزخ میں بھی شاید پہلا شخص میں ہی ہوں۔“ اس لئے ایمان ”بیم ورجاء“ کے درمیان ہے۔ نہ اتنا بے خوف رکھو امید کو کہ اللہ کو dictate کرنے لگو، ”ان الله يغفر الذنوب“ اور نہ اتنے ڈرو کہ ڈرتے ڈرتے مرجاؤ ایک اللہ کے ولی بڑی عبادت کرتے تھے اور بہت ڈرتے تھے۔ آخر ڈرتے ڈرتے فوت ہو گئے۔ عالم مثال میں اللہ کے حضور پیش ہوئے تو اللہ نے کہا کہ کیوں بھی میری ساری شخصیت میں کیا تجھے ایک ہی

pattern نظر آیا کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ چل اب دھر بھی ڈرتا رہ۔ تجھے میری کوئی اور چیز یاد ہی نہیں آئی۔ رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ”جس نے اللہ کو چاہنا ہے اسے چاہیے کہ اسے اچھے گمان سے چاہے، اس لئے کہ تمہارا گمان ہی کام آئے گا اور خاص طور پر مرتے وقت کام آئے گا۔ یہ نہ ہو کہ پیچھے اچھا گمان ہو اور بچ میں پھر گڑبڑ ہو جائے یا بچ میں سے آتی ہوئی inquiry کی fuss شامل ہو کر scepticism (شک و شبہ) کا شکار ہو جاؤ۔ آخر تک اللہ سے گمان اچھا رکھو۔ ایک حدیث میں پہلے بھی کئی بار سنا چکا ہوں کہ ایک بزدل رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ قیامت کے روز حساب کون لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ خود، وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ حضور ﷺ کو تعجب ہوا، اصحاب کو تعجب ہوا کہ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ اگر اللہ حساب لے گا تو ڈرو، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ آپ ﷺ نے اسے واپس بلوایا اور پوچھا کہ تو ہنسا کیوں۔۔۔ تو اس نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اکثر دنیا میں دیکھا ہے کہ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو نرمی سے لیتا ہے اور اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اس بزدل کا اپنے رب پر گمان کتنا اچھا ہے۔“ یہ وہ گمان ہے جو ہمیں اپنے رب پر رکھنا چاہیئے۔

اب دوبارہ سائنس اور مذہب کی طرف واپس آتے ہیں کہ مذہب میں کیا ہم جھوٹے ہوئی کہ وہ سائنس سے الگ ہو گیا؟ پچھلے ہزار برس میں ایک حادثہ ہوا۔ حادثہ یہ ہوا کہ ادھر سے یونانی (Greeks) آئے، رومی (Romans) آئے اور بچ میں دوسری بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ سینا اور فارابی جیسے دانشوروں نے اسلام کی یا قرآن کی intellectual اہمیت کو کم کر کے پیش کیا۔ قرآن کو ایک ایسی کتاب سمجھا جانے لگا جو Scientific standards پر پورا نہیں اترتی۔ کمال کی بات ہے کہ ایک کتاب جو کُل تھی اور جس کا ایک جزو سائنس تھا اس کے بارے میں یہ گمان رکھا جانے لگا کہ کُل جو ہے وہ جزو سے مغلوب ہو گیا یعنی خالق اپنے تخلیق کردہ ایک institution سے مغلوب ہو گیا۔ یہ ایک عجیب سا گمان مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ اس کی وجہ سے

انہوں نے ایسے explanatory methods اختیار کرنے شروع کئے جنہوں نے قرآن کو بہت دور کر دیا۔ ایک ہزار سال یہ تماشا ہوا۔ ایک ہزار سال سے اگر سائنسدان کچھ کہہ رہا تھا اور وہ غلط کہہ رہا تھا تو لوگوں نے قرآن پر اعتبار نہیں کیا۔ فارابی، سینا، ابن رشد اور ابن خلدون جیسے بڑے نام جن کو آپ بڑی عزت و مرجع دیتے ہو بد قسمتی سے ان سب لوگوں نے قرآن کے بجائے موجودہ سائنسی آراء (Current scientific opinions) کو ترجیح دی۔ کسی نے ابن رشد سے پوچھا کہ کیا تو اپنے گستاخانہ کلام سے ڈرتا نہیں۔۔۔ کیا تجھے عادی و شمود کے حال کا نہیں پتہ۔۔۔ اس نے آگے سے جواب دیا کہ تم عادی و شمود کے عذاب کی بات کرتے ہو مجھے تو یہ یقین بھی نہیں کہ عادی و شمود تھے بھی کہ نہیں۔ میرے پاس تو کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر یہ inquiry کے لہجے سے کہا جاتا اور پھر اس پر inquiry کی جاتی یہ دیکھنے کیلئے کہ وہ ہیں کہ نہیں تو اس حوالے سے تو وہ بڑی اچھی بات تھی اور اللہ کو بھی پسند آتی مگر بظاہر استہزائی انداز سے اس نے کہا کہ کون سے عادی و شمود کا عذاب۔۔۔؟ کاش کہ آج ابن رشد زندہ ہوتا تو عادی و شمود کے وہ تمام آثار دیکھ لیتا جو ان صدیوں میں نکل آئے ہیں۔

آج کے بڑے بڑے دانشوروں نے کہا کہ ”بد ہد کا واقعہ بڑا فضول سا ہے۔ یہ بد ہد ضرور کوئی تیز رفتار messenger ہوگا جو تین ہزار میل دور ملکِ سبائ میں گیا ہوگا اور اگلے دن واپس آ گیا ہوگا۔ یہ نہ تو کوئی جن ہے اور نہ پرندہ۔۔۔ ابھی تک مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ کیسے اگلے دن کوئی واپس آ سکتا ہے یا تو اس زمانے میں کوئی electronic transportation ہوئی تو پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اگلے دن واپس آ جاتا مگر اس زمانے کے communication systems کو دیکھتے ہوئے اگر سلیمان نے کوئی بندہ بھیجا بھی تھا تو وہ بچپن میں سال بعد واپس آیا ہوگا یہ بتانے کیلئے کہ اے پیغمبر میں نے ایک قوم دیکھی ہے کہ سورج کی پرستش کرتی ہے۔ وہ وقت گزر گیا، سامنز آ گئیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے دو چار ماہ پہلے ”سبائین“ کی کھدائی شروع ہوئی۔ جب کھدائی شروع ہوئی اور سب سے پہلے جو ستون نکلا اس کے بارے میں میں

نے اخبار میں ایک رپورٹ پڑھی۔ That was a nation which used to worship sun. یعنی قوم سہا کا جو سب سے پہلا انسان نکلا وہ یہ تھا کہ یہ قوم سورج کی پرستش کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ انتظار کر رہے تھے کہ قرآن کے یہ الفاظ کب پورے ہوں: ”اے بادشاہ میں نے ایک قوم دکھی ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔“

بہت سے دانشور کہتے ہیں کہ آپ قرآن کو quote کر لیتے ہو، آپ کا دماغ خراب ہے، اتنی شاندار انسانی محنتوں کو آپ کوئی اہمیت نہیں دیتے، اُدھر سے جوں ہی ایجاد آئی آپ نے اٹھا کر قرآن میں فیکس (fix) کر لی، بس اسی کام میں لگے ہوئے ہو۔۔۔ مگر نظر یاتی طور پر اگر آپ قرآن وحدیث کو ملا کے پڑھیں تو آپ کو عجیب وغریب حقائق کا احساس ہوگا۔ سب سے بڑی اس حقیقت کا احساس ہوتا ہے کہ نہ یہ زمین پہلی زمین ہے، نہ یہ آخری ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب لوگ جنت میں داخل کر لئے جائیں گے۔ ظاہر ہے جنت اتنی بڑی ہے جیسے میں پہلے آپ کو اس کی مثال دے چکا ہوں کہ پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی اور جب وہ جگہ بچ جائے گی تو نئے لوگ پیدا کئے جائیں گے، پھر نئے سرے سے آرائش شروع ہوں گی اور پھر ان کو جنت میں داخل کیا جائیگا۔ یہ صرف ایک symbolic بات ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ سات زمیں ہیں اور ہر زمین سات مرتبہ جہنم لے گی یعنی انچاس مرتبہ یہ process ہوگا۔ اس سارے process کی مدت اس طرح نکل سکتی ہے کہ اگر ہماری کائنات کی تعمیر میں چھ ارب سال لگے تو آپ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیالیس یا بیستالیس ارب سال کی مدت ہے جس میں سات زمیوں کا یہ تو اتر جاری رہے گا، لوگ پرکھے جائیں گے، جنت میں بھیجے جاتے رہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ 45 ارب سال کے بعد حساب کتاب کی آخری ساتویں آئیں۔۔۔ مگر مصنف سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ میں پہلے آپ سے کہہ چکا ہوں کہ یہ صرف میری رائے ہے مگر جب میں اپنی رائے دیتا ہوں تو یہ بے بنیاد نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک گہرے مطالعے پر بنیاد رکھتی ہے۔ میں آپ سے بھی یہی بات کہتا ہوں کہ جب آپ کا تجسس بیدار ہو اور جب آپ

قرآن وحدیث کے مطالعے میں جائیں اور غور و فکر سے جائیں تو آپ کو بھی بڑی کرشماتی باتیں نظر آئیں گی۔

اب میں اگلی بات کی طرف آتا ہوں۔ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ Big Bang کے بارے میں قرآن میں تاہید ہو گئی مگر قرآن Big Crunch کی تاہید کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کا مجھ سے متفق ہونا ضروری نہیں مگر قرآن Big Crunch کی مطابقت کے ساتھ ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ قرآن کائنات کے پھیلاؤ کی بات تو کرتا ہے۔ اور بڑے سادہ سے الفاظ میں کہتا ہے کہ ”وَالسَّمَاءُ بَنِينَهَا بَايِدٌ وَأَنَا الْمَعْمُومُونَ“ (ہم نے اس کائنات کو بنایا اور ہم اسے پھیلا رہے ہیں۔) یہ تو وہ کہتا ہے مگر وہ کائنات کے سکڑنے کی بات نہیں کرتا۔ اس لیے نہیں کرتا کہ قرآن ایک نئے طریقہ کار کی خبر دیتا ہے۔ ایک بڑی عجیب و غریب سی وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ پوری کائنات سے اپنے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ اس آیت کو سمجھنے کیلئے ایک بات یاد رکھئے گا۔۔۔۔۔ کائنات کا ایک بنیادی اصول ہے کہ گرم ستارے یا جتنی بھی جلتے والی چیزیں ہیں یہ اپنی حرارت lose کر رہی ہیں اور جو ٹھنڈک والی چیزیں ہیں وہ حرارت (gain) جذب کرتی ہیں اور چونکہ کائنات میں حرارت کا کوئی اور source نہیں ہے اس لئے تمام گرم چیزیں اپنی حرارت کھو رہی ہیں اور ٹھنڈی چیزیں حرارت حاصل کر رہی ہیں جب وہ ایک درجے پر آ کے برابر ہو جائیں گی تو پھر دونوں طرف حرارت (lose) خارج ہونا شروع ہو جائے گی حتیٰ کہ ایک scientific انجام اس پوری کائنات کا یہ نظر آتا ہے کہ یہ پوری کی پوری حیات ناکارہ بن جائے گی۔ یہ مکمل ناکارہ کائنات بن جائے گی کہ جس میں حرارت تمام طرف سے جذب اور اخراج (absorption & losing) بند کر دے گی کیونکہ کائنات اپنے وجود کے باہر سے کچھ نہیں لے رہی اور نہ اپنے وجود سے باہر کچھ دے رہی ہے اس لیے ایک متفق علیہ اصول یہ ہوگا کہ یہ کائنات دونوں طرف سے اپنی حرارت اور زندگی کھو دے گی اور اگر بہت آگے بڑھ کر سائنسی نکتہ نظر سے کوئی حتیٰ فیصلہ کیا جائے تو ایک مکمل بچا رہی، مکمل موت اور مکمل بے ہنگامی ہے جو

اس کائنات کا انجام ہے مگر تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔۔۔ یہ آیت آپ نے بہت دفعہ قرآن پاک میں تلاوت فرمائی ہوگی یہ بڑی عجیب و غریب ہے ”اللہ نور السموات والارض و مثل نوره كمشكاة فيها مصباح و المصباح في زجاجة و الزجاج كانه كوكب دري يوقد من شجرة۔۔۔ نور علی نور و یددی اللہ لنوره من یشاء و یدضرب اللہ الامثال للناس و اللہ بكل شیء علیم“ (35:24) (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیر زخون سے جو نہ پورب کا نہ تجھم کا قریب ہے کہ اس کا تل بھڑک اٹھے اگر چراغ سے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور۔۔۔) اس آیت میں کچھ باتیں بڑی عجیب و غریب ہیں خاص طور پر یہ بات کہ یہ ایک ایسا چراغ ہے جس کی حرارت میں کبھی کمی نہیں آتی۔ اس کائناتی زندگی کے بارے میں ہمارا بنیادی خوف یہ ہے کہ اس کائنات کا ہر ذرہ توانائی کو خارج کر رہا ہے اور توانائی کھور رہی ہے سوائے ان بڑے بڑے سائٹوں کے پھٹے اور پھر جلتے کے ہمارے پاس اس توانائی کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ مگر ہمارا پائسانس کا یہ خوف بے بنیاد اس طرح ہے کہ بقول قرآن اللہ یہ کہتا ہے کہ یہ جو میں پوری کائنات کو زندگی اور حرارت دے رہا ہوں اس کی بنیاد ایک ایسے چراغ کی طرح ہے جس کی حرارت اور لو کبھی ختم نہ ہوگی۔ So the idea of losing energy in the universe is anti Quran. (کائنات سے حرارت کا ختم ہو جانا ایک ایسا موجودہ سائنسی نظریہ ہے جو قرآن کے خلاف ہے۔) ایک اور بات یہ کہ۔۔۔ یہاں خدا نے ایک مثال دی ہے کہ اللہ اس طرح کائنات کا نور ہے کہ جیسے ایک طاقے میں ایک چراغ جلتا ہو۔ اس کے بعد ایک آئینہ ہوا اور روشنی کا ایک سلسلہ آگے چل رہا ہو اور یہ تمام روشنی جو ہمیں کائنات میں نصیب ہو رہی ہے یہ پوری کی پوری ایک source سے نکل رہی ہے اور یہ وہ source ہے جو کبھی بھی injured نہیں ہوتا اس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کائنات میں جتنا بھی نور ہے وہ کبھی بھی کم نہیں ہوتا اور نہ ہی زیادہ ہوتا ہے۔ جو مقدار

اللہ نے اس کی مرتب کر دی ہے وہ اسی طرح رہے گی۔۔۔ مگر ایک فرق کے ساتھ جو ابھی
سائنسدانوں کے سامنے واضح نہیں ہے۔

ایک بات پر غور کیجئے گا۔۔۔ اس کے بارے میں ابھی حال ہی میں تجربات بھی ہو رہے
تھے، اخبارات میں رپورٹس بھی آئیں کہ اگر کسی اندھیرے عمار میں پروٹانوں (protons) کو
انتہائی تیز رفتاری (high speed velocity) سے گزارا جائے تو کس طرح (metal)
وحات کی ایک شکل بنتی ہے اور کس طرح پروٹان وحات میں ڈھلتے ہیں۔ اسی طرح یہ ایک عجیب و
غریب سوال ہے کہ کس طرح اللہ کے نور سے کائنات وجود پذیر ہوئی؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

پرانے زمانے میں لوگ لہیات پر سوال کرتے تھے۔ مادیت والے کہتے تھے کہ اگر
اللہ نور ہے تو اس سے مادہ کیسے وجود میں آگیا اور اگر مادی وجود ہے تو فنا پذیر ہے پھر اس پر نور کا
اطلاق نہیں ہو سکتا۔ وہ بڑے بڑے arguments (دلائل) دیئے جاتے تھے حتیٰ کہ آئن
سٹائن کا وہ وقت آگیا کہ جب اس نے mathematical قوانین یا speed کے قوانین
دے کر یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ energy اور مادہ ایک دوسرے میں بدل سکتے ہیں یعنی
کائنات میں energy مادے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور مادہ energy میں بدل جاتا ہے مگر
یہ اس پر منحصر ہے کہ آپ اسے کتنی speed سے گزار رہے ہو۔ مختصراً Theory of
relativity کے تحت آپ توانائی اور اس کے تعامل کو دیکھ سکتے ہو مگر میں کچھ اور بات کہتا
ہوں۔۔۔ طاقت تو اپنی جگہ ہے، لازوال۔۔۔ غیر متغیر۔۔۔ ایک ایسا چراغ جس کی لونہ اوپر ہوگی نہ
نیچے ہوگی، نہ کم ہوگی، نہ زیادہ ہوگی۔ ایک مسلسل توانائی اور ایک مسلسل زندگی دینے والا اللہ۔۔۔ مگر
وہ نہیں، اس کے باہر (اس چراغ کے باہر) جو روشنی پھوٹ رہی ہے اس نے آگے حیات کی تخلیق
کی ہے، توانائی کی شکل بھی اختیار کی ہے اور مادی وجود بھی پایا ہے۔ قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ
نور اور وجود کے درمیان بہت سی ایسی صورتیں ہیں جن سے کوئی آگاہ نہیں، جن سے ابھی سائنس
بھی آگاہ نہیں۔ مثال کے طور پر پہلے کائنات میں کچھ بھی نہیں مانا جاتا تھا کہ اب رفتار کیلئے پلازمہ

کا وجود سامنے آیا ہے تو لگتا ایسے ہے کہ اللہ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ مجھے تو کوئی اثر نہیں واقع ہوتا مگر جو صرف میرے نور کا انکاس یا اشراق ہے اس پر کائناتوں کی زندگی منحصر ہے۔ ”اللہ نور السموات والارض“ کسی بھی آیت میں نور کا لفظ بذاتہ تو انائی کے power house کیلئے استعمال نہیں ہوا کسی بھی آیت میں چاند کو چلا ہوا چراغ نہیں کہا گیا۔ یہ بھی ایک معجزہ (miracle) ہے اس کتاب کا۔۔۔۔۔ میں اللہ کا معجزہ نہیں سمجھتا، اگر آپ اللہ کو مانو تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر اگر آپ اللہ کو نہیں بھی مانتے تو یہ اس کتاب کا معجزہ ہے کہ پوری کتاب میں سورج کو چلا ہوا چراغ کہا گیا ہے اور چاند اس سے روشن ہوا۔ ”وجعل القمر فیہن نوراً وجعل الشمس صراجاً“ (16:71) (اور کیا چاند کو ان کے درمیان روشن اور کیا سورج کو چراغ) یعنی حیران کن بات یہ ہے کہ ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں چاند کو بذاتہ خود چلا ہوا قرار دیا گیا ہو۔ اس کے برعکس کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں سورج کو چلا ہوا نہ قرار دیا گیا ہو۔ This is a major fact of cosmic interpretation مگر ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خداوند کریم آپ کی اس کائنات کا حصہ ہی نہیں بننا وہ تو کہتا ہے کہ میں تو طاقہ میں ہوں، مجھ سے تو ہو کر چیزیں گزر جاتی ہیں۔ اللہ نے طاقے سے اپنی مثال دی ہے۔ ایسی ہی مثال Dinesis نے اور اس سے پہلے Platinus of Egypt نے اشراقیہ کے نام سے اپنے ایک فلسفے میں دی تھی جسے نو فلاطونی نظریہ کہتے ہیں اور بعد میں اسی اشراقی فلسفے پر غور کرتے ہوئے مولانا روم نے بھی بحارات اور نباتات وغیرہ پر اپنا فلسفہ دیا کہ جب یہ نور نیچے اترتا تو اس نے مختلف صورتیں اختیار کیں اور بلا آخر اس نور نے انسان کی ذہانت میں اپنے وجود کو مکمل کیا اور یہ نور مادیت میں ڈھلا ہے۔ بذاتہ خود وہ تو انائی جس کے پس منظر سے یہ نور نکل رہا ہے اس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح وجودیت کا فلسفہ اپنی جگہ غلط ہو جاتا ہے یعنی یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ کیا ہے، کدھر ہے مگر ایک چیز جو ہمیں سمجھ میں آتی ہے کہ خدا بذاتہ خود نہیں بلکہ اس کا پیدا کردہ زمین و آسمان کا نور ہی اس پورے وجود کا خالق ہے مگر نور اور وجود کے درمیان کتنی صورتیں تو انائی

اور energy کی ایسی ہیں جو ہم میں سے کسی کے علم میں نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آنے والی صدیوں میں انسان کو توانائی اور مادے کے درمیان موجود صورتوں کو سمجھنے کیلئے بے تحاشا محنت کرنی پڑے۔

میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ cosmic crunch (کائنات کے سکڑاؤ) کو بالکل accept نہیں کرنا یا میرے نزدیک نہیں کرنا۔ معاف سمجھیے گا۔۔۔ میں خدا کی طرف سے کلام کرنے والا نہیں ہوں مگر میرا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑا آسان بنا دے گا۔ قیامت کفو وہ بہت بڑا عمل قرار دیتا ہے مگر اس پوری کائنات کو سمیٹنا اس کیلئے بہت آسان ہے۔ چند رائٹنگز میں اپنے thesis میں کہا کہ یہ پوری کائنات سمیٹے سمیٹے واپس اسی جگہ پر آ جائے گی جہاں سے یہ شروع ہوئی تھی تو cosmologist یہ سوچ کر خوف زدہ ہو گئے کہ اتنا بڑا mass دوبارہ سمیٹے گا۔۔۔؟ یہ سمٹ کر جائے گا کہاں۔۔۔؟ آخر یہ کتنا بڑا کلمہ ہوگا تو انہوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس کا ٹکا کر دیا کہ یہ کسی mass میں نہیں ڈھلے گا اس کے بجائے انہوں نے اُسے ہی اس کی ایک مدت متعین کر لی اور ایک حد مقرر کر لی کہ یہاں آ کر یہ contraction (سکڑاؤ) رک جائے گا۔ قرآن کی یہ دو آیات cosmic reality کو سمجھنے کیلئے بہت اہم ہیں۔ ایک وہ جس میں اللہ کے نور کی مثال کو چراغ سے واضح کیا گیا ہے اور دوسری آیت ”اللہ نور السموات والارض“ ان دونوں آیات کو ملا کر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کائنات درمیان میں آ کر سکڑے گی۔ اس کا کوئی تعلق آج تک کے سائنسی نظریات سے نہیں ہے۔ آپ کو بتا دوں کہ قرآن ایک vision ہے جو بہت بڑا ہے۔۔۔ شاید مستقبل میں کبھی سائنسدان اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ خدا کے نزدیک چیزیں slow نہیں ہوں گی۔ اصولاً اس بکھرتی ہوئی کائنات کو مست ہونا چاہیے کیونکہ جب Big Bang کا وہ چھٹکا ختم ہوگا تو اصولاً چیزوں کو مست رفتار ہو کے واپس پلٹنا چاہیے مگر اس عظیم قدرت والے رب کی نظر میں ایسا نہیں ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے خدا نے کوئی ایسا بندوبست کیا ہوا ہے کہ بچے میں آ کر اسے کوئی push ملے گی اور چیزیں مزید تیز رفتار ہوں

شروع ہو جائیں گی۔ برطانیہ میں کچھ تجربات ہوئے جس سے پتا چلا کہ ایسا حقیقتاً ہو رہا ہے کہ چیزیں اور تیز بھاگنا شروع ہو گئی ہیں۔ ”اللہ نور السموات والارض“ میں ایک نئی حقیقت ہمارے سامنے آرہی ہے کہ Relativity is not the last speed کیونکہ روشنی کی جو موجودہ رفتار ایک لاکھ چھپا سی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اس سے بھی کئی گنا زیادہ تیز رفتاری سے چیزیں اپنے مرکز سے بھاگنے کو تیار ہیں اور اتنی زیادہ pushes ہیں کہ بالآخر کائنات کی ہر چیز بھاگتے بھاگتے اپنا وجود کھو بیٹھے گی۔ ہم تھوڑا سا بھاگتے ہیں تو تھوڑا وزن تو کم ہوتا ہی ہے۔۔۔ تو یوں سمجھئے کہ جب کائناتی وجود بھاگیں گے، بہت تیز بھاگیں گے تو یہ اتنی گہری dieting ہو جائے گی کہ بالآخر یہ اپنے وجود کے ہر ذرے کو کھو بیٹھیں گے اور پھر وہی توانائی کا ایک بھر پور سمندر ہوگا۔ اس کے نکھرنے پر جو اللہ نے قرآن کی آیت بیان کی ہے وہ بڑی ہی عجیب ہے۔ وہ میں آپ کو سناتا ہوں: ”یوم نطوی السماء کطی السجل للکعب۔۔۔۔“ (104:21) (جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے کاغذوں کا طومار لپیٹنا جاتا ہے) ایسے جیسے کوئی جلدی سے اٹھتا ہوا طالب علم کام ختم کر کے نکھرے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر جلدی جلدی میٹ لے۔۔۔ اسی طرح کائنات کے خاتمے کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی خوبصورتی سے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ جب ہم ختم کرنا چاہیں گے۔۔۔ اور خواتین و حضرات! بیچ میں ایک چھوٹا سا نقطہ یہ ہے کہ ”خدا کہیں نہیں ہے۔۔۔“ آپ کی زمین کی خدا ایک local خدا ہے۔ اس کا اُس خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے جو خدا قرآن میں کہتا ہے کہ ”کل من علیہا فان“ اس کا اور واسطہ ہے۔ یہ ایک چھوٹی کائنات کی خدا ہے جس میں خدا کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو کسی دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ یہ زمین کسی دوسری زمین سے بدلی جائے گی۔ شاید پیچھے پھر کوئی مخلوق تیار ہو رہی ہو۔

۔۔۔ مرا را کاش کہ مادر نہ زاوے
(اے کاش کہ مجھے ماں نہ بنتی)

اور مجھے حساب کتاب سے نہ گزنا پڑتا، مجھے اس accountability سے نہ گزنا پڑتا مگر لگتا

ہے کہ جس کا نام لوح محفوظ پر درج ہو گیا تو اس کی جان بچنا محال ہے مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کائنات کا مکمل cosmological end یا ”کمل من علیہا فان“ کی طرزاً اللہ کے نزدیک کچھ اور ہے کہ یہ کائنات بجاتے بجاتے اپنا وجود کھو دے گی اور توانائی کا ایک بکراں سمندر پیچھے رہ جائے گا جسے خدا اپنے وجود میں سمیٹ لے گا جیسے کوئی جلدی سے اٹھتا ہوا طالب علم اپنی کتابوں کے انابار سمیٹ لیتا ہے۔۔۔۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

مجسم خدا کا تصور

سوال: آپ نے پیکچر میں اللہ کے ہاتھ اور بازو وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ کیا اس سے مجسم خدا کا تصور ذہن میں نہیں آتا؟

جواب: میں آپ سے ایک سوال پوچھوں گا کہ اگر وہ مجسم ہو جائے تو اسے روکا کیسے جاسکتا ہے۔۔۔۔؟ اگر وہ خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ کا ذکر کرے تو ہم اس پر کیا کہہ سکتے ہیں جیسے اس نے کہا: ”والسماۃ بنینہا باید“ (میں نے آسمانوں کو اپنے زور بازو سے بنایا) اسی طرح اس نے شیطان سے کہا کہ تو اس انسان کی مخالفت کر رہا ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن جب میری ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی۔ وہ اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے اور بصیر کہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وجود کا جو تصور ہمارے لئے ہے وہی اس کا ہو جیسے ہمارے لئے زمینی یا خاکی وجود کا تصور ہے۔ اللہ اپنے وجود کا جو تصور رکھتا ہوگا وہی جانتا ہے کہ وہ کیسا تصور ہوگا۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ وجود ہوا یا خیال ہو، تصور ہو یا سراپ ہو یہ سب اسی کو suit کرتا ہے کہ وہ کیسے چیزوں کو دیکھتا ہے۔

عشاء کی سترہ رکعتیں

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ عشاء کی سترہ رکعتیں جو سکول کی کتابوں میں درج ہیں یہ کس نے اور کیوں شامل کی ہیں جبکہ فرض، سنت اور نوافل کی الگ الگ ہیئت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی عبادت آپ کی تنگی اور مشکل کیلئے نہیں رکھی بلکہ وہ کہتا ہے: ”ما انزلنا علیک القرآن لثقی“ (ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا) آپ نوافل کی بات کرتے ہو جبکہ میں آپ سے ایک سیدھی سی بات کرتا ہوں کہ جب سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں فرق کر دیا گیا ہے، جب سنت مؤکدہ کا ترک بھی آپ کیلئے قائل مؤاخذہ نہیں تو نوافل تو اور

نیچے چلے جائیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب آپ original نماز تک چلے جاؤ تو وہ صرف دو رکعت ہے
اسی لئے ”سنو“ یا ”خوف“ میں نماز اپنی اصلی حالت کو چلی جاتی ہے۔ ”کل یوم جمعوا الی اصل“
(ہر چیز اپنے اصل کو لوٹ جاتی ہے۔) شروع میں صرف دو رکعت نماز تھی اور اب بھی جب
crisis کے حالات ہوں تو نماز اپنی اصل حالت کو واپس چلی جاتی ہے یعنی دو رکعت۔۔۔۔۔ مگر جوں
جوں اسلامی تہذیب آگے بڑھی اور عبادات میں ثبوت و استحکام ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے جیسے
حضرت عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔۔۔۔۔ پھر نماز میں سنتیں بھی
شامل ہوئیں، نوافل بھی شامل ہوئے۔ اب بھی approach تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تھی
کہ اگر آپ کو شوق ہے، استحکام حاصل ہے، خدا کو ملنا ضروری ہے اور اگر آپ پورے اطمینان
سے سنتیں اور نوافل بھی ادا کر لیتے ہیں، اللہ قرب پروردگار کی اس سے بڑی اور کیا علامت و آرزو ہو
گی مگر اگر جی نہیں چاہتا تو فرض سے چھکارہ نہیں ہے۔ اگر آپ رسول اکرم ﷺ کی بات کرتے ہو
تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الصلوة قرة عینی“ (نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) ہو سکتا ہے
کہ آپ کیلئے ایسا نہ ہو۔ آپ نے بھاگ دوڑ میں، ہزار تفری میں نماز پڑھنی ہوتی ہے یا اگر آپ
یکسوٹی سے نہ پڑھ سکیں تو پورے قرآن میں نماز کے بارے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ نے نماز
کو صرف اقامت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ آپ کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے نماز سے
کچھ demand نہیں کیا بلکہ اس بات پر زور دیا ہے کہ اس کو قائم کرو۔۔۔۔۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے
یہ ہے کہ یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ آدمی سات دنوں کی نماز ایک ہی mood سے پڑھے گا۔ آدمی
ایک دن کی نماز بھی اسی mood سے نہیں پڑھ سکتا۔ آپ فجر اور ظہر کو ایک طرح سے نہیں پڑھ
سکتے، عصر اور طرح سے پڑھو گے، مغرب کسی اور mood سے پڑھو گے، ہر نماز کے وقت سستی،
الجھن، متاملہ، جیسی یکسوٹی بالکل مختلف ہوتے ہیں اور اگر آپ یہ کوشش کرو کہ آپ خشوع و خضوع
سے ساری نمازیں پڑھو تو پھر آپ ایک بھی نہیں پڑھ سکتے اس لئے اللہ نے اس میں زیادہ

internal دباؤ نہیں دیا بلکہ صرف اقامت پر زور دیا ہے کہ نماز کو قائم کرو کہ۔۔۔ ”مگر پانچ وقت دست بستہ آ کر میرے حضور کھڑے بھی ہو گئے تو میں بہت ساری عتایات کرنے والا ہوں“۔۔۔

اللہ کا اپنے قائم کردہ قوانین سے violation سوال: آپ نے اپنے لیکچر میں کہا کہ پانچ ہزار فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور ذکر کیا کی بیوی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ طبعی عمر سے تو کراس کر چکی ہیں مگر ان کے بچہ ہو گا۔ دوسری طرف سے دیکھا جائے تو آپ کے لیکچر کے مطابق psyshic laws (طبعی قوانین) قرآن سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ کائنات کو run کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف قرآن خود یا اللہ خود ان قوانین کو violate کر رہا ہے تو یہ violation (خلاف ورزی) کیوں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی applications ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آج تمام مسلم ائمہ اس violation کی فتنہ کی ہے کہ پانچ ہزار کے بجائے پانچ لاکھ فرشتے کیوں نہیں آ رہے۔ یا سمیجوں سے drones نیچے کیوں نہیں گر رہے۔۔۔

جواب: آپ مجھے حکم کریں تو میں drones کو گرا دیتا ہوں مگر مجھے اس میں کوئی interest نہیں ہے۔۔۔ میں نے اپنے لیکچر میں کہا تھا کہ قرآن حکیم کتاب علم ہے اور rules مرتب کرتا ہے مگر جب خدا execution (تعمیل) کی طرف آتا ہے تو اس کے ارادے، قدرت اور کلام کے درمیان جو execution کا area ہے ہم سائنسز کا نام دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ یہ سارے قوانین جو میں نے بنائے ہیں یہ مختلف کیفیتوں پر بنائے ہیں مگر یہ میرے اس اختیار پر ضرب نہیں لگاتے جو اس ضمن میں ہے کہ ”ان رسی بفعل ما یشاء“ (بے شک میرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) اور یہ نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی رضا کا پابند ہے بلکہ بندے اللہ کی رضا کے پابند ہیں اور وہ جب چاہے لوح محفوظ میں تصرف کے قابل ہے جیسے میں نے آپ کو زمین کی مثال دی کہ ہر چیز ہونے کے باوجود اللہ زمین کی عمر پانچ سو برس مزید بڑھا دیتا ہے اور

پندرہ اور سلیس پیدا کر کے ان کے اسباب بھی مہیا کر سکتا ہے تو کوئی انسان اللہ پر یہ شرط لاگو نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ نے بار بار یہی کہا ہے کہ تم مجھے نہیں کھلاتے بلکہ میں تمہیں کھلاتا ہوں، تم مجھے نہیں مارتے بلکہ میں تمہیں مارتا ہوں۔ یہاں اللہ نے اپنے خدا ہونے کو بھی قائم کیا ہوا ہے۔ اللہ بہت مہربان ہے، کچ پوچھو تو آپ پر تو سرے سے سختی کرنا ہی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں اپنے laws پر جاؤں تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے۔ وہاں بھی تو ہم اس کا جائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جہاں اس نے اپنی رحمت کا ذکر کیا کہ ”وكتب على نفسه رحمة“ اس نے کہا کہ میں اتنا مہربان، اتنا رحیم و کریم ہوں اور اپنے رسول ﷺ کے بارے میں کہا: جب کسی نے پوچھا کہ اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا تو اللہ نے قرآن میں کہا کہ اے پیغمبران سے کہہ دو کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں کیسے ان پر عذاب کر سکتا ہوں۔ آپ غور کرو کہ وہ اللہ جو اتنا رحیم و کریم ہے کہ اپنے مہربان بندے کی موجودگی میں لوگوں پر عذاب نہ لے رکھتا ہے تو اس پر آپ الزام نہیں ڈال سکتے کہ وہ کیوں نہیں ایسا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا اگر میں سارے قہانین اسی طرح لاگو کروں تو پھر تم بچ کر کہاں جاؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بھی اللہ کی پناہ ہے۔ He has catagorically created life and laws and he does not interfere much in it. مگر جو اسے پسند آجائے، جو اس کا منظور نظر ہو جائے، جس کو وہ چاہے بیٹھے تو پھر اس کی اپنی ایک exceptional (استثنائی) حیثیت بھی تو ہوتی ہے۔ All mircale or karamat is born out of this liking۔ تمام معجزات اور کرامت اسی چاہت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ violation نہیں بلکہ تعریف ہوتا ہے۔ violation اور تعریف میں بہت فرق ہوتا ہے۔ violation کا مطلب ہے کہ کوئی مجرم یا culprit ہے جو قانون کو توڑتا ہے۔ اس case میں قانون ساز اپنے قانون کی مابیت بدل دیتا ہے۔ وہ مالک ہے، مختار ہے، کریم ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کل کو وہ خود ہی اعلان کر دے کہ جو کچھ میں پہلے کر رہا تھا غلط ہے۔۔۔ چلو! سارے جہنم میں جاؤ! چھٹی کرو۔۔۔! تو وہ تب بھی ٹھیک ہو گا اور یہ

violation نہیں ہوگا۔ یہ اسکی طاقتوں کا تصرف اور اپنے قوانین پر اس کی حکومت کا نام ہے۔۔۔۔۔ اللہ، اللہ ہے۔۔۔۔۔ کوئی اسے کیا کہہ سکتا ہے۔

وحدت الوجود و شہود

سوال: آپ منصور حلاج کے وحدت الوجود اور مہر والفقہانی کے وحدت الشہود کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

جواب: میں ان دونوں سے متفق نہیں ہوں کیونکہ منصور کا معاملہ تو بہت مشکوک ہے۔ یہ ہماری فطرت ہے کہ ہم ہر مظلوم کو ہیرو بنا لیتے ہیں۔ ان میں منصور بھی ہے مگر اگر منصور کی تعلیم دیکھی جائے، اگر مذہب اور زندگی کے بارے میں اس کی سوچ دیکھی جائے تو کسی catagory میں بھی نہ وہ تصوف میں شمار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ انجذاب کی کیفیتوں میں ہے۔ اگرچہ میرے استاد محترم علی بن عثمان چچویری اس کے بارے میں ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں مگر میرا پیا خیال نہیں ہے۔ استاد اور شاگرد میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں زیادہ واضح ثبوت رکھتے ہیں کہ ہم منصور حلاج کو کسی تصوف کی catagory میں نہیں رکھ سکتے۔

شیخ مہر والفقہانی کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے۔۔۔۔۔ میں تو ان کے اس idea کے ساتھ کسی قیمت پر بھی مصالحت نہیں کر سکتا کہ شیخ مہر نے ایک قول دیا: ”کسی نبی کا ایک ہزار سال کے بعد اس کی امت کے کسی بندے کی وجہ سے وجہ احمدیت پورا ہوا اور وہ میں ہوں۔“ شیخ مہر کا یہ قول انتہائی مشکوک اور ناقص ہے چہ جائیکہ mystic مانا جائے یا اسے اعلیٰ ترین بزرگوں میں رکھا جائے۔ اصل میں اگر شیخ مہر نہ ہوتے تو مرزا غلام احمد بھی نہ ہوتے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ انہی کے نظریہ مہمدیت سے آگے بڑھتے ہوئے ”تجدید اور مہمدیت“ کی وجہ سے مرزا صاحب نے بھی دہائی احمدیت کیا تھا۔ ہمارے برصغیر کے بہت سارے علماء ایسے ہیں کہ جن کا اگر آپ technically جائزہ لیں تو They have been playing very dangerously with the faith. They were just gaming

with the faith. اور ایسی بھی بات نہیں ہے کہ وہ کوئی بہت بڑے ذہین لوگ تھے کہ ہم ان کے تقدس خیال سے مرعوب ہو جائیں مگر ان کے کچھ دعاوی اور کچھ باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو مان لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ہمارا پتلا بے خاص مشکوک ہو جاتا ہے۔

شیخ ابن عربی اور وحدت الوجود

سوال: وحدت الوجود کے فلسفے کے بانی تو شیخ ابن عربی ہیں۔ ان کے بارے میں کسی عالم نے اچھی رائے نہیں دی مگر آپ کی رائے ان کے بارے میں اچھی ہے۔ اس کی وضاحت کریں۔۔۔۔۔

جواب: بھئی آپ کو کس نے میری رائے بتائی میری رائے بھی ان کے بارے میں بہتر نہیں ہے مگر اس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ میں ان کو کبھی quote نہ کروں۔ اب مغرب میں بھی بہت بڑے دانشور جیسے ہیں تو ہم ان کو یا ان کے عقلی level کو discard نہیں کر سکتے۔ شیخ شہابؒ نے ابن عربی کے بارے میں ایک رائے دی تھی۔ شیخ شہابؒ کی رائے ایک قسم کی میری رائے ہے۔ انہوں نے غیبت نہیں کی، شکایت نہیں کی مگر انہوں نے بڑے سچے سے یہ کہا کہ وہ صاحب اسرار ہے۔ جب شیخ شہابؒ سہروردیؒ اس سے ملے گئے اور ان کی آپس میں باتیں ہوئیں تو انہوں نے اس کے بارے میں یہ کہا کہ وہ صاحب اسرار ہے جبکہ شیخ عربی نے شیخ شہاب کے بارے میں جو باتیں کیں وہ شیخ شہاب کی نیکی کو confirm کرتی ہیں مگر شیخ شہاب نے ان کے بارے میں جو باتیں کیں وہ عجیب انداز میں عربی کو doubtful کر دیتی ہیں یعنی He talks of secret things جیسے وہ کبھی کبھی باتیں کرتا ہے یا pithical۔۔۔۔۔ آج اگر کوئی شخص ابن عربی کا مطالعہ کرے تو وہ سچی کہے گا کہ He talks in pithical۔ یعنی وہ مشکل اور مغلط باتیں کرتا ہے۔

اگر اس صورت کو دیکھا جائے تو ہمیں لوگوں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی مثال کے طور پر میں ایک subject کے بارے میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ابن عربی نے ایک subject کو بہت عجیب و غریب کر کے پیش کیا۔ اس سلسلے میں سارے عالم اسلام نے ان کو شیخ اکبر کہا۔ اس

کو انہوں نے مخصوص میں پیش کیا اور فتوحات مکہ میں پیش کیا اور ان کو پڑھ کر ان میں سے کسی کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ یعنی ابن عربی پر جو سب سے بڑی تنقید ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اتنا مشکل ہے اور اتنی پیچیدگی سے بات کرتا ہے کہ اصل بات کو کھودتا ہے۔ اگر آپ غور کر دو تو یہی بات لوگوں نے نو سترڈیس کے بارے میں کی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے خواب سچے ہوں، ہو سکتا ہے کہ اس کی جھٹھین کوٹیاں سچی ہوں مگر اس نے quatrain میں اس طرح ان کو پیش کیا ہے کہ ان کو confuse کر دیا ہے مگر ایک ہزار سال کے بعد جب میں نے اسی subject پر کام کیا جس پر ابن عربی نے کیا تھا اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے اس subject کے بارے میں پوچھے جس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت آگئی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ میں اس subject کے بارے میں کچھ scientific rules رکھتا ہوں جو کسی کو بھی بتائے جاسکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پرانے زمانے میں جو علوم تھے ان کی آگئی کا باعث زیادہ تر کم فہمی تھی۔ ہر دانشور نے ہی طیرت و قابلیت کے بڑے بڑے دعوے کئے جیسے شیخ وہاب اشعریؒ نے کہا کہ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ دنیا کا آخری بڑا عالم میں ہی ہوں۔ سب عالموں نے کوئی نہ کوئی دعویٰ تو ہماری میراث میں چھوڑا ہی ہے۔ اب رہ گئے ہم تو ہم میں سے بھی بہت سے دعوے دار ہیں، کسی نے اپنے آپ کو امیر وقت کہا، کسی نے شیخ الاسلام کہا اور کسی نے نبوت کا دعویٰ ہی ٹھونک دیا۔۔۔۔۔ یہ تو ہماری بھی عادت ہے، برصغیر میں ہر عالم ہی کسی نہ کسی دعوے کا شکار ہے۔۔۔۔۔ میں بھی ایک چھوٹا سا دعویٰ کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔ کیونکہ میں نے بھی اسی subject کو touch کیا ہے جس کو ابن عربی نے کیا تھا۔ جب میں ابن عربی کے حوالے سے اس subject کو دیکھتا ہوں تو وہاں مجھے کوئی اصول نہیں ملتا اور جب میں اپنے ہاں اس subject کو دیکھتا ہوں تو میں اس کے اصول مرتب کر لیتا ہوں۔ یعنی I'm a little less confused than Sheikh-i-Arabi. (میں شیخ عربی کے مقابلے میں کم الجھاؤ میں ہوں)

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے فلسفہ میں ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ وجود کے

پورے تصور میں جو سب سے بڑی غلطی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کا ایک جزو لاینفک ہیں بلکہ اگر وجود کو مختصراً پیش کیا جائے تو ایک بہت بڑے ہندو عالم (وہ تھے تو مسلمان مگر ہندوؤں نے ان کو ہندو بنالیا) منو نے اس کی وضاحت ایک مثال سے پیش کی۔۔۔۔۔ منو نے مسرتی میں اپنے بیٹے کو درس دیا۔ جب اس نے پوچھا کہ شیوا، وشنو اور برہما کیا ہیں۔ منو کو نوح کے ساتھ مماثل سمجھا جاتا ہے اور اگر منو سے اس کے بیٹے نے پوچھا تو وہ شیوا، وشنو اور برہما کو علیحدہ خداؤں کی حیثیت سے نہیں پوچھ سکتے تھے ہو سکتا ہے کہ اس نے منو سے پوچھا ہو کہ یہ منات کیا ہیں جو شیوا، وشنو اور برہما کی ہیں۔ کیا یہ علیحدہ منات ہیں یا اسی خدا کا حصہ ہیں جس کو ہم مانتے ہیں تو منو نے کہا: بیٹے تم لگن میں پانی لے کر آؤ اور اس پانی میں نمک ملا کر لاؤ۔ منو نے اس سے پوچھا کہ بتا اس پانی میں نمک کہاں ہے اس کے بیٹے نے کہا: ”جہاں تمام جگہ نمک ہے۔ ایسی تو کوئی جگہ نہیں ہے جہاں نمک نہ ہو“ اس نے کہا کہ اچھا بیٹے اب وہ جگہ بتا جہاں نمک نہیں ہے اس نے کہا: ”ہاں ایسی بھی کوئی جگہ نہیں جہاں نمک نہیں ہے“ منو نے کہا: ”بیٹا اسی طرح مخلوق میں تو اس وجودِ عالی کو locate نہیں کر سکتا، نہ ہی خارج کر سکتا ہے۔“ یہ وحدت وجود ہے۔ یعنی اللہ کو تم اس کی تخلیقات میں سے محدود نہیں کر سکتے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ یہاں ہے۔ پورے کا پورا وحدت وجود کا جو فلسفہ ہے وہ One in many, many in one میں ہے۔ یعنی کہ ایک وجود اپنے انعکاس میں یا اپنے انعطاف میں اپنی اشیاء میں ورود کرتا ہے اور وہ ہر چیز میں موجود ہوتا ہے۔۔۔۔۔ مگر دراصل یہ صرف باتیں ہوتی ہیں۔ یہ باتیں اس لئے ہوتی ہیں کہ intellectual level پر faith کو convey کرنے کیلئے اگر کوئی آپ پر اعتراض کرتا ہے تو آپ اس طرح کے دلائل دیتے ہو۔ If you want me to tell you I don't believe۔ in this sense میں آپ کو صاف کوئی سے بتاؤں کہ مجھے اس بات پر بالکل یقین نہیں ہے کیونکہ مجھے یہ پتا ہے کہ اگر آپ یہ کہیں کہ میں خدا کے نور کا حصہ ہوں تو سوال یہ ہے کہ کس نور کا حصہ ہوں؟ کیونکہ خدا ایک نور کا نہیں بنا ہوا اور نور خدا کا ہے ہی نہیں۔ یہ تو اس کے جملات ہیں جیسے

رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ: ”اللہ کے ایک لاکھ چالیس ہزار جناباات ہیں۔ ان میں ستر ہزار حجاب نوری اور ستر ہزار حجاب ماری ہیں۔“ ہمیں لے دے کے کچھ انوار کا علم ہے: Electrica, gamma rays, Alfa rays and Beta rays and more. وغیرہ مگر جس خدا کے ستر ہزار حجاب نوری اور ماری ہوں تو آپ کیسے سمجھ سکتے ہو کہ آپ اس کے کس نور کا حصہ ہو۔۔۔۔۔ نوری اور ماری کا مطلب یہ ہے کہ جو جو ایک لاکھ چالیس ہزار شعاعی لہروں کے پیچھے پوشیدہ ہے یا ان کے اندر موجود ہے اس کو آپ کیا کہیں گے کہ ہم اس کے کس نور کے بنے ہوئے ہیں؟ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس کے حقیقی نور کا ہم بھی ایک حصہ ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ حیات کے ایک نقطہ ماقول سے یا ایک درجہ تخلیق ہمارا سب کے ساتھ برابر ہے جیسے اللہ کہتا ہے کہ تم شروع میں ایک نقطہ یا نقطہ واحد تھے پھر میں نے تمہیں مخلوق کیا، نکھیرا اور پھیلایا، پھر تمہیں عقل دی اور روشنی دی۔ یہ بات تو ہم مان سکتے ہیں مگر اس کے علاوہ اس سے زیادہ ہم کوئی گستاخی، خیال روا نہیں رکھ سکتے کیونکہ یہ تصور آگے کہیں نہیں بڑھتا۔ آپ اگر سب سے پہلے پیدا ہونے والے درخت تک چلے جاؤ تو آپ مشکل میں پڑ جاؤ گے اور پوری دنیا اس کے علاوہ ہے، پہلا باہام کہاں سے آگیا یہ آپ کو نہیں معلوم۔ یہ سائنس ہے، یہ خیال نہیں ہے۔۔۔۔۔ جب آپ original basis پر جاتے ہو تو آپ کو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ ساری کی ساری چیزیں کیسے آئیں گی۔ یہ genetic strength جس نے سمیٹی ہے اس کے احکامات ایک ایک کر کے آپ کے gene میں آئے ہیں خواہ وہ جانور کا ہے، خواہ حیاتیات کا ہے، نباتات کا ہے یا جس کا بھی ہے۔۔۔۔۔ یہ process مختلف ہے اس میں وجود اور شہود کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بس ہمارے لئے سیدھی ساوی سی بندگی لازم ہے۔ اپنے اندر یہ احساس لازماً رکھیں کہ آپ صرف ایک انسان ہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ آپ کتنے بھی عقل کے حامل ہوں مگر یہ عقل خدا کے ساتھ یا اس کے طفیل حرکت کرتی ہے کسی اور چیز کے ساتھ نہیں۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میں تو ایک مایوس آدمی ہوں، میں تو ایک بیکار، حسرت و یاس کا مارا ہوا انسان ہوں، مجھے تو

سمجھ نہیں آتی کہ اس ساٹھ ستر سال کی زندگی کا کیا فائدہ۔۔۔ میں پیدا ہوا تو موت کا خوف لے کر۔۔۔ میرے وجود میں موت سب سے بڑے شعور کی صورت میں موجود ہے۔ پھر اگر میں نے زمین میں پیدا ہو کر ساٹھ ستر سال میں مرنا ہے تو پھر کس چیز کو میں اپنی نجات کا باعث گن سکتا ہوں۔۔۔؟ وہ کون سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کوئی کتاب لکھ جاؤ پیچھے یا ورہ جائے گی؟ اگر کوئی مر جاتا ہے تو اس کے پیچھے اسکی شاعری اسکے کس کام کی ہے۔۔۔؟ یا اگر لوگ اس کی یاد میں ایک session منعقد کر دیں گے تو اس کو کیا فائدہ۔۔۔؟ اس کو فائدہ تو تب ہوگا جب یہ ساری چیزیں اسکو پہنچیں گی۔۔۔ اس لئے زندگی میں صرف ایک چیز سے امید قائم ہے اور وہ ”اللہ“ ہے۔۔۔ وہ آپ کو وعدہ دیتا ہے کہ میں تمہیں دوبارہ زندہ اٹھاؤں گا وہ وعدہ دیتا ہے کہ میں تمہیں دائمی زندگی دوں گا۔۔۔ وہ وعدہ دیتا ہے کہ میں نے آپ کو جنت دی ہے۔۔۔ وہ آپ کو بخشش کا وعدہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ تو زندگی میں اور کوئی امید نہیں ہے اور اسی کو اگر ہم چھوڑ جائیں گے تو پھر پیچھے کیا رہ جائے گا۔

شیطان اور انسان کا جھگڑا

سوال: شیطان نے تو بارگاہ الہی میں سے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور انسان کے ساتھ شیطان کا کس بنیاد پر جھگڑا شروع ہوا؟

جواب: ماننے یا نہ ماننے کا اختیار تو شاید سب کو ہی ہے۔ ایک اختیار میں صرف ماننا شرط تھا اور دوسرے اختیار میں ان کو اقتدار دینا شرط تھا۔ اگر آپ قرآن حکیم پڑھیں تو اس اختیار کی جنگ میں شیطان مارا گیا۔ اس وقت ماننے یا نہ ماننے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ شیطان، ملائکہ اور آدم خدا کو برا اور راست دیکھ چکے تھے اور وہ ہماری طرح تو نہیں تھے۔ شیاطین کو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کے vision پر اعتماد ہے ہمیں اس طرح شاید اتنا نہیں ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ دونوں communities شیاطین اور انسان عبادت اور اس اختیار کیلئے تخلیق کئے گئے تھے۔ ”وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ یہ دونوں communities جن کو ہم تعالین میں سے

سمجھتے ہیں، زمین کا نقل یہ دونوں قومیں ہیں مگر دونوں کے درمیان اصل میچ جانے یا نہ جانے کی وجہ سے نہیں پڑا، بلکہ یہ تو عقل کا سوال ہے۔ شیطان اور انسان کا match جو ہے وہ خلافتِ ارضی پر پڑا اور علم پر ختم ہو گیا۔ ”واذ قال ربك للملكة“ اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: ”انی جاعل فی الارض خلیفة“ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں وہو لے کیا تو ایسے کونائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلانے کا اور خویزیاں کرے گا ”قالوا اجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدعاء“ اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری پاکی بولتے ہیں۔ ”ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک“ یہاں ابلیس ملائکہ میں شامل تھا اور اس کو جو پارٹی بنایا گیا ہے وہ جن کے طور پر نہیں بنایا گیا بلکہ اسے ملائکہ میں شامل رکھا گیا اور ملائکہ نے جب قرار کیا تو جن بھی اس میں شامل تھے۔ جہاں سب نے مل کر کہا: ”قالو مبینک لا علمنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم“ (ہمیں کچھ پتہ نہیں ہمیں تو صرف اتنا پتا ہے جتنا تو ہمیں feed کرتا ہے) جب یہ match ختم ہوتا ہے تو پھر اللہ کہتا ہے ”واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم“۔۔۔۔۔ (اب تم پر فرض ہے کہ تم آدم کو سجدہ کرو) اس سجدے کے بارے میں اللہ کا حکم یہ تھا کہ یہ تعظیم ہے فرائض کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ اس علم کی وجہ سے تھا جو آدم کے وجود سے تمام مخلوقات پر قائم ہوا اور جس کی وجہ سے وہ ”خلیفة اللہ فی الارض“ مقرر ہوا اس لئے شیطان سے ہمارا جھگڑا یقین اور faith کا نہیں ہے۔ شیطان تو ابھی زندہ ہے اور ہم مر چکے ہیں۔ ہمارے ہاتھ نہیں کتنے صدمے پہلے مر چکے ہیں۔ وہ تو اللہ کو دیکھ چکا ہے تو پھر کیسے وہ اس یقین سے اختلاف کر سکتا ہے کہ اللہ ہے۔ ہمیں ہی یہ یقین نہیں ہے۔ ہم میں ہی شکوک موجود ہیں، ہم شبہ کرتے ہیں، شیطان تو بالکل شبہ نہیں کرتا۔ اگر آپ قرآن کو دیکھیں تو اس میں شیطان بار بار ایک ہی بات کہتا ہے، جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ یہی بات کہتا ہے جاؤ تمہارا برا ہو۔ ”انی انخاف اللہ رب العلمین“ (16:59) اور تو بڑا خبیث ہے۔ خود سب کچھ جانتا ہے اور ڈرتا ہے۔ صرف ہمیں پھنساتا ہے۔

مذہب اور الحاد

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

Denial of God (انکارِ خدا) اور اللہ کا وجود یوں تو مدتوں سے بحث میں رہا

ہے۔۔۔۔۔ مگر جب بھی انسان نے اس تمدن دنیا میں آنکھ کھولی اپنے آپ کو تہا پایا، زمین و آسمان
میں کسی اور وجود کو اپنا مقابہ نہ پایا۔ اس نے زمین پر سترہ لاکھ مخلوق کو اپنی غلامی میں دیکھا اور ایک
natural egoistic self اس میں پیدا ہوا۔ ایک ایسا وجود جس نے اپنے آپ کو بہت
بڑے طے تختے اور با و شہت میں دیکھا۔ جس نے ہر memorable activity کو حاصل کیا
اور ایک بہت strong, selfish, egoistic انسان پیدا ہو گیا۔ اب ایسا انسان کسی بھی

جیز کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر سکتا تھا مگر اپنے اوپر کسی انتہائی اور ان دیکھی authority کو ماننا اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ایسا انسان ہر زمانے میں موجود رہا اور آج تک موجود ہے۔ ہاں پہلا ایک عوامی احتساب اور اپنے جیسے بہت سے کمزور لوگوں کی شہادتوں کی وجہ سے اُس نے شاید خدا کا انکار تو نہ کیا بلکہ اُس نے خدا کو بہت سارے خداؤں میں بانٹنے کی اہلیت حاصل کر لی۔ درحقیقت شرک کے بارے میں یا بہت سارے خداؤں کے بارے میں پہل کفر کی اور خصوصاً اول مکہ کی رائے ایک طرح سے بہت قیمتی لگتی ہے کہ پہلا اکیلا خدا یہ سارے کام کیسے کر سکتا ہے۔ اس کو کچھ نہ کچھ assistance کی تو ضرورت ہوگی۔ سوانہوں نے بڑی احتیاط سے لات و منات، عزتی، پہل اور اس قسم کے بہت سے بت تخلیق کر لئے۔ مگر یہ human ego بھی کوئی پچھلے دو تین سو سالوں سے ہے اور انسانی intellect کے کمالات نے اسے ایسی ہند منزل تک پہنچا دیا ہے کہ اب وہ وضاحت سے انکار کر رہا ہے کسی بھی ایسی ذات کا، کسی بھی ایسے وجود کا جو خود کو دکھائے بغیر اس کو دیکھ رہا ہے، جو اس پر نگرانی کر رہا ہے اور اس پر حکومت کر رہا ہے۔ دراصل اب وہ اپنی حکومت کسی سے باخشا نہیں چاہتا۔

خدا کے پاس بڑے مضبوط دلائل ہیں۔ اگر آپ اُن دلائل پر غور نہ کرو تو یہ unjustifiable act ہوگا۔ متعدد schools of thought نے مسلسل خدا کا انکار کیا جن میں کمیونسٹ، سوشلسٹ، منطقی استدلال والے، semantics اور anthropologists شامل تھے اور یہ کوئی آج کے دن پیدا نہیں ہوئے، شروع سے ایسے گروہ پیدا ہوتے رہے ہیں، جنہوں نے خدا کا انکار کیا اور اس انکار کو اپنی ذہانت کا اعلیٰ معیار سمجھا مگر ایک بات ضرور نظر آتی ہے کہ کچھ ایسے لوگ جنہوں نے خدا کی طرف سے آگاہی اور ہدایت پائی آپ اُن کو خبربر کہ اُنس، رسول کہہ اُنس، وہ ہمیں ہر زمانے میں نظر آتے ہیں۔ اللہ پر سب سے بڑا اعتراض مکرین خدا نے یہ کیا کہ اس کی وجہ سے ایک مذہب کا وجود پیدا ہوا اور مذہب نے زمانے میں قتل و غارت کا آغاز کیا۔ بے شمار قتل و غارت صرف مذہب کے نام پر ہوئی اور بے شمار تہذیبیں

اس کے نام پر غرق ہوئیں۔ ایک بڑی عجیب سی بات اُن کے references میں یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے واقعے کو تا highlight کر دیتے ہیں، اتنا بڑا کر دیتے ہیں کہ ایسے لگتا ہے کہ اول و آخر صرف مذہب ہی فساد کرتا رہا ہے۔ اگر ابتدائے زمانہ سے لیکر اب تک کی جنگوں کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ Iberian Peninsula میں جو سب سے بڑی جنگ ہوئی، جنگِ Troy جو دس سال جاری رہی جہاں ایگا مینان (Agamemnon) نے Ilium کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور بے شمار لوگ قتل ہوئے، اتفاق سے یہ کوئی مذہبی جنگ نہیں تھی بلکہ یہ ایک عورت کے خواء کی جنگ تھی جسے Helen of Troy کہتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی بہت سی جنگیں ہمارے سامنے ہیں جو مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوئیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ایک بہت بڑی اور عظیم جنگ کی ابتدا ہوئی جس میں سپارٹا اور یونان سب سے بڑے فتنہ و فساد میں چلے گئے۔ یہ یونانیوں کے ساتھ قوت و اختیار اور مالی مفادات کی جنگ تھی جس میں ایران کے ایک بادشاہ نے مسلسل سپارٹا پر حملے کیے۔ ہم سکندر اعظم یا Alexander the Great کا نام تو سنتے ہیں۔ آج تک سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ ہندوستان میں اپنا مذہب پھیلانے آیا تھا یا مذہب کے نام پر جنگ کرنے آیا تھا؟ آگے بڑھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی بیشتر جنگوں میں بے چارہ مذہب شامل نہیں تھا سوائے مشرق وسطیٰ کے۔۔۔ آپ مگر بن مذہب سے پوچھیں کہ جنگ صد سالہ جفرانس اور انگلینڈ میں جاری رہی اُن میں کون سا مذہب شامل تھا؟ اگر آپ اس سے بھی بڑی جنگوں کو دیکھیں جنہوں نے دنیا کو آج تک ایک traumatic phobia (زخم خوردہ کیفیت) میں ڈالا ہوا ہے، جنگِ عظیم اول اور جنگِ عظیم دوم۔۔۔ ان میں مذہب کہاں شامل تھا؟ اس کا تو آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ اگر دنیا کی بربادیوں پر آج بھی نظر ڈالیں تو دنیا کی سب سے زیادہ جدید ترین جنگوں میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ایک طرف ساری دنیا کی قومیں ہیں اور دوسری طرف معمولی سے چند لوگ ہیں تو اس کو مذہب کے نام پر جنگ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ If there is no other party to fight

you جہاں تمہارے پاس آلاتِ حرب نہیں ہیں، تمہارا کوئی زور نہیں چلتا اور کسی قسم کی ایسی طاقت نہیں ہے جو آپ کو مذہب کے نام پر جنگ آزما کہہ سکے تو پھر آپ مذہب کو کیسے لازم دے سکتے ہو۔

جب مسلمانوں نے اپنی دفاعی جنگیں شروع کیں تو جنگ کے قانون ضرور بدل دیئے۔ اُن میں سب سے بڑے قوانین یہ تھے کہ سرسبز چیزوں کو نہیں کاٹنا، درختوں اور فصلوں کو نہیں کاٹنا، بوڑھوں کو ختم نہیں کرنا، بچوں کو نہیں مارنا، عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔۔۔۔۔ نہ زنا نہ ماوتل میں اور نہ ہی زنا نہ آخر میں بلکہ یہ قوانین صرف اور صرف اسلام کے توسط سے، اصولِ جنگ میں داخل ہوئے اور نہ احترامِ انسانیت کی کوئی صورت پہلے موجود نہیں تھی۔ اب logical positivist (منطقی اور مشاہدہ والا) کہتا ہے کہ ہر دماغ میں کوئی نہ کوئی logical construct (منطقی وجود) تو ہوتا ہی ہے۔ ہر دماغ میں کسی چیز کا کوئی نہ کوئی نقشہ تو ہونا چاہیے۔ میز چاہے چار ٹانگوں کا ہو، تین ٹانگوں کا ہو، دو ٹانگوں کا ہو یا چھ ٹانگوں کا ہو مگر جب بھی آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز لائی جائے گی جس پر کوئی چیز رکھ دی جائے تو بنیادی طور پر آپ فوراً یہ اعتراف کرو گے کہ یہ میز ہے۔ کسی چیز کا ایک بنیادی ڈھانچہ یا ایک logical construct ذہن میں ہونا چاہیے اور اگر آپ انسانوں سے پوچھیں تو خدا کا کوئی logical construct ہے ہی نہیں ہے۔ اگر خدا کا کوئی logical construct نہیں ہے تو وہ illogical existence (غیر منطقی وجود) ہے۔ وہ تو وجود ہی نہیں رکھتا۔ خدا پر اعتراض کرنے والے بہت سے ہیں۔ اُن میں سے ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو بہت سارے لوگوں نے خدا کو دیکھا ہے مگر خدا تو کوئی نہیں ہے۔ بٹن دباتے ہی ایک simulation software کا مالک۔۔۔ ایک simulation software تو ہر ایک کے brain میں ہے۔ سواگر brain نے کچھ ایسی شکلیں گھڑائیں، کوئی ایسے غیر معمولی تاثرات گھڑائے جن کو تم خدا کہتے ہو تو پھر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا ہے۔ یہ تو تمہارا اپنا کمال ہے۔

مغرب یا الحاد کے سچے تصورات نے ہمیں بتایا کہ الحاد کے تمام دلائل خواہ وہ ontological تھے، یا cosmological تھے وہ سارے کے سارے غلط ثابت ہو گئے۔ جب آپ کہتے ہو کہ کائنات کو کوئی move کرنے والا ہے تو بات جا کر ختم ہو جاتی ہے ایک ایسے move پر جو خود move نہیں ہوتا اور وہ اللہ ہے اس لئے آپ کیوں یہ کہتے ہو کہ ہر چیز کا کوئی بنانے والا ہے کیونکہ آخر میں بات جا کے ایسے بنانے والے پر رکتی ہے کہ جس کو کسی نے نہیں بتایا۔ یہ جو بننے اور بگڑنے کے دوران اتنا بڑا logical حادثہ ہو جاتا ہے یہ بالآخر convince کرنا ہے کہ یہ داستان ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اگر کسی فلاسفر سے پوچھو تو وہ کہے گا کہ خدا یوازے کے چھلکے کی طرح ہے۔ اگر آپ چھلکے اٹارتے جاؤ تو آخر میں کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ آپ خود ہی لفظ گھڑتے ہو۔ اللہ کو نام دیتے رہے ہو۔ کوئی ”رحمان“ کہے کوئی ”رحیم“ کہے کوئی ”سلام“ کہے کوئی ”مومن“ کہے۔۔۔۔۔ یہ چھلکے اڑتے جائیں گے تو یوازے کے بیچ میں کیا رہ جائے گا؟ آخر میں خالی خالی تصور رہ جائے گا۔ This is not a God at all.

پھر ہم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں تسلی بخشتا تھا یا تسلی بخشتا ہے تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خدا کو نہ ماننے کے باوجود تسلی میں ہیں۔ اب اُن کو کون تسلی بخشتا ہے۔ خواتین و حضرات! جوں جوں ہم آگے بڑھتے جاتے ہیں ہمارا یہ دعوئی ہوتا ہے کہ دیکھو جی آئن سٹائن اللہ کو ماننا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ بڑے بڑے عالم اور دانشور اللہ کو مانتے تھے۔ مگر وہ اس طرح نہیں مانتے تھے جس طرح آپ مانتے ہو وہ اس قسم کے جملے کہہ سکتے ہیں: Science without religion is lame and religion without science is blind. مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے۔ آئن سٹائن کے بارے میں یہ جملے بڑے مشہور ہوئے کہ اس نے مذہب کے حق میں ایک بیان دیا مگر اس کا اگلیاں تو سنو۔ وہ بڑی سختی سے کہتا ہے: I don't believe in personal God. ”میں تو کسی بھی ذاتی خدا کو نہیں جانتا نہ ہی میں ماننا ہوں۔ مجھے تو کہیں بھی ایسا خدا نظر نہیں آیا۔“ مترجمین بسا اوقات ماننے والے دوسرے کو

New Darwinian concept بھی دوہرہ حاضر میں خدا کا ایک بڑا حریف بن کر سامنے آیا ہے خاص طور پر دوہرہ حاضر میں۔ ایک کتاب ڈاکٹر آرم اسٹرانگ نے حضور سرور کائنات ﷺ پر لکھی ہے اس کا نام "Mohammad" ہے۔ میں نے بڑے لوگوں سے اس کی تشریض سنی ہیں مگر ایک بات کی مجھے ضرورت تھی کہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ پر لکھی جا رہی ہے مگر اس میں بخاری کی صرف ایک reference موجود ہے۔ ادھر ادھر سے بہت آراء ہیں۔

اس آدمی کے تاثرات بیان کیے گئے ہیں، اُس آدمی کے تاثرات بیان کیے گئے ہیں۔ مگر جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی بنیاد ہے، جو حضور سرور کائنات ﷺ کی زندگی پر سب سے بڑی ماخذ ہے اُس کی صرف ایک ادنیٰ سی روایت quote کی گئی ہے۔ Is this the way to write a book about the Prophet? کیا یہ طریقہ درست ہے کہ تاریخ کی مستند ترین آراء کو چھوڑ کے ہم اپنی طرف سے ہر قسم کے لوگوں کی رائے اکٹھی کر کے ایک کتاب لکھ دیں۔ سلیمان رشدی جو کہ غیر مسلموں کی نظر میں تاریخ کا بہت بڑا عالم بن کے ابھرا ہے مگر موصوف فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ساری جنگیں مذہبی جنگیں ہیں اور تمام جنگوں کا باعث مذہب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب کو آپ چھوٹے چھوٹے نقطوں میں explain نہ کریں ہمیں مذہبیت یا مذہبی لوگوں کو blame نہیں کرنا چاہیے اس لئے اُس نے اپنی طرف سے مذہبی لوگوں کو اشتعال دلانے کیلئے اپنے آپ کو پتہ نہیں کتنا بڑا مصنف سمجھتے ہوئے ایک unhistorical اور unethical کتاب لکھی۔ ایسے کمزور اور کم عقل مؤرخین اور بھی ہیں، پہلے بھی گذرے ہیں، آج بھی ہیں۔ ایسا ہی ایک غیر مسلم تاریخ دان ایڈورڈ گیبن (Edward Gibben) ”مروج و زوالِ رومہ“ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے کہ اُن کی اچھائیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں اور ساری خامیاں اُس کی خود ساختہ ہیں اور آخر میں ایک جملہ لکھتا ہے۔ Still I can

not say whether he was a Prophet or an imposter.

بات اُس intellectualism کی ہے جو اُجھوڑی رہ جاتی ہے۔ بات اُن سوچوں کی ہے جو کسی مکمل شناخت تک نہیں پہنچتیں۔ بات اُس علم کی ہے جو اپنی محدود limitations سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ تو وہی ہوا کہ کچھ intellectual activity میں مغرب بہت برتر ہو گیا یا اور کچھ میں مذہب بہت برتر ہوئے یا اُن کی رائے زیادہ scientific ہے۔ سائنس کا دعویٰ یہ ہے کہ مذہب ہمیں جکڑتا ہے، بند کرتا ہے، پابند کرتا ہے، قید کرتا ہے اور قتل کرتا ہے۔۔۔۔۔ مگر سوال یہ ہے کہ کونسا مذہب؟۔۔۔؟ یہ آپ کو explain کرنا پڑتا ہے۔ کونسا مذہب سائنس کو پابند کرتا

ہے؟ وہ مذہب جو کہتا ہے:

”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ“

جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔

”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ (269:2)

جسے ہم نے حکمت عطا کی۔ اُسے عظیم کثیر عطا کر دی۔

کیا یہ بات سائنس کے خلاف ہے؟ یہ مذہب تو ایسی بات نہیں کرتا Richard Dawkins نے ایک کتاب The God Delusion لکھی۔ اُس میں مصنف نے کہا کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ جو بھی یہ کتاب پڑھنا شروع کرے گا۔ آخر تک جاتے جاتے وہ یہ ہو جائے گا۔ پوری دنیا میں ایک آدمی نے اُسے خط لکھا کہ یا راتیری کتاب پڑھ کر میں وہ یہ ہو گیا ہوں۔ یعنی آپ اس seduo intellectual کا دعویٰ دیکھیں کہ اُس نے کتاب شروع کرتے ہی یہ دعویٰ کیا کہ ”میرے پاس خدا کے نہ ہونے کے بارے میں اتنے مضبوط دلائل ہیں کہ ان کو پڑھنے کے بعد انسان وہ یہ ہو جائے گا۔“ کیا یہ اس بات کا اگما نہیں ہے کہ اس نے یہ ارادہ کیا ہوا ہے چاہے وہ علمی یا غیر علمی ہو کہ ”In this book intentionally I am trying to prove no God.“ کسی بھی عالم کا یہ انداز اور یہ نقطہ نظر تحقیقی نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے اسے یہ کہنا چاہیے: ”میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ میں اپنی تحقیق کا آغاز کر رہا ہوں، اگر خدا نکلا تو بہت بہتر ہے۔ نہ نکلا تو وہ اُس کی مخالفت میں جائے گی۔“ تحقیق کا انداز تو یہ ہوتا ہے۔ تحقیق کا انداز یہ تو نہیں ہوتا کہ پہلے سے declare کر دیا جائے کہ میں ضرور خدا کے خلاف اپنی arguments ثابت کر دوں گا۔

پتہ یہ چلا کہ انسان نے جتنے دلائل خدا کے خلاف دیئے اور جتنے لوگوں نے خدا کے حق میں دلائل دیئے، چونکہ وہ سارے کے سارے انسانی ذہن سے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ ایک دوسرے کا توڑ بنتے گئے۔ خدا رسیدہ لوگوں کا اور خدا کے بغیر لوگوں کا بھی زمانہ آگے بڑھتا رہا

اگرچہ اس میں ایک تیسرا part of human بھی آیا جنہوں نے نہ ایک خدا کو مانا، نہ غیر خدا کو مانا، انہوں نے بچے میں ڈھیر سارے خدا رکھ دیئے۔ اگر آپ اپنی ہمسائیگی میں دیکھیں تو gods and goddesses کا جنگل اُگا ہوا ہے۔ انہوں نے تو خداؤں کا میلہ لگا لیا، دیوتاؤں کی شادیاں کرائیں، بچے کیے، دوتے پوتے ہوئے، خاندان بنائے۔ کیا آپ کو اس بات کا پتہ ہے کہ ہر تیسرے ہندوستانی کا خدا جدا ہے۔ تقریباً تینتیس کروڑ خدا تو آپ کے ہمسائے میں رہتے ہیں۔ ہم حیران و پریشان ہیں کہ ہر دوسرے لمحے پر وہاں خدائیاں بدلتا شروع ہو جاتی ہیں۔ ابھی آپ دُرگا کی گرفت سے نکلے تو سرسوتی کی گرفت میں آ گئے اُدھر سے نکلے تو برہما کی آغوش میں آ گئے۔ وہاں سے نکلے تو جتنا دیوی آگئی اُدھر سے گنگا دیوی آگئی۔ یعنی قدم قدم پر ایک نیا خدا۔۔۔۔۔ اتنا بڑا ملک ہے اور ماشاء اللہ اتنی بڑی عقل کا مالک ہے۔ برہمن بڑے سیانے ہوتے ہیں۔ مگر اتنے سارے دیوتاؤں میں تو وہ ایک بڑی family کی طرح لگے گا۔ اُدھر قرآن والا ایک خدا تھا۔ وہ تو اس موضوع پر کسی کی بات ہی نہیں سنتا۔ دوسرے خداؤں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”كُوْنُ كَانَ فِيْهَا اِلٰهَةٌ اِلَّا اِلٰهٌ لَّفَسَلْنَا“ (22:21)

کیا تم بے وقوف ہو۔۔۔۔۔ تم میں عقل نہیں ہے۔۔۔۔۔ مانع نہیں ہے۔۔۔۔۔ سوچتے نہیں ہو کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اپنی گفتیں کسی سے بانٹنا نہیں بھرتا میں اس طرح نہیں کر سکتا کہ چار خدا یا دو خدا ہوں اور اُن میں سے میں superior خدا میں کے بیٹھ جاؤں۔

خدائی پر جو بہت سے نئے اعتراضات پیدا ہوئے اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انسانی ego کے علاوہ جب ہم بغاوتوں کے مرکب ہوتے ہیں تو ایک اٹھتی ہوئی نوجوانی کم از کم تین بغاوتوں کی مرکب ہوتی ہے۔ وہ parental tyranny کے خلاف جہاد کرتا ہے پھر آگے جا کے وہ ایک ملکی tyranny اور political tyrannies (والدین، قوانین اور حکومتی جبر) کے خلاف جہاد کرتا ہے اور آخر میں وہ خدائی tyranny کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔

تجے اُٹھتے ہوئے دل و دماغ اس قسم کی جنگ و جدل میں تو معروف رہتے ہیں مگر main idea یہ ہے کہ Mostly God is accepted or denied by personal wishful thinking.

مجھے خدا کے موضوع پر بات کرنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ مجھے یہ زیادہ اُنس والا موضوع لگتا ہے اور میں اُس کی باتیں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ حقیقی ہے، میں اس لئے اُسے زیادہ مانتا ہوں۔ میں پچھلے دنوں قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ میاں! تو نے بھی کمال کر دیا۔ یہ کیا تو نے ہمارا بیڑہ پار کیا۔۔۔۔۔! وہ کہتا ہے:

”تبارک الذی بیدہ الملک وهو علی کل شیء قَدِیر“

بڑی برکت والا ہے تیرا رب وہ بڑی قدرت والا ہے۔

”الذی خلق الموت والحیاء لیبْلُوْکم اَیْکُمْ احسنْ عَمَلًا“ (2:167)

موت اور حیات تو کوئی شے ہی نہیں ہے یہ تو ہم نے تمہاری زندگی کو بچانے میں سے توڑا ہے۔

اس آیت کو ذرا غور سے سمجھ لیجئے۔ آپ کو حیرانی ہوگی کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ خدا کہتا ہے کہ ”ہم نے تو آپ کو بچانے میں فتنی ماری ہے ایک طویل زندگی جو کروڑوں سال سے آرہی تھی اور اس نے کروڑوں سال تک آگے جانا تھا۔ اسکے بچانے میں ہم نے ایک کاٹ ڈال دی“۔۔۔۔۔ ”الذی خلق الموت والحیاء“ ہم نے موت اور زندگی کو ختم دیکھ رہے ہو اس کو تخلیق کیا۔ ہم نے جبراً تمہارے تسلسل حیات میں اس صحنے کو ڈال دیا۔ بھلا کیوں؟ ”لیبْلُوْکم اَیْکُمْ احسنْ عَمَلًا“ تمہارا وہ sequence (تسلسل) جو ارب ہزار سال سے آرہا تھا اور اُس نے بہت آگے جانا تھا۔ اس کو ہم نے بچانے میں سے تھوڑا سا توڑ دیا کیونکہ تمہارے اعمال تھوڑے سے check کرنے تھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد تم بستر بوریا سنبھال کے آگے چلے گئے۔ اس آیت کو پڑھ کر میں حیران ہو گیا کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟ یہ تو ایک قسم کی اکیڈمی ہے۔ اللہ میاں نے ادھر سے ملایا اور ادھر سے بھی ملایا، ایک طویل ترین billion years of galaxial life (کلیکشی)۔

زندگی) کو اس نے سچ میں کہا کہ بس کچھ دیر پانچ دن منٹ تمہیں آنالوں بلکہ آگے جا کے کہلا ”شاہد ایک دن“۔۔۔۔۔ جب اس زندگی کو دیکھو گے تو یہی کہو گے کہ ہم دنیا میں شاہد ایک شام رہے تھے یا ایک صبح رہے تھے، پھر ہم نے کام ختم کیا اور پروردگار کا شکر ہے کہ ہم واپس ہوئے۔۔۔۔۔ یعنی بعد میں جو تھوڑا بہت کامیاب ہو گیا، پاس ہونے والا candidate وہ آگے جا کے یہی کہہ گا کہ شکر ہے، یہ تھوڑا سا عرصہ ختم ہوا اب ہم کامیاب ہو گئے۔

کارل مارکس نے کہلا ”مذہب افیون ہے“۔ جناب! آپ کے اس قول کا بہت شکریہ۔۔۔۔۔ مگر ہوا کیا؟ آپ کو کیا تکلیف ہوئی۔۔۔۔۔؟ وہ کہتے ہیں: ”پادری، مذہب کو اپنی ذات کیلئے استعمال کرتے ہیں“۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے، کرتے ہیں۔ ”چرچ امیر ہے اور چرچ کو ماننے والا غریب ہے“۔۔۔۔۔ آپ نے درست فرمایا۔ ”چرچ ظالم ہے، حکومتیں قائم کر رہا ہے اور دوسرے ان کے احکامات کے سچے پتے ہیں“۔۔۔۔۔ مگر اگر آپ نے مذہب کو reject کرنا ہو تو کیا اپنی local حیثیت میں ایک مذہب کو کرو گیا آپ کبھی مذہبی دعویٰ کو مانو گے۔ دہریت کے مصنفوں نے کہلا ”بائبل معیار صداقت سائنس پر پورا نہیں اترتی“۔۔۔۔۔ ہم مانتے ہیں کہ نہیں اترتی، یہ سچ ہے، یہ ہم نے نہیں بلکہ ان کے سائنسدانوں اور مفکرین عقل نے کہا کہ بائبل questioning کے معیار پر پوری نہیں اترتی اس لئے بائبل غلط ہے اور بائبل کا مصنف بھی غلط ہے۔ ٹھیک ہے ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں مگر عموماً انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ جس چیز کو وہ reject کر رہے ہیں، جس کا وہ انکار کر رہے ہیں اللہ تو اس کو own ہی نہیں کرنا۔ وہ کہتا ہے کہ ان کتابوں میں میں نے جو احکامات بھیجے تھے لوگوں نے ان کو بھی مسخ کر دیا اور میرا انداز گفتگو بھی بدل دیا اور میرے بتائے ہوئے احکامات بھی انہوں نے بدل دیئے۔۔۔۔۔ ”ثم بعرفون انه من بعد ما عقلوه وهم يعلمون“ (75:2) (پھر انہوں نے بدل دیا جانتے ہو جانتے ہوئے اور وہ خوب سمجھتے تھے) ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا نے یہ نہیں کہا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ten commandments خدا کی نہیں ہیں وہ ہیں۔۔۔۔۔ مگر ہم نے تو اس کی رائے لی ہے جو محاضرات بحث ہے، جس کے اوپر ہم جنگ کر

رہے ہیں کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ آخر خدا کے ساتھ آپ کو ایک انصاف تو کرنا پڑے گا کیونکہ آپ کے پاس اُس کی documentary evidence تو ہے ناں۔ logical positivist۔

کہتا ہے کہ خدا کا تو برے سے data ہی موجود نہیں ہے اور خدا کہتا ہے کہ میرا data زمین پر موجود ہے مگر وہ کونسا data own کرتا ہے؟ جب ہم کسی پر بحث کرتے ہیں یا کسی کو معارضہ بحث بناتے ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس data کو سامنے رکھ کے اُس پر discussion کر رہے ہیں؟ کہاں سے پتہ چلے گا کہ خدا کا وجود کہاں صحیح اور کہاں غلط نکلتا ہے۔ ہم وہریوں کو یہ نہیں کہتے کہ وہ غلط ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تم نے تو خدا کا data کبھی پرکھا ہی نہیں ہے۔

Christianity is not the data of God. Judaism is not the data of God. Buddhism is not the data of God. کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی اللہ موجود ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب میری ہے قرآن میرا ہے۔ ”نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون“ میں نے یہ ذکر نازل کیا ہے، یہ میرے لفظ ہیں، یہ میرا انداز ہے، یہ میری گفتگو ہے اگر مجھے غلط ثابت کرنا ہے تو پھر اس کتاب کو غلط ثابت کرو۔ ”آلَمَ o ذلک الکتاب لا ریب فیہ“ If you want to approach me, if you want to prove me wrong. This is the book, this is my data, prove it wrong and I'm no where. I'm not there.

کی کوئی information غلط ثابت کرو۔ مگر خواتین و حضرات! جو کام سائنسدانوں سے نہ ہوا۔ ان دانشوروہریوں سے نہ ہوا آپ وہ کرنا نہ بھولنا۔ because the onus of the argument lies on you. آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ جس قرآن کو ہم مانتے ہیں، ہم واقعی مانتے ہیں اور اس طرح کے مفروضوں میں نہیں جانا، یہ ایک کام کبھی نہ کرنا۔ آپ کو ہمارا ہے کہ قرآن پر کیا اعتراضات ہیں؟ ”قرآن میں کچھیلی آراء بہت لکھی ہیں۔“ Anthropoligist کہتا ہے کہ ”ادھر ادھر سے تفسیر کے قرآن کے مصنف نے رائے جمع

کی ہوئی ہے۔ قرآن پرانی civilizations کی داستانیں لیتا ہے۔ قرآن کا پیغمبر بڑا shrewd (ذہین) تھا۔ کیا بات ہے۔۔۔! shrewd انہوں نے تو کہہ دیا ہے اور آپ خوش ہو گئے مگر قرآن کا مصنف کہتا ہے کہ میرا پیغمبر تو اسی ہے۔ مصنف کتاب کہتا ہے کہ میں جس شخص کو کتاب دے رہا ہوں وہ اسی ہے۔ وہ تم میں سے کسی کے ساتھ کوئی information share نہیں کرتا۔ اسی کا مطلب ”میں پڑھ“ نہیں ہے۔ اوپر بہت بڑا استاد تھا، وہ کسی شریک استاد کو کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ اس نے وضاحت سے بتایا ہے کہ میرا شاگرد کسی اور سے پڑھا ہوا نہیں ہے۔ اس کی تعلیم میں کسی اور استاد کی تعلیم شامل نہیں ہے اور یہ اس لئے ہے کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ پتہ نہیں یہ اللہ کی رائے تھی یا فلاں صاحب کی رائے تھی۔ اس لئے اس کو اسی رکھا کہ اس کی information میں زمین و آسمان کے کسی فرد و بشر، ملک اور جن کی کوئی رائے شامل نہیں تھی۔ He is only the carrier of my information. میں ہی اُسے تعلیم دیتا ہوں، میں ہی اُسے علم دیتا ہوں، میرا لفظ ہی زبان محمد ﷺ سے ادا ہوتے ہیں۔ اس لئے The only source of my knowledge in my book is Mohammad (P.B.U.H) خواتین و حضرات! اس سے زیادہ قرآن کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ آپ زمین و آسمان سے دلائل ڈھونڈ لاؤ۔ آپ جہاں سے مرضی قرآن کے بارے میں دلائل اکٹھے کر لو۔ There is no argument for the Quran to be a book of God, no argument except one: Mohammad said, it's the book of God. ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اب آپ کو سمجھ آئی کہ پیغمبر کو اسی کیوں رکھا گیا؟ اب آپ کو یہ بھی پتہ چلا کہ صادق اور امین کیوں کہلوا یا گیا۔ امین وہ اس لئے نہیں تھے کہ لوگوں کی امانتیں رکھتے تھے۔ یہ تو ایک by product تھا۔ اگر اتنا بڑا آدمی ہے جو خدا کے ایک ایک لفظ کی امانت رکھتا ہے تو زمین پر بھی امانت کا حق تو ادا ہو گا۔۔۔ زمین پر وہ اتنے اچھے امانت دار تھے کہ خلافت نے

انہیں ائمن کا لقب دے رکھا تھا مگر دراصل وہ اس لئے ائمن تھے کہ اللہ نے امانت علیہ، عقلیہ اور مذہبیہ جو ان کو دی تھی وہ اُس کے ایک ایک لفظ کو انتہائی خلوص اور امانت سے لوگوں تک پہنچائیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کبریٰ ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ قرآن میں کسی آیت کو چھپاتے تو وہ اس آیت کو چھپاتے جس میں انہیں نہ سب سے شادی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے اللہ کے رسول ﷺ over conscious تھے کہ یہ عجیب سا کام ہے کیونکہ زید میرا منہ بولا بیٹا ہے اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ اُس کی بیوی سے شادی کر لوں۔ مگر اللہ نے کہا کہ اے میرے پیغمبر! میں آج زمانہ تک یہ اصول چھوڑنا چاہتا ہوں کہ یہ رشتے حقیقی نہیں ہیں۔ یہ تمہارا اپنا سوچا ہوا رشتہ ہے یہ اعلیٰ نہیں ہے اور میں نے قیامت تک کیلئے قانون چھوڑنے ہیں اس لئے افسوس اے پیغمبر! اس معاملے میں میں آپ کے شرم و حیا اور لوگوں کے regard کی رعایت نہیں دوں گا اور پھر آپ ﷺ نے چاہے آپ بادلِ خواستہ کہیں مگر بہر حال راضی برضا ہو کر وہ پیغام (آیت) بھی آپ تک پہنچا دیا۔ اس ائمن اور امانت دار کے ذریعے آپ کو قرآن ملا جس نے نہ آگے سے کوئی share، information کی، نہ پیچھے سے کوئی share، information کی۔ جو کچھ اللہ نے اُسے دیا تھا اُس نے آپ کے ساتھ share کر دیا۔ But not with his own authority.

آپ کو جتنی arguments خدا کے خلاف ملیں گی یا مذہب کے خلاف ملیں گی اُن میں لارڈ برٹریڈ رسل بڑے نمایاں ہیں۔ اس نے اپنے خلاف عیسائیت کے دفاع کو برباد کر دیا۔ اس نے عیسائیت پر وہ تنقید کی کہ بے چارے مذہبی پریشان حال اور درویش آسمان کو دیکھتے کہ یہ ظالم فلاسٹر کہاں سے آگیا۔ یہ سب دراز مذہب کہاں سے آگیا۔ اور تو مذہب کی صحت و عظمت ہی ختم ہوتی جا رہی ہے پھر کسی نے اُسے ایک خط لکھا۔ "Have you read the Quran?" تو اُس نے جواب دیا۔ "Why should I? All gospel truth is alike." اے بندگانِ خدا! جنہوں نے تالمو پڑھی، جنہوں نے Ten

commandements (موسوی شریعت کے دس احکام) پڑھے، جنہوں نے تورات پڑھی، جنہوں نے نعمات سلیمان پڑھے، جنہوں نے اناٹیل پڑھیں، جنہوں نے یوحنا، متی، مرقس اور لوقا پڑھا وہ ذرا ایمانداری سے بتائیں کہ کیا وہ قرآن جیسے ہی ہیں؟ کیا قرآن اُن جیسا ہے؟ There is no way, nothing is alike. کوئی چیز بھی مشترک نہیں ہے کسی شے میں اُن کا اشتراک نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر ہم کس طرح قرآن پڑھتے ہیں؟ قرآن کی کیا دلیل نکلتی ہے؟ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کا قرآن پڑھنے کا طریقہ اتنا ناقص ہے۔۔۔۔۔ معاف کیجئے گا چاہے آپ کسی مکتب میں جا کے پڑھتے ہو، چاہے آپ کسی سکول میں پڑھ رہے ہو، چاہے کسی یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہو، چاہے آپ دنیا میں کسی بھی مرکز میں پڑھ رہے ہو۔ میں نے قرآن کا مطالعہ ناقص پایا ہے۔ ایک بات کا تو آپ کو پتا ہونا چاہیئے کہ اگر دنیا اس قسم کے اعتراض کرتی ہے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ اس کتاب کو کس طرح پڑھتے ہو۔ کیوں آپ کو اللہ کے بارے میں وہ دلیل نظر نہیں آتی جو آپ کے دل کو تسکین دے، اسے مضبوط کرے، آپ کو سمجھ آئے کہ خدا ہے۔ وہ کون ہے؟ کدھر ہے؟ ہم نے وہ authority دھونڈنی ہے جس کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تصوراتی authority ہے، جس کے بارے میں cosmologist کہتا ہے کہ ”order تو نظر آتا ہے، design تو نظر آتا ہے مگر یہ ڈیزائن automatically بھی develop ہو سکتا ہے۔ اگر فتنہ و فساد کی تخلیقات پیدا کر دی جائیں تو یہ design ویسے بھی پیدا ہو سکتا ہے اس لئے کہ اگر آپ ٹوٹی پھوٹی لکیروں کا ویسے ہی چھٹا مار کے دیکھو، ویسے ہی آپ آسمان کو دیکھ لو تو نکھرتے ہوئے بادل بالآخر کوئی نہ کوئی تصویر بنا ہی لیتے ہیں اور اگر آپ کسی کھڑکی پر paint کا ایک وجہ بھی لگا دو ماحر اُدھر نکھرتا ہو تو آپ کہتے ہو، یا را کمال کی بات ہے۔ اس کے اوپر کتنی خوبصورت تصویر بن گئی ہے۔ آپ کہتے ہو کہ چلو definite نہ سہی abstract شکل تو بن ہی گئی ہے۔ وہ بھی تو آرٹ ہے اسی طرح اگر کائنات میں نکھرتے، ٹوٹے پھوٹے کوئی ترتیب آ گئی ہے تو اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس پر خدا کا ہونا کہاں لازم آتا ہے؟“ They

have an argument in that. تو پھر ہمیں دلیل کہاں سے ملتی ہے؟ آپ کا مطلب ہے کہ ہم پیچھے جاتے ہیں اور پیچھے جا کے اس احمق کی طرح سوچتے ہیں جس نے رازی کی داستان پھیلارکھی ہے۔ (عالم اسلام میں جس کے پاس جاؤ تو علامہ فخر الدین رازی کی مثال بہت پیش کی جاتی ہے۔ علامہ فخر الدین رازی نے کم سے کم نانوسے (۹۹) دلائل اللہ پر جمع کیے ہوئے تھے۔ یونانوں کے علم کی وجہ سے، Romans کے علم کی وجہ سے Alexandria کے رہائین کی وجہ سے۔۔۔۔۔ وہ بہت بڑا دانشور تھا اس نے اللہ کے اوپر نانوسے دلائل پیش کیے (یہ بات ذرا غور سے سنیں گے تو آپ کو سمجھ آئے گی) اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا کہ

چراغِ آخرِ شب تھوڑی دیر اور ٹھہر

تمہارے ساتھ ہی جائے گا کوئی سودا

تو حضرت بھی چلنے کو آ گئے۔۔۔۔۔ چراغِ آخرِ شب تھر تھرا رہا تھا۔۔۔۔۔ اور وہ ایمان بھول گئے۔ شیطان نے کہا: (یہ داستان بڑی مشہور ہے ہر پڑھنے والا آپ کو یہ کہانی سنائے گا) ”رازی! کہاں گئے تیرے دلائل، آج میں نے تیری ہر دلیل میں شک پیدا کر دیا ہے۔“ وہ احمق پریشان ہوئے کہ ہاں چلا، ایمان جا رہا ہے، ختم ہو رہا ہے۔ اس گھبراہٹ میں اُن کے شیخ و مرشد، شیخ نجم الدین کبریٰ نے آواز دی کہ اے بے وقوف! یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں خدا کو بے دلیل مانتا ہوں۔ رازی نے کہا: ”ہاں میں خدا کو بے دلیل مانتا ہوں۔“ شیطان نے کہا: ”تو آج میرے ہاتھ سے بچ نکلا۔۔۔۔۔“ لے لے لے من ہلک عن ہینۃ وبعی من حی عن ہینۃ“ ”جو پڑاک ہو اوہ دلیل سے پڑاک ہو“ ”جو زندہ ہو اوہ دلیل سے زندہ ہو۔“ ”وان اللہ لسمیع علیم“ ”بے شک اللہ علم والا ہے اور سننے والا ہے۔“ یہ نہیں کہ وہ تمہارے دلائل نہیں سنتا، تمہاری باتیں نہیں سنتا، کیا کم ہمتی ہے کہ ہم اپنے ایمان کیلئے کوئی دلیل ہی نہیں رکھتے، کیا بہت مروانہ ہے۔۔۔۔۔! اقبال نے کہا تھا کہ بھئی چھوٹی موٹی باتوں پر توجہ نہ دے۔ اگر تم نے intellectual supremacy (عقلی برتری) حاصل کرنی ہے، اگر تم intuitional (الہامی) انتہا تک پہنچنا چاہتے ہو، اگر تم مملکت

الہام میں داخلہ چاہتے ہو تو

یڑواں پہ کندہ آور اے بہت مراد نہ

بھئی چھوٹے موٹے شکار چھوڑو، اللہ ہے، اسی پر کندہ پھینک کے دکھوتا کد آگے وہاں سے بھی کوئی
آواز آئے، کوئی لرزے، کوئی کانپے، کوئی مستور، کوئی پردہ دار کہے۔

حذر اے پروگیا د پردہ ورے پیدا شد

(ڈرواے کم بخویو آسمانوں تک آپیچا) ادھر بھی کوئی لرزش پیدا ہو۔

مگر خواتین و حضرات! ایک اصولِ علم ہے وہ آپ کو قرآن کے بارے میں پرکھتا ہو

گا۔ You must know whatever knowledge was existing

before Quran came. کیوں؟ کم از کم آپ کو یہ تو پتہ چلے گا کہ قرآن نے کسی چیز کو

repeat نہیں کیا۔ اگر آپ قرآن سے پہلے کے علوم جانتے ہیں تو آپ کو اچھی طرح پتہ ہونا

چاہیے کہ تاریخِ عالم میں جو سب سے معزز تہذیب ماضی کے ادوار میں گزری ہے وہ

Democratic Greeks کی تہذیب تھی جس میں بڑے بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے

خیال پیدا ہوئے، جو بڑی بڑی باتیں کہیں، جو افلاطون و سقراط و ارسطو کی باتیں ہیں وہ آپ

کے علم میں ہونی چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ قرآن پڑھتے ہوئے یہ کہو کہ اچھا، یہ تو ارسطو پہلے کہہ چکا

ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ کہیں کہ اس Theoretical thesis of Quran (قرآن کے

نظریات) سے افلاطون کی رائے جھٹک رہی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے کیا آیا؟ اسی

طرح Roman civilizations کے جو بھی کمالات ہیں۔ تعلیمی یا سماجی کمالات وہ آپ کے

علم میں ہونے چاہئیں۔ Alexandria تہذیب کے کچھ نہ کچھ نکات آپ کے ذہن میں

ہونے چاہئیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ جب قرآن آیا تو لوگوں کی دینی، علمی اور سماجی حالت کیا

تھی؟ تبھی آپ قرآن شروع کر سکتے ہو۔ تبھی آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ انوکھا informer کہاں

سے آگیا۔ اسکے بعد آپ کو یہاں تک بھی آنا چاہیے۔ اس کرسی کے علم تک بھی آنا چاہیے آپ کو

اپنے مقام علم تک بھی پہنچنا چاہیے تاکہ دور حاضر کا کوئی specialist یہ نہ کہہ سکے کہ تمہارا خدا
 صرف software simulation ہے۔ بس۔۔۔ You must have a
 reason to say there is something different about him
 who set this.

خواتین و حضرات! میں بھی اپنی طرف سے کوئی چھٹا مونا چیلنج دے سکتا ہوں۔ یہ
 چیلنج آپ کو نہیں دے رہا۔ یہ چیلنج دنیا کے تمام دانشوروں، تمام سائنسدانوں اور اعلیٰ ترین مفکرین
 وقت کو ہے۔ past کو ہے، present کو ہے، future کو ہے، ذرا غور کر لیتا، پھر آپ کو
 میری بات سمجھ آئے گی۔ پھر ہمیں پتا چلے گا کہ خدا نے زمانے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ From
 where did you bring all this? قرآن کی ایک سورت ہے جس کو میں نے جتنا
 پڑھا، جتنا غور کیا، برا حیران ہوا میں نے کہا: ”یارا کیا کمال کی شے ہے جو یہ ہے۔“ اللہ نے فرمایا:
 ”الکر۔ کتاب احکمت ابتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر“ (1:11) (یہ کتاب
 ہے جس کی ہر آیت جانچ پرکھ کے میں نے قاسم کیلئے چھوڑی ہے۔) ”جانچ پرکھ“ یہ بڑا
 important لفظ ہے ”اس کو میں نے پرکھا ہے، ہر آیت کو میں نے جانچا ہے مستحکم کیا ہے۔۔۔“
 اور اس نے مستحکم کس کیلئے کیا ہے؟ عرب میں کون جانتے والے تھے؟ عرب نے تو اسے صرف
 ایک ہی طریقے سے جانچا ہے۔ language کے لحاظ سے، اہل عرب نے تو اقرار کر لیا کہ ہم
 نے پرکھا، یہ کمال کی زبان ہے، یہ غیر انسانی زبان ہے۔ بہت سے عرب اسی وجہ سے مسلمان ہو
 گئے کہ اس زبان کا ہم سے تو ڈنٹ نہیں ہو سکتا۔ ”..... فاتحوا بسورة من مظلہ“ (23:2) ”اے
 اول عرب! اگر تم میں بہت ہے تم دوسروں کو سچی کہتے ہو، گھٹا کہتے ہو تو پھر آؤ اور اس جیسی ایک
 سورت لے آؤ“ مگر کوئی دھوئی داریہ کہنے کیلئے نہیں اٹھا کہ میں اس کے مقابلے میں اچھی زبان لکھ سکتا
 ہوں۔ ایک یا دو نے کوشش کی مگر خود ہی اقرار کر رہے ہیں کہ Sorry! it's not
 possible. اُس وقت زبان کا کوئی معیار ہو گا، جس کو یہ تمام معترضین خدا touch نہیں کر

تکے۔ مگر قرآن اُس زمانے میں ختم تو نہیں ہو گیا تھا۔ قرآن میرے زمانے تک آیا۔ آپ کے زمانے تک آیا پھر قرآن یہ دھوئی کر رہا ہے۔

”..... کتب اس حکمت ایتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر“

وہ کہتا ہے کہ میرا دھوئی یہ ہے کہ میں نے قیامت تک کیلئے ان آیات کو منظم کر دیا ہے میں نے ان کو جانچا ہے، پرکھا ہے۔۔۔۔۔ کس کیلئے جانچا یا پرکھا ہے؟ ہر چیز کا سب سے بڑا امتحان زمانہ ہوتا ہے۔ بدلتے ہوئے وقت ہوتے ہیں۔ زمینوں کا گلنا بدھتا، بدلتے ہوئے موسم، انسانی قافلوں کا اہل بدل اور کیا کیا تبدیلیاں نہیں آتیں۔ ان ساری کائناتی تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، سفر انسان کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ نے آیات کو پرکھا اور اس کی تفسیر کو زمانے پر چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ کہاں ایک پیہر، ایک گوارہ، روغنِ ثقت؟ ایک چھوٹی سی توپ؟ یہ سارے انسانوں کی middle ages کا متاعِ جنگ تھی اور آج ڈیڑھ، دو سو برس کے بعد انسان کے اندازِ ہلاکت کتنے بڑھ گئے ہیں۔ آپ سوچ نہیں سکتے کہ کہاں کسی وقت میں میدانِ جنگ میں ایک آدمی کو قتل کرنا مشکل تھا۔ Greeks والوں نے کہا Ajax the great, a host in himself کہ Ajax اتنا بڑا پہلوان ہے کہ اگر ایک لشکر کیلئے کافی ہے۔ آپ ~~مکمل~~ نے کہا کہ ہمارے پاس علی مرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ یہ اللہ ہیں، ایک ایسا طاقتور ہاتھ جو دس دس میں پہلوانوں کو بچھاڑ سکتا ہے۔ جس نے عروین عبد و جیسے پہلوان کو بھی بچھاڑ دیا۔ جس کا زور ایک ہزار پہلوانوں کے برابر تھا۔ مگر یہ قرآن ہمارے زمانے تک محفوظ کیسے رہا؟ چلئے حادثاتِ زمانہ سے ہوگا، وقت کے تغیر ہو گئے ورنہ چیزیں محفوظ نہیں رہتیں۔ چند سو برس تک تو ان کے محفوظ رہنے کا کوئی chance نہیں رہتا۔ میں آپ کو ایک بڑی مشہور مثال دیتا ہوں کہ چند سو برس اور سلیویں صدی میں انگریزی لکھی گئی۔ اس کو ہم ماڈرن انگلش کہتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا مصنف Chaucer (چوسر) سمجھا جاتا ہے۔ Chaucer نے انگریزی شاعری لکھی اور بڑا مشہور رہا اور تمام انگریزوں نے کہا کہ یہ ہمارا اتنا عظیم شاعر ہے کہ اس نے نئی زبان کی ابتداء کی ہے ذرا آپ سنیں کہ تو دیکھو کہ کیا ماڈرن انگلش

آپ کو سمجھ آ جائے گی؟ ---- Wan that Aprille with its showers soote ----
 the droughte of March hath perced to the roote.
 یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے سال گزرے؟ چار پانچ سو سال میں modern english جو وہاں سے
 نکلی ہے آپ کے پاس کس حال میں پہنچی ہے۔ اب آپ ماڈرن انگلش کو پہچانتے ہی نہیں ہو۔
 chaucer کے زمانے کی انگلش کو سمجھنے کیلئے آپ کو chaucer کے زمانے کا استاد چاہیئے۔
 آج کل تو استاد بے چارے اس زبان کی ادائیگی سے لاپرواہ ہیں۔ مگر اُدھر قرآن میں عجیب بات
 ہے۔ ”نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (ہم نے یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت
 کرنے والے ہیں۔) جیسے قرآن کل سمجھ آ رہا تھا ویسے ہی قرآن آج بھی سمجھ آ رہا ہے۔ میں نے
 آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کو نہیں سارے زمانے کو ایک دھوت دیتا ہوں کہ مجھے آپ دھوؤ گے
 دیکھیں گے گا اور بتائیے گا۔ میں اس information کو دور سے لاؤں گا۔ پھر آپ سے التجا ہے کہ
 آپ اس کا جواب دیجئے۔ ----

مذہب کی سب سے بڑی مخالفت cosmology کرتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ ہم
 بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ Richard Dawkins کہتا ہے کہ مذہب کو کیا پتہ کہ کائنات کیا
 ہے۔ اس نے مذہب کے خلاف بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے کارل سیگاں کا حوالہ دیا ہے جو
 کہ بڑا اچھا مصنف، رائٹر اور سائنسدان تھا۔ اس نے بڑی مختصر بات کی ہے کہ اگر اس وسیع تر
 کائنات کا خاکہ نکلا کو دے دیا جائے یا مولوی کو دے دیا جائے یا کسی مذہبی عالم کو دے دیا جائے تو
 وہ کہے گا کہ مجھے یہ نہیں چاہیئے، میں تو اسے ماننا ہی نہیں ہوں، یہ ہے ہی نہیں ہے، یہ کائنات ہی
 نہیں ہے، یہ بکواس ہے، خرافات ہے، یہ کوئی شے نہیں ہے، کوئی انسان چاند تک نہیں پہنچا۔
 ہمارے اللہ نے اتنی بڑی کائنات لے کر کیا جھوٹک ڈالنا ہے؟ اس نے اس کا کیا کرنا ہے؟ نہیں یہ
 ہمارے والے خدا کی کائنات نہیں ہے۔ کارل سیگاں مذہبی لوگوں کو represent کرتا ہے اور
 کہتا ہے کہ کوئی دینی عالم کائنات کے اس آفاقی تصور کو قبول نہیں کر سکتا جو اس وقت science

وے رہی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر تمام مذہب سائنس کے خلاف ہے۔ میرے خیال میں نصیحت یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ sciences کب، کیا کہہ رہی تھیں؟ اور قرآن کب، کیا کہہ کر رہا تھا؟ آئیے ہم پیچھے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ Greeks (یونانیوں) کا نظریہ، سماوات کیا تھا؟ Greeks کے پاس کیا نظریات تھے؟ پچھلے زمانے میں Ptolemy جسے آپ اردو میں بطلمیوس کہتے ہیں، وہ ایک بڑے cosmologist کے طور پر نظر آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ساری کائنات ثابت و سیارے بھری پڑی ہے۔ stationary stars اور moving stars سے بھری ہوئی ہے۔ But the earth is a stationary and is the center of universe. پہلے کائنات کا واحد نظریہ یہ تھا کہ زمین ساکت ہے اور ساری کائنات اس مرکزی سیارے کے گرد گھوم رہی ہے۔ پھر قرآن آ گیا۔ بات آگے چلتی گئی، لوگ ماڈرن ہوتے گئے۔ sciences آ گئیں۔ کوپرنیکس اور گلیلیو کا زمانہ آ گیا۔ کوپرنیکس نے اس نظریہ کی مخالفت کی اور کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ سورج ساکت ہے اور ساری کائنات اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ اُس نے Ptolemy (بطلمیوس) کا نظریہ روک دیا اور اپنا نظریہ دیا۔ ذرا غور کیجئے گا کہ اللہ کیا کہتا ہے:

”والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمرہ“ (54:7)

(ہم نے دن، رات، شمس و قمر اور ستارے مسخر کیے ہوئے ہیں یعنی خاص قسم کی قید میں ڈالے ہوئے ہیں اور ان میں تمہارے لیے آیات رکھی ہوئی ہیں۔) اس قید سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ کس قسم کی قید میں رکھے ہوئے ہیں؟ یہ تو non-scientific (غیر سائنسی) سا لگتا ہے۔ چونکہ ہمارا مقابلہ ایک ایسی information سے ہے جو کہ بڑی exact اور true ہے۔ ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ سورۃ اُس میں اس کا مطلب نظر آئے گا:

”لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر“

سورج کبھی چاند کو نہیں پکڑ پائے گا۔

”یہ جو تمہارا خیال ہے کہ کہیں اُوپر مگر نہ ہو جائے، یہ کبھی نہیں ہوگا۔“ ”ولا الیل سابق النهار“
اور رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

مجھے صرف اس سوال کا جواب چاہیے کہ کیوں نہیں بڑھ سکتی۔۔۔؟

”وکل فی فلک سبعون“ ۵ (40:36)

ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! Is there anybody on God's earth? زمین و آسمان
میں کوئی ایسا دانشور موجود ہے جو انصاف سے کہے کہ یہ information کہاں سے آئی ہے؟
کیا غلط آئی ہے؟ کیا چند سو برس پہلے جب ہاورڈ نہیں تھا، دنیا میں کوئی یونیورسٹی نہیں تھی۔ کوئی
cosmologist نہیں تھا اور اگر تھے تو وہ دوسری بات کہہ رہے تھے، وہ کچھ اور کہہ رہے تھے۔
کوئی کہہ رہا تھا کہ زمین ساکت ہے کوئی کہہ رہا تھا سورج ساکت ہے مگر جو اُوپر بیٹھا ہوا تھا، جو
دعویٰ خدائی کر رہا تھا وہ کیا کہہ رہا تھا؟ کیا قرآن کا خالق ان کا ساتھ دے رہا تھا؟ وہ کہتا تھا کہ
نہیں۔۔۔ Absolutely, nobody is right, I'm right. اس نے فرمایا:

”اللہ الذی رفع السموت بغير عمدترونها“ (2:13)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بوند کیا بغیر ستونوں کے

ابھی یہ آرٹ آرہا ہے کہ ستونوں کے بغیر عمارتیں بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر یہ اتنا بڑا نہیں
ہوا کہ آسمان create کرے۔ اللہ نے فرمایا:

”اللہ الذی رفع السموت بغير عمدترونها ثم استوی علی العرش ومخر
الشمس والقمر کل یجری الی لا جبل مسمی“

(اللہ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بوند کیا پھر بوند ہوا آسمانوں کو اور سورج اور چاند اور ستارے ہم
نے مخر کیے۔ یہ تمام وقت مقررہ تک چل رہے ہیں)

غور کریں کہ قرآن کا مصنف کہہ رہا ہے کہ ان میں سے کوئی ساکت، کوئی ثابت، کوئی ایسا ستارہ

نہیں، کوئی ایسی چیز نہیں جو کائنات میں کھڑی ہو۔ یہ تمام وقت مقررہ تک چل رہے ہیں۔ پھر آج آپ کس کا ساتھ دو گے؟ Who's right? Who's wrong? مگر right اور wrong کا فیصلہ کوئی اتنا معمولی نہیں ہوتا۔ آپ کو معلوم کرنا ہے کہ یہ کس نے کہا ہے۔ یہ کیا شے ہے؟ پندرہ سو برس پہلے نہ کوئی ایسا بڑی، نہ مکتب، نہ کوئی یونیورسٹی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی علم والا۔ پھر کس نے کہا ہے یہ؟ یہ کون ہے جو اتنی exact statements دے رہا ہے۔ خدا نظر نہیں آتا، لوگوں کے پاس خدا کا ثبوت نہیں ہے۔ خدا یہ آپ کو کہہ رہا ہے اور یہ romantic statements نہیں ہیں یہ سینٹ ویلنٹائن ڈے کا خط نہیں ہے۔ یہ تو اعلیٰ ترین scientific حقائق ہیں۔ ایک بات یاد رکھیے گا کہ انسان ہزار غلطی بھی کرے تو انسان ہے مگر اللہ ایک غلطی بھی کرے تو اللہ نہیں رہے گا۔ یا تو اگر غلطی کرے تو میں مان لوں کہ یا واقعی یہ بھی ایسے ہی تھا۔ new-Darwinianism تو اب آئی ہے مگر بہت سال پہلے کسی نے اس کتاب کی حکمت کو پرکھا، جانچا اور ایک آیت چھوڑ دی۔ اس نے کہا:

”وما من دابة في الارض“

زمین پر کوئی ایسا جانور نہیں ہے

”ولا طير يطير بجنا حيه الا امم امثالكم“

اور آسمانوں پر کوئی ایسا پرندہ نہیں اڑتا، مگر وہ تمہاری طرح اٹھیں ہیں۔

This is the origin of species. وہ تمہاری طرح species ہیں، وہاں کیلئے کیلئے پیدا نہیں ہوئے، ایسا نہیں ہے کہ کوئی لاوارث، اکیلا کوا اڑے آگیا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی پرندہ بغیر کسی نسل کے آگیا ہے۔ یہ تمہاری طرح پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے تم ایک نقطہ غیر موجود سے موجود ہوئے۔ جیسے تم ایک single cell سے وجود پذیر ہوئے، اسی طرح ان سب کا بھی origin ہے۔

ایک بڑی دلچسپ statement ہے جو شاید آپ کے علم میں نہ ہو۔ بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگی مگر اس کو بہت پہلے سے اس کا علم تھا کہ یہ ایسے ہے۔ ”وقسری العجبال تعسبها“

جاملہ“ (تمہارا پھاڑوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ یہ کھڑے ہیں یا چل رہے ہیں؟) آپ خود سوچ لیجئے۔ آپ جو اس آخری زمانے کے intelligent لوگ بیٹھے ہوئے ہو۔ دانشور بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ پھاڑ کھڑے ہیں یا چل رہے ہیں؟ جب تک آپ کسی جیالوجی کے ماہر کے پاس نہ جاؤ آپ نہیں جان سکتے کہ پھاڑ زمین کے ساتھ چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہے ہیں۔ اللہ آپ سے پوچھتا ہے:

”وترى العجبال تحسبها جاملة“

(تم گمان کرتے ہو کہ پھاڑ کھڑے ہیں۔)

”وهي تمر مر السحاب“

(یہ تو سرنگی بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہیں۔)

یہ کمال کی بات ہے۔ میں پھر اس آیت پر واپس جاتا ہوں جو پہلے کہی تھی:

”كتب احکمت ابته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر“

(یہ کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت سے بھری ہیں پھر تفصیل کی گئی ہیں حکمت کے لئے خبردار کی طرف سے)

جب پہلے Astronaut نے فضا کے بیٹے میں قدم رکھا تو اس نے ایک پیغام زمین پر بھیجا۔

The most beautiful sight on earth is that the mountains

are running along the earth as multi_coloured clouds.

یہ ”احکمت“ کا مطلب فضائی اِن ایٹوٹ (first astronaut) اوپر جا کے جملہ بول رہا

ہے وہ تو قرآن کی کاپی لکھتے ہیں مگر وہ قرآن نہیں پڑھ رہا وہ تو اپنے لفظ بول رہا ہے۔۔۔۔۔ It

looks like another verse, ”وهي تمر مر السحاب“ کہ زمین پر پھاڑ ایسے

اُڑے جا رہے ہیں، جیسے سرنگی رنگ کے بادل جا رہے ہوں۔ خواتین و حضرات! ایک ایک آیت

پر کھینچئے۔ I want to say that you work out that who is saying

this? who is right? یہ مفروضہ تو نہیں ہے، یہ محمد رسول اللہ ﷺ تو نہیں ہیں۔ He

does not claim it. وہ تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے کہا ہے پھر اس authority کو دیکھو
 کہ یہ کون ہے جو اتنی perfection سے اور اتنی authority سے باتیں کر رہا ہے۔ اگر اس
 کا انکار کرنا ہے تو پھر یہ بتانا پڑے گا کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے؟ You have to find
 a reason. ہمیں بتانا پڑے گا کہ یہ کون ہے جو اتنی حقیقتیں بیان کر رہا ہے۔ ذرا آگے چلتے
 ہیں۔ آگے میں آپ کو ایک چھوٹی سی آیت میں cosmological heights بھی بتاؤں
 گا۔ قرآن کی اس version پر پہلے کسی کا دھیان نہیں گیا ہوگا۔ آخر ہم نے اس
 information کو معلوم تو کرنا ہے۔ یا پھر آپ اسے غلط ثابت کرو۔ جان چھوٹ جائے اور
 آدمی آزاد ہو، نہ آسمانوں پر گئے۔۔۔۔۔ نہ حساب کتاب۔۔۔۔۔ وہ سیدھی سادی سی بات ہے کہ جسم و
 جاں سے گئے، ہڈیاں خالی ہوئیں اور راکھ دیرپائے گنگا میں بہا دی۔۔۔۔۔ پھر تو وہی لوگ سچے ہیں۔
 پھر تو کوئی چیز حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ اللہ نے فرمایا: ”اولم ير الذین کفروا“ How dare
 you deny me? تم میرا انکار کرنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہو۔ ”اولم ير الذین کفروا
 ان السموات والارض“ ”کیا تم نہیں جانتے کہ یہ آسمان، یہ زمینیں۔۔۔۔۔“ کائنات ارتقا
 ففقتنهما ”ایک وجود تھے یہ سب پہلے ملے ہوئے تھے۔ یہ ساری کائنات ایک وجود تھی۔ پھر ہم
 نے انہیں جبراً پھاڑ کے نکھیر دیا۔“ Now there are about thirty six thesis
 on the origin of the earth and the origin of universe, but
 the most accepted thesis till now is big bang in them. پوری
 کائنات ایک وجود تھی۔ پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جدا کر دیا۔ کیا آپ اس بات کو سمجھتے ہیں؟ یہ آج
 سے پندرہ سو برس پہلے قرآن کہہ رہا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اس نے بات کو مختصر کر دیا۔ ”وجعلنا
 من الماء کل شیء حی“ ”ہم نے ہر ذی حیات کو پانی میں سے پیدا کیا“ خواتین و حضرات! یہ
 کوئی رومانوی افسانہ نہیں ہے۔ ”ہم نے پانی میں سے ہر ذی حیات کو پیدا کیا“ ایک طرف تو
 اس نے کہا کہ کائنات پہلے ایک وجود تھی۔ It was one mass, we torn it

apart اور دوسری طرف کہا کہ We created all life out of water^۱ اب جب کہ آپ ایک ماڈرن صدی میں رہتے ہو، اب بڑے بڑے نظریات hypothesis میں ڈھل گئے ہیں۔ theories آگے اصول بن گئیں ہیں، laws بن گئے ہیں مگر زندگی کے بارے میں سب سے زیادہ مضبوطی سے قائم رہنے والا قانون جس کے بعد اس پر مزید بحث نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ سر جیمز جیمز (James Jeans) کی زبانی: All life is created out of water. (تمام زندگی پانی سے بنی ہے، وجعلنا من الماء کل شئ حسی)

کتنا آسان ہے ان دلائل سے اس بات کو جاننا کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ یہ تمام تصورات جس کے بارے میں لوگ شبہ میں رہتے ہیں کہ خدا ہے کہ نہیں ہے قرآن کے ان دلائل سے ان کو پرکھنا کتنا آسان ہے۔ خدا بندوں سے اپنی دلیل جمع نہیں کروانا۔ It's not a matter of drawing room talks. اگر اُس کے پاس اپنے لئے کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ دنیا ہی تخلیق نہ کرتا۔ وہ جو علم و عقل کو زندگی دینے والا ہے، جو پیدا کرنے والا ہے، جو آپ لوگوں کو غور و فکر کی ہدایت کر رہا ہے۔ جو سوچنے، سمجھنے کی صلاحیتوں پر حسرت کرتا ہے کہ اے لوگو! تم سوچتے کیوں نہیں ہو۔ ”الفلان بد برون القرآن“ (82:4) (کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے۔) کیا تمہیں پتہ نہیں چلتا کہ حقیقت کیا ہے؟ اور یہ سارے کے سارے حقائق۔۔۔۔۔ یہ خالی نہیں ہیں۔ ابھی تو زندگی ختم نہیں ہوئی، یہ چل رہی ہے۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ اللہ آپ کو نہیں جانتا؟ اُس نے ایک چھوٹا سا جملہ لکھا: ”الا یعلم من خلق“ (ارے تم کتنا نادان ہو جو اتنے بڑے بڑے حقائق کی تمہیں چند سو برس پہلے خبر دے رہا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اکیسویں صدی کے لوگ اُس کی scanning سے بچ جاؤ گے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ کوئی انسان اُس کے scan سے پوری زندگی بچ نکلے گا۔) وہ کہتا ہے: ”الا یعلم من خلق“ مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ میں نے کیا تخلیق کیا ہے؟ کیا کرتا ہے اور کہاں کرتا ہے؟ ”هو اللطیف الخبیر“ (وہ لطیف ہے، خبیر ہے۔) (لطیف ہے کہ زمین کی ساتویں تہ تک بھی اگر آپ میں کوئی ایک خوبی بھی ہوگی تو وہ قیامت

کے دن سے آپ کے سامنے لے آئے گا۔ ”فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره “و من
يعمل مثقال ذرة شرا يره“ (جو ایک ذرہ برابر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر
برائی کرے اسے دیکھے گا) اللہ تعالیٰ اس شر والے سے پرتو پروے ڈال دے اور دعا یہ ہے کہ وہ خیر
والے سے کو ہمارے سامنے رکھ دے۔

ابھی تک سائنسدانوں نے اسے زیادہ calculate نہیں کیا مگر وہ کوشش میں لگے
ہوئے ہیں قرآن حکیم میں ماقی advance باتیں ہیں کہ انسان ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے۔
ہم انتظار میں ہیں کہ زمان و مکاں کی ان حدود سے گزرتے ہوئے یہ مثالیہ آیات بھی بالآخر مکمل
اثبات میں داخل جائیں گی۔ ”افل یرون انا نلقى الارض ننقصها من اطرافها“ (سورۃ
الانبیاء: آیت نمبر 44) (کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آ رہے
ہیں۔) کیا تمہیں نہیں پتا کہ ہم زمین کے کنارے تھوڑے تھوڑے گھٹا رہے ہیں؟ زیادہ گھس گئے تو
یہ کھڑکڑاہٹ کے ساتھ باہر نکل کے کھو جائے گی۔ یہ عجیب غیر مرئی سی بات ہے کہ ہم زمین کو
کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی زمین کناروں سے گھٹ رہی ہے۔ Our
geologian have a big task to establish this fact about
the earth. کہ زمین کناروں سے گھٹ رہی ہے۔ اللہ نے فرمایا: ”اللہ الذی خلق سبع
سموات ومن الارض مثلہن“ تمہارا چھوٹا مونا اللہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ cosmology والوں
کا اللہ نہیں ہے۔ cosmology والوں کے پاس تو صرف ایک کائنات کی ایک ولینز کا علم ہے۔
الٹا ہمیں طعن دیتے ہیں۔ آپ اعجازہ کرو کہ الحاد والے ہمیں طعن دیتے ہیں کہ اللہ واللہ کوئی نہیں
ہے۔۔۔۔۔ یہ بہت بڑی کائنات ہے، اس کی designing بہت بڑی ہے، تم تو برقعے میں لپٹے
ہوئے ہو، تمہیں تو صرف اندر کی زندگی کا پتا ہے اور سائنسدان کائناتی وسعتوں میں جا رہا ہے مگر خدا
کہتا ہے۔ ”اللہ الذی خلق سبع سموات من الارض مثلہن“ اللہ تو وہ ہے جس نے اس قسم
کی سات کائناتیں تخلیق کی ہوئی ہیں اور اللہ تو وہ ہے جس نے اس قسم کی سات زمینیں تخلیق کی ہوئی

ہیں اور وہ سات زمیں خالی نہیں ہیں۔ ”وَيُنْزِلُ الْأَمْرَ بَيْنَهُنَّ“ (12:65) ان ساری زمینوں میں اللہ کا حکم اترتا ہے اور ہم وہاں بھی وارث ہیں۔ ساری زمینوں پر انسان بٹتے ہیں۔ ساری زمینوں پر وہ امتحان دیتے ہیں۔ ”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“ اللہ کہتا ہے کہ مجھے پتا ہے کہ کچھ لوگ سمجھیں گے، کچھ نہیں سمجھیں گے مگر بہت آنے والے لوگ شاید میری بات سمجھ جائیں۔ شاید مجھے اللہ تسلیم کریں۔ میں اُن کے دل روشن کروں، اُن کے دماغوں کو مستحسین دوں تو وہ یہ بات سمجھ جائیں۔ ”لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ (12:65) تاکہ وہ یہ بات جان لیں کہ اُن کا اللہ کتنی بڑی قدرت والا ہے کیونکہ ان تمام زمینوں میں ایک ہی وقت میں اللہ کا حکم اترتا ہے۔ ان زمینوں کے بعد بھی زمیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت میں لوگ داخل کر دیئے جائیں گے تو پھر بھی جنت میں بہت جگہ بچ جائے گی۔ پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا۔ نئے سرے سے انہیں آزمائے گا پھر اُن کے داخلے شروع ہو جائیں گے۔ It is an enternal continuous process of distances. خواتین و حضرات! اس process سے گزرتے ہوئے آج کا کوئی انسان اس قائل نہیں ہے کہ وہ ان وسعتوں کو دیکھ سکے۔ مگر آفران کے اور ہمارے بقول صرف بے فرق ہے وہ یہ کہ آخر وہ کیا چیز ہے۔ ذرا اُس کی وسعت تو دیکھو۔۔۔ کسی cosmologist سے تو پوچھ کے دیکھو۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ دوڑو، بھاگو اللہ کا نام لو تاکہ تمہیں اُس جنت میں داخل کیا جائے جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔ I leave you guessing on this issue and if you find the author of all these informations, I will be delighted to know. چھوڑنا ہوں اگر آپ یہ تمام معلومات مہیا کرنے والے مصنف کو تلاش کر سکتے ہو، اس کا نام بتا سکتے ہو تو مجھے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا موجود ہے۔

وما علينا الا البلاغ

سوال و جواب

قرآن کا چیلنج اور صحیح بخاری

سوال: پروفیسر صاحب! آپ نے فرمایا کہ قرآن کا ایک challenge تھا ”فانتو بسورة من مثله“ اس کا جواب شاید کافر تو نہیں دے سکے لیکن مسلمانوں نے صحیح بخاری کے متن سپارے لکھ کر مثله معہ کے اعلان کے ساتھ قرآن مجید کے چیلنج کا بھرپور جواب دے دیا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اور قرآن کا پہلا حرف کیا ہے؟

جواب: قرآن کا پہلا حرف ”ق“ ہی ہے۔ اگر صرف لفظ قرآن کا پہلا حرف دیکھنا ہے تو ”ق“ ہے۔ قرآن کا آغاز بسم اللہ سے ہے کیونکہ جب کسی کتاب کو کسی لائحے کے بغیر نہ پڑھا جائے تو وہ اس کی حصہ بن جاتی ہے۔ اسلئے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اسکی پہلی آیت ہے اور اس کا پہلا حرف ”ب“ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ ”قرآن کا چیلنج“۔۔۔۔۔ ”فانتو بسورة من مثله“ اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے اپنی تقریر کے دوران یہ کہا تھا کہ ہماری understanding بعض اوقات بڑی sceptic کیفیات کی حامل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ تقریباً چھ لاکھ احادیث تھیں اور بخاری نے تقریباً ساڑھے سات ہزار اپنی کتاب میں جمع کیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ احادیث خاصی غلط ہو سکتی ہیں یا اسکا مطلب یہ ہے کہ باقی احادیث صحیح نہیں ہیں۔ اسلئے بخاری نے آٹھ ہزار احادیث جمع کیں تو یہ ایک پہلو ہے۔ اگر ہم دوسری طرف سے دیکھیں تو وہ لوگ جنہوں نے احادیث collect کیں یا ایک شخص نے چھ لاکھ میں سے ساڑھے سات ہزار احادیث quote کیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اُس کے معیار criticism (تحمید) کتنے high, strict اور سخت ہوں گے۔ کوئی آپ میں سے بتا سکتا ہے کہ اُس شخص نے کتنی بے پناہ محنت، خلوص اور جاں نثاری برتی ہوگی جس نے اتنے بڑے حجم احادیث میں سے ساری زندگی لگا کر محنت اور مشقت کر کے صحیح حدیث کو چنا۔ اس لحاظ سے اگر معیار احادیث کو

دیکھیں، روایت اور روایت کو دیکھیں تو میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں کہ جو معیار بخاری اور مسلم نے رکھے ہیں، روایت و روایت کے جوڑے اصول انہوں نے رکھے ہیں اُن پر میں بھی پورا نہیں اترتا۔ اگر میں بھی اُس زمانے میں ہوتا اور اگر میں نے کوئی روایت لی ہوتی تو میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ بخاری میری بھی حمایت نہ کرتے۔ وہ اتنے سخت تھے کہ آج تک پوری دنیا میں، مشرق و مغرب میں criticism کے جتنے معیار ہماری نظر سے گزرے ہیں بلکہ مغرب جس کو اپنے عقیدے کے معیار (Standard of criticism) پر بڑا ناز ہے، اُن میں سے ایک شخص بھی حدیثِ رسول ﷺ کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

میں آپ کو ایک بڑی دلچسپ بات بتاؤں کہ میں کچھ عرصہ پہلے انگلینڈ گیا تو وہاں ایک پروفیسر صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ وہ Anthropology کے پروفیسر تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی جو شاید ان سے لکھوائی گئی تھی، جیسا کہ انہوں نے کہا۔۔۔۔۔ اُس کتاب کا نام تھا "Dreams of Mulla Umar" اُس کتاب میں مولا عمر نے رسول ﷺ کے بارے میں بتیں خواب نقل کئے تھے کہ مجھے یہ یہ بتا رہی تھیں۔ جب اُس نے کہا کہ پروفیسر صاحب میں نے آپ کو ایک کتاب بھیجی ہے اس لئے کہ آپ چیک کر کے بتائیں کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ میں نے ساری کتاب پڑھنے کے بعد کتاب پر یہ لکھ دیا کہ: This is all rubbish. تو پروفیسر کو تاغصہ آیا، ظاہر ہے۔ He must be very frustrated. وہ بریڈ فورڈ میں میرے پاس پانچ گھنٹے کی نشست میں رہا اور اُس کا ایک جملہ مجھے حیرت زدہ کر گیا۔ وہ کہتے لگے: کیا یہ حدیثِ مصدقہ نہیں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے دیکھا۔" میں نے کہا: "ہاں، ٹھیک ہے یہ بات سچ ہے۔" انہوں نے کہا کہ پھر تمام dreams جو نقل ہوئے ہیں وہ غلط کیسے ہو سکتے ہیں۔ بات تو اُن کی بہت معقول اور زبردست تھی مگر میں نے انہیں کہا کہ دیکھو بھائی! بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے متعلق ملتِ اسلام میں سے ہزاروں، لاکھوں لوگ ہیں اور ہمیں کسی کے دیکھنے پر کوئی

اعتراف نہیں ہے۔ This is a personal vision. مگر اگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات کہی ہے تو وہ حدیث ہے اور جب وہ حدیث ہوگی تو اس پر روایت و درایت ضرور لاگو ہوگی، چاہے وہ خواب دیکھے۔ اگر وہ خواب میں آئیں اور زندہ انسانوں کی طرح انہوں نے کوئی بات کہی اور کسی نے سنی ہے تو پھر اس پر روایت و درایت کے اصول لاگو ہوں گے اور جب روایت و درایت کے اصولوں پر ملا عمر کے تمام خوابوں کو پرکھا جائے تو اس میں سے کوئی بھی سچ ثابت نہیں ہوتا۔

بہت سے لوگ احادیث پر اسلئے معترض ہوتے ہیں کہ یہ قرآن کی مثل ہیں جیسے یہ بات کہ ”مشلہ“ مگر ایک سادہ سا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس خدا نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہ ان اعمال قرآن کی حفاظت کا ذمہ کیسے نہ لیتا جنہوں نے ان آیات کو ثابت کرنا تھا اور انہیں آگے بھیجنا تھا فرض کریں کہ اگر قرآن کے الفاظ ہیں اور ان کے ساتھ تنخیر کا عمل موجود نہیں ہے یا ان کے ساتھ تنخیر کی وضاحت اعمال موجود نہیں ہے تو اس کو کس طرح سمجھا جائے گا اس سے پہلے یہ بات یاد رکھئے کہ قرآن خلا (void) میں ہے۔ قرآن لوح محفوظ پر ہے یا آسمانِ اول پر ہے یا شب قدر کی رات کو اترا ہے۔ قرآن اس وقت تک void میں ہے جب تک اس کا explanator (تاریخ) نہیں ہے۔ اس کا executor نہیں ہے۔ The first thing is how to prove it is the word of God. The second thing is how to perform according to the word of God. اگر نماز کا حکم ہے تو نماز ادا کرنے کا طریقہ آپ کو تنخیر بتائے گا۔ اگر قرآن میں ایک آیت واضح نہیں ہے تو تنخیر کی performance بتائے گی کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ قرآن جب یہ کہتا ہے کہ ”واعبد ربک حتی یا نیک الیقین“ (اور عبادت کئے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے) تو دنیا کے سارے تراجم اس کا ترجمہ یقین کرتے ہیں اور تنخیر ﷺ اس کا ترجمہ موت کرتے ہیں۔ یہ فرق ہے understanding میں۔ جب قرآن کی آیت ”ان اللہ یحب المتوابعین

کسی social setup یا معاشرتی نظام کے اندر قرآن حکیم کسی فرد یا واحد کیلئے نہیں اترتا بلکہ basic intelligence کے انسانوں سے شروع ہو کر وہ highest pattern کے انسانوں کی طرف بڑھتا ہے۔ اگر عمومی لوگ یہ کہیں کہ قرآن تو سارا صرف ذہین لوگوں کیلئے ہے، arm chair physicians کیلئے ہے، arm chair لوگوں کیلئے ہے، intellectuals کیلئے ہے تو اُس قرآن کی کیا حیثیت و اہمیت رہ جائے گی؟ اگر میں یہ سمجھوں کہ میں بڑھ لکھ کے قرآن کو اس طرح واضح کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو آپ کو suggest کر رہا

ہوں اور اگر آپ کو سننے کا شوق ہے تو آپ سن رہے ہیں مگر ان لوگوں کا کیا بے گا کہ نہ ان کو cosmology سے دلچسپی ہے نہ technology سے دلچسپی ہے، جن کو ابتدائی mathematics نہیں آتی، جن کو شاید کھانا نہیں آتا۔ کیا وہ مسجدِ مسلمہ سے نکل جائیں گے؟

The Quran always starts from the basic human intellect.

قرآن ہر سطح پر انسانی ذہن کی تربیت کرنا ہوا آگے بڑھتا ہوا اُن اعلیٰ ترین ذہانتوں (highest most intelligencia) تک پہنچتا ہے جو properly یعنی طور پر commit کر کے خدا تک پہنچتی ہیں اور اس کے لئے ہمیں افعال و اعمال رسول ﷺ کی وضاحت کی از حد ضرورت ہے۔ میں آپ کو ایک ذاتی مثال دیتا ہوں: میں نے ایک شخص سے قرض لیا۔ وہ قضا کرنے آگیا۔ میں نے دور سے اُس کی شکل دیکھی تو میں نے سوچا کہ بھاگ جاؤں۔ اُس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے تو میں بھاگ گیا۔ آدھے راستے تک جب پہنچا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: ”یا رب! سنو: ”فان العزلة فاجتماعاً“ تو اس شخص سے اس لئے بھاگ گیا کہ لوگوں کے بچنے تیرے گریبان میں ہاتھ ڈالے گا۔“ I came back and faced the situation. I was ready.

مگر آپ کو پتا ہے کہ میں کیوں واپس آ گیا؟ مجھے حضور ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی۔ انہوں نے بھی ایک شخص کا قرض دینا تھا، وہ ایک یہودی تھا اُس نے قرض کا مطالبہ کیا۔ حضور ﷺ نے معذرت کی۔ وہ سخت الفاظ بولنے لگا اور بار بار حضور ﷺ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا کہ مجھ ﷺ! تم تو ہمیشہ ہی کہتے ہو۔ حضرت عمرؓ ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بد بخت اگر پھر تم نے حضور ﷺ کی ریش مبارک پر ہاتھ بڑھایا تو میں تیری گردن کاٹ ڈالوں گا۔ حضور ﷺ پیچھے پلٹے اور فرمایا: ”صبر! تو باؤلا ہو گیا ہے، میں نے اس کا قرض دینا ہے، اس کا مجھ پر حق ہے جو میں نے ادا کرنا ہے۔“ یہ صورت حال تھی کہ جب حضور ﷺ مقروض تھے۔ یہ وہ بات تھی جس نے مجھے convince کیا کہ حضور اکرم ﷺ ایسی عظیم ترین اور بزرگ ترین ہستی اگر ان معاملات میں اس قدر حق شناس ہو سکتی ہے تو پھر میری کیا حیثیت

ہے۔ Why should I avoid میں اسی وقت واپس گیا۔ صرف اس حدیث کو یاد کرنے کیلئے میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں۔ میں واپس آ کر اسی جگہ پر کھڑا ہو کر اس کا انتقاد کرنے لگا تا کہ وہ آئے اور میری insult کرے۔۔۔ تو اُس نے دور سے کہا کہ میں آج جا رہا ہوں۔ اگلے ہفتے پھر آؤں گا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کے بغیر زندگی گزار سکتے ہیں۔ وہ حماقت کی دنیا میں رہتے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ بجائے اسکے کہ وہ لوگ پندرہ سو برس کے بعد اپنے استاد کے کمالات کا مجموعہ دیکھیں اور ان کی ایک ایک حرکت کو copy کرنے میں فخر محسوس کریں۔ وہ اُن اصحاب پر بھی گدگد کرتے ہیں جنہوں نے اپنے آقا و رسول ﷺ کی ایک ایک بات کو جمع کیا اور صدقاً ہمیں پہنچا دیا۔ آج پندرہ سو برس کے بعد میرے پاس قرآن کو ماننے کی کوئی دلیل نہیں ہے، میرے پاس مسلمان ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اس اعلیٰ ترین معیار جو اُن کے بقول قرآن مطلق تھے اُن کی وجہ سے میں اس دلیل تک پہنچا ہوں۔ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں کچھ احادیث کو انوں یا نہ مانوں مگر میں پندرہ سو برس پہلے حاضر نہیں تھا۔ یہ یاد رکھنا کہ میری یادداشت میرے باپ کی باتیں بھی یاد نہیں رکھتی اور ان لوگوں نے اپنے حافظے کو اپنی زندگی کی جدوجہد کو اپنی تمام محنت کو اُن احادیث کے مجموعے کیلئے جمع کرنے میں زندگیاں گزاریں۔ آپ حیران ہوتے ہو گئے کہ یہ credit بخاری کو جاتا ہے کہ چھ لاکھ احادیث میں سے جان مار مار کے انہوں نے ساڑھے سات ہزار احادیث کو منتخب کیا۔ باقی احادیث وہ کیوں نہیں جمع کر سکتا تھا۔ جب ایک شخص کے پاس چھ لاکھ احادیث ہیں تو وہ ساری اُسی طرح جمع کر کے آپ کو کیوں نہ دے دیتا؟ کیا اُس کے اخلاص اور محنت کا صلہ آج کا مسلمان یہ دینا چاہتا ہے کہ بخاری غلط تھا۔ ہاں! خطا کے کام کائنات قرآن میں نہیں بخاری میں موجود ہیں اور وہ لفظی خطا بھی ہو سکتی ہے مگر جس شخص کو بخاری کے standard پر شبہ ہے وہ مقوقس شاہِ عمر کا وہ خط پڑھ لے جو عمر میں تاریخ کے نوادرات میں سے نکلا ہے۔ وہ خط جو سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے عزیزِ عمر مقوقس کو تبلیغ کیلئے لکھا تھا اور پھر صحیح بخاری میں بھی اُس خط کو پڑھ لے جو بخاری نے نقل

کیا ہے۔ اگر کوئی فرق نظر آئے تو پھر کہنا کہ بخاری نے غلط collection کی ہے۔ یہ کہاں کے لوگ ہیں جو اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں۔۔۔۔ ذرا ایک لطیفہ سنئے۔۔۔۔ ”ایک شخص کہتا ہے کہ میرے نزدیک ابائیلیں نہیں تھیں۔“ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم وہاں موجود تھے۔۔۔۔ Were you the eye witness؟ ایک شخص کہتا ہے کہ میرے دور میں وہاں تل نہیں پھٹا تھا بلکہ کچھ اور واقعہ ہوا تھا۔۔۔۔ کیا میں وہاں تھا یا تم وہاں موجود تھے۔۔۔۔؟ تاریخ اور قانون کی سب سے بڑی گواہی یعنی شہادت ہوتی ہے۔ All evidences unnecessary, if you find an eyewitness. اب اگر واقعہ ابائیل کے بارے میں آپ نے کوئی شہادت کی بات سنی ہے تو وہ لشکر امیر ہمدان کا گائیڈ تھا جو ایک عرب سردار تھا۔ وہ عرب سردار شاعر تھا اور اسے کسی سے محبت تھی۔ اُس نے شاعری کر کے وہ قصیدہ اپنی محبوب کو دیا اور اس میں اسے اس واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال لکھا۔ جب وہ قصیدہ لکھ رہا تھا تو اُس نے دو جملے بڑے دلچسپ لکھے۔ اس نے لکھا:

”میں امیر ہمدان کے لشکر کو گائیڈ کر کے لایا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آسمان پر پرندے آئے۔ پھر میں نے امیر ہمدان کا لشکر دیکھا تو امیر ہمدان کا سارا لشکر مجھے ڈھونڈ رہا تھا جیسے میں ان کے باپ کا نوکر ہوں کیونکہ ان کو واپس کا رستہ معلوم نہیں تھا۔۔۔۔ اور اے میری محبوبا! جب وہ پتھر گرے اور پرندوں نے وہ پتھر گرائے اور ہم مر رہے تھے تو میں ڈر رہا تھا کہ کوئی پرندہ میرے سر پر آ کے نکل نہ گرا دے تو میں بھاگ کے ایک پہاڑ کی کھوکھلی میں گھس گیا۔“

اتنی بڑی personal evidence کے ہوتے ہوئے کون یہ شک کر سکتا ہے کہ وہ پرندے تھے یا کوئی مرض تھا جبکہ وہ پورے کا پورا visual اس کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اسی طرح جب تل سے موتی کا لشکر گزر رہا تھا تو رات میں باپ کتنی کے مطابق بارہ لاکھ یہودی دریا ئے تل سے گزرے۔۔۔۔ دو ہی شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو بارہ لاکھ یہ کہیں کہ اسی طرح ہوا ہے یا بارہ لاکھ

میں سے کوئی ایک یہودی یہ کہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ کمال کی بات ہے کہ ان بارہ لاکھ نے شہادت دی کہ یہ واقعہ ہوا۔ ایک یہودی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا۔ مگر کمال کی بات یہ ہے کہ پندرہ سو برس بعد آپ کا ”یہودی“ کہہ رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا، آپ کا ”مسلمان“ کہہ رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ How can we trust him against all those twelve lac people's witness. یہ وہ لوگ ہیں جو armed chair پر بیٹھ کے theoretical thesis مرتب کرتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ ان سے بڑا جاہل کوئی موجود ہو سکتا ہے۔

ایک بڑے مفکر نے بخاری کی احادیث پر ایک اعتراض کیا: حدیث میں ہے کہ ”جس نے کہا لا ادری وہ نصف عالم ہے“ (وہ نہیں جانتا اس لئے وہ نصف عالم ہے۔) موصوف نقاد فرماتے ہیں کہ ”جس نے دوسرے کہا لا ادری وہ پورا عالم ہو گیا“۔ یہ مزاحیہ انداز ہے کسی چیز پر criticism کا۔۔۔ حالانکہ حدیث بڑی واضح ہے کہ جس کو آتا ہے وہتا تو وہ عالم ہے اور جس کو نہیں آتا وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا تو وہ بھی عالم ہے۔ علم کے دو حصے ہیں: ”جانتا یا نہ جانتا“۔ اگر کوئی صدق دل سے یہ اعتراف کرے کہ مجھے اس کا نہیں پتہ تو وہ نصف عالم ہے۔ میں اس بارے میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص باہر سے آیا اور اس نے کہا کہ اے ابن مسعود! اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا: ”میں نہیں جانتا، جاؤ فلاں سے پوچھو“۔ وہ اُدھر گیا، اُس عالم نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا۔ ایسا کرو جناب علیؓ سے پوچھ لو۔ وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ ایک صحابی نے دوسرے کے پاس پہنچایا پھر دوسرے نے تیسرے کے پاس۔۔۔ ایک نے کہا: ”اے سادہ دل! اس کا علم صرف عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ہے“۔ وہ پھر واپس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا: ”عبداللہ بن مسعودؓ تو مجھے دوڑا دوڑا کے پاگل کر رہا ہے۔ سب کہہ رہے ہیں کہ اس بات کا صرف تجھے ہی پتہ ہے اور تو مجھے بتائیں رہا“۔ انہوں نے کہا کہ ”میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ میں مرجاؤں مگر رسول اللہ ﷺ پر authority سے کوئی بات نہیں کروں گا“۔ اور یہ آج کے عالم ہیں۔۔۔! جو

بے سرو پا کہانی یہ حدیث کے بارے میں سناتے ہیں اور احادیث پر اعتراض کرتے ہیں یہ عالم نہیں ہیں۔

جب ہم بہت ساری احادیث کے کما قصص ہونے کی بات کرتے ہیں تو یاد رکھئے کہ اس کی وجہ احادیث نہیں ہیں بلکہ اس کی وجہ روایتیں ہیں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ روایت و درایت میں الفاظ حدیث پر گفتگو نہیں ہے بلکہ راوی پر اُن کے مصدق اور غیر مصدق attitudes پر ہے۔ کلام بعد میں آئے گا پہلے ہم نے یہ confirm کرنا ہے کہ پیغام کی series of transference کسی سچے بندے سے ہو رہی ہے یا کسی غلط بندے سے ہو رہی ہے۔ حال یہ ہے کہ واقعہ کی حدیث قبول نہیں کی جاتی اور اسحاق کی جاتی ہے یعنی اُستاد کی قبول نہیں کی جا رہی اور شاگرد کی قبول کی جا رہی ہے۔ باپ کی قبول نہیں کی جا رہی اور بیٹے کی قبول کی جا رہی ہے۔ اسکی وجہ صرف ان کے وہ کڑے ترین معیارات ہیں جو کم از کم میرے زمانے کا تو کوئی عالم عبور نہیں کر سکتا۔ ان کی رائے اتنی strict ہے کہ دنیا کا کوئی سخت ترین teacher بھی اُن کو عبور نہیں کر سکتا۔ باقی رہا یہ سوال کہ قرآن کی معیت میں ہونا۔۔۔۔۔ ہاں، اور آپ کیا کہہ سکتے ہو کہ اگر حدیث معزز ہے تو اس لئے کہ وہ افعال رسول ﷺ ہیں اور اگر افعال رسول ﷺ ہیں تو یہ قرآن کے مطابق ہیں۔ کیا آپ اس قول کو نہیں جانتے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس لوگ پوچھتے آئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا اخلاق کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا: ”کیا تم قرآن نہیں پڑھتے“ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون پوچھے گا؟ اور کون کہے گا؟ جب کسی وقت وہ استاد بیٹھا ہے۔۔۔۔۔ اور پتہ نہیں کہاں کہاں سے آ کے لوگ اُن سے سوال پوچھتے ہیں اُن سے باتیں پوچھتے ہیں۔ اب وہ لوگ جو آتے ہیں وہ multi facet (مختلف پہلوؤں) پر سوالات کا ایک ڈبیر لگاتے ہیں پھر اُن کے گواہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو استاد کے پاس ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانے کے لوگ کہتے ہیں کہ ستر ہزار لوگ اُن کا وعظ سننے کیلئے ان کی مجلس میں جاتے تھے۔ اب اُن لوگوں کا standard کیا ہوگا؟ کیا سب ایک standard کے ہو گئے؟ اگر کوئی

یونہی کاپر و فیر ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ دوسرا کوئی آم بیچنے والا ہو۔ قدرتی طور پر جب بات آگے بڑھے گی تو اس گفتگو میں یا اس انداز میں کوئی نہ کوئی لفظی کمی بیشی آجائے گی کیونکہ ہر انسان ایک ہی طرح ذہنی طور پر کسی چیز کو یاد رکھنے کے قائل نہیں ہوتا چنانچہ اگر کوئی قضاوت الفاظ ہے اور اگر کوئی short calibre ہو گیا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کے الفاظ میں یہ calibre short نہیں ہو سکتا مگر اگر رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ کے version میں کوئی چھوٹا موٹا اس قسم کا لفظ آجائے تو ہم اسکی مستدرائے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ لے لیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کچھ احکامات پہلے آگئے اور کچھ احکامات بعد میں آئے اور بعد میں آنے والے احکامات کی وجہ سے پہلے آنے والے احکامات ختم کر دیئے گئے۔ اس لئے بعض احادیث آپ کو صرف contradictory نظر آتی ہیں مگر اس کی وجہ contradiction نہیں ہے بلکہ progressive religion of the statements ہیں۔ آپ قرآن میں بھی ایسے ہی پائیں گے۔ ”ما ننسخ من اية او ننسھانات بغير منها او مٹھا“ (106:2) (جب ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر آیت عطا کر دیتے ہیں) مگر سوال یہ ہے کہ منسوخ کیوں کر دیتے ہیں۔ اللہ کو منسوخ کی ضرورت کیوں پڑے گی؟ شاید لوگ ایک چیز کو نہیں جانتے کہ یہ نسخ و منسوخ سب انسان پر اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے فرمایا: ”تم میں سے ایک مومن دو سو کافروں پر بھاری پڑے گا۔“ پھر فرمایا: ”میں نے تمہاری کمزوری دیکھی ہے اب میں اس standard کو بتا دیتا ہوں۔ اب یہ ہے کہ تم میں سے ایک دو پر غالب آئے گا۔“ یہ صرف اس وجہ سے اللہ نے کیا کہ وہ دو سو والا ختم نہیں ہوا کہ جو بھی ایمان کی اس limit تک پہنچے گا اس پر دو سو کا ہی قانون ہوگا مگر عمومی طور پر ایک مومن کو جزاات و ہمت دینے کیلئے یہ کہا کہ ایک مسلمان دو کافروں پر غالب آئے گا اور یہ عمومی قانون بن گیا اور پہلا خصوصیت میں چلا گیا میں آپ کو 65ء کی جنگ کا ایک واقعہ بتا سکتا ہوں کہ جب ہمارا ایک مجریا کیپٹن اکیلا کشمیر میں پورے دو سو انڈین آرمی کے بندوں کو گرفتار کر کے لایا تھا وہ پہلی کاپر میں تھا، اس نے

آواز دی کہ تم سب گھیرے میں آگئے ہو لہذا یہ جگہ چھوڑ کے چلے جاؤ۔۔۔۔۔ ابھی بھی آپ 65ء کی جنگ کے بارے میں کسی فوجی سے جا کے یہ پوچھ سکتے ہو کہ کس طرح ایک آدمی دو سو لوگوں کو قید کر کے لایا۔ اسی طرح ہم آج بھی ویسے ہی حالات سے دوچار ہیں۔ اگر کوئی ہم پر غالب آئے اور ہم میں سے کوئی ایمان والا ہو تو اس پر بھی یہی دو سو والا اصول apply ہوگا۔ اگر اس کے برعکس غور کریں تو ہندوستان میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کے پچاس ہزار سپاہی بھی لارڈ کلایو کے تین ہزار سپاہیوں سے شکست کھا گئے۔۔۔۔۔ یہ کوئی ناممکنات نہیں ہیں۔ خدا کے قوانین صرف مخصوص لوگوں کیلئے نہیں بنائے جاتے بلکہ وہ عمومیت میں جاتے ہیں۔ اسی طرح احادیث ہمیں رسول اللہ ﷺ کے قرآن کے اس معتدل انداز کو سکھاتی ہیں جو شاید کبھی بھی ہمارے علم میں نہیں آسکتا۔ ہمارے علماء کو کیا پتہ؟ یہ تو ہمیں شکوک کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں حال ہی میں ایک مسئلہ سن رہا تھا۔ میں کسی کو غلط نہیں کہوں گا مگر جب میں وہ بیان دیکھ رہا تھا تو مجھے حیرت یہ ہو رہی تھی کہ کیا اس مسئلہ کو حل کرنے کا یہ طریقہ ہے، شاید پشاور میں اعلان ہوا کہ چار سو لوگوں نے چاند دیکھا۔ ہمارے ہاں اعلان ہوا کہ چاند دکھائی نہیں دیا اور اس کے بعد اگلے دن ہم نے عید منائی۔ میں نے بھی ادھر ہی عید منائی۔ انہوں نے بھی اعلان کیا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا اور جس کا ایک رہ گیا وہ قضا کرے۔ میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا کہ اگر یہ ایک چھوٹا سا کام کر لیتے کہ جب ادھر پشاور سے چار سو لوگوں کی گواہی آئی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کا ایک حق تو بنتا تھا کہ ادھر کے لوگ آسمان پر دیکھ کر confirm کریں۔ اگر چاند نہیں تھا تو کہہ دیتے کہ نہیں ہے اور اگر ہوتا تو کہتے کہ ہاں ہے اور بجائے قضا کے مسلمانوں سے یہ کہتے: ”..... فلیدة طعام مسکین“ (2: 184) اے مسلمانو! عید ہو گئی ہے جب باہر نکلو تو فطرانے کے ساتھ فدیہ میں غریب آدمیوں کو کھانا کھلا دو۔ تمہارا رمضان پورا ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اس طرح ہوتا تو یہ طریقہ اللہ کو زیادہ پسند آتا کیونکہ اس نے لکھا ہوا ہے کہ مجھے کھانا کھانا سب سے نیا و پسند ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا مجموعی طور پر غلطی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔؟ جب ایک

بارالہیریا میں سخت گرمی پڑی تو مفتی اعظم نے اعلان کیا کہ اس دفعہ رمضان کے روزے کوئی نہ رکھے کیونکہ جان کے ضیاع کا خطرہ ہے، گرمی بہت زیادہ ہے اور میرا فتویٰ یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان روزہ نہ رکھے تو کوئی پرالہم نہیں ہوگی۔ پھر بھی کئی لوگوں نے رکھے ہوئے مگر مفتی اعظم کا فتویٰ یہ تھا کہ کوئی روزہ نہ رکھے۔ That's where religion is made easy. یہاں ایک فقیر قرآن کی اس آیت پر عمل کرتا ہے: ”طہ ۵ ما انزلنا علیک القرآن لثقلی“ (میں نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔) اسی وجہ سے جب ایک بار دو روزہ فاروقی ”میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے نص قطع یہ کہ قرآن کا قانون معطل کر دیا۔۔۔“ ”جو تک روٹی مل ہی نہیں رہی، فاقہ زدگی ہے تو میں ہاتھ کانٹے کی سزا معطل کر رہا ہوں“ تا وقتیکہ حالات مارل نہ ہو جائیں، تا وقتیکہ ریاست اپنے فرائض نہ پورے کرے۔ یہاں دیکھئے کہ ایک روزے کی خاطر کبھی اس پر دشنام طرازی، کبھی اس پر دشنام طرازی۔۔۔ بھی! Just try to come up and see whether they are wrong or right. How can you tell they are wrong? آپ نے تو کوشش ہی نہیں کی، نہ پنجاب میں نہ سندھ میں کہ حجت پر جا کر چاند دیکھیں۔ اگر ایک روزہ کم بھی ہو گیا تو کیا قیامت آجائے گی۔ کیا اللہ میاں کو آپ کے روزے خوش کرتے ہیں؟ کیا اُس نے قرآن میں بتایا نہیں کہ تمہارا قربانوں کا گوشت مجھے نہیں پہنچتا۔ مجھے تو تمہاری نیتیں پہنچتی ہیں۔ جس نے اچھائی کی اُس نے اپنے لئے کی۔ جس نے برائی کی اُس نے اپنے لئے کی۔ مجھے تو تمہاری نیت اور اخلاص پہنچتا ہے۔ اگر وہی تم میں نہیں ہے تو تم کا ہے کو اپنی اپنی عبادتوں سے مجھے خوش کرو گے۔ اس طرح کبھی نہ کرنا۔ Until we know the attitude of the Prophet according to the verses of the Quran, we can understand nothing about God. اس لئے حدیث سے مفارقت اچھی نہیں۔۔۔ ہاں، آپ کی مرضی ہے کہ آپ دیکھو کہ کون سے standards آپ کو اپیل کرتے ہیں یا آپ اپنی طرف سے ایک نیا criticism لے آؤ اور

پھر حدیث کا مطالعہ کرو حتیٰ کہ ”مؤطا امام مالک“ کو لوگ کہتے تھے کہ یہ سب سے زیادہ standardize تھے تو آپ مؤطا پر عمل کر لویا امام انس بن مالک کی احادیث پر عمل کر لو۔ ہم کسی حدیث کو neglect کر سکتے ہیں اور نہ reject کر سکتے ہیں۔

لا دین سے دوستی

سوال: میری ایک (atheist) لا دین دوست ہے میں اس دوستی کو اسلام کی حدود میں رہ کر کیسے نباہ سکتی ہوں؟

جواب: atheist میں بھی بڑی قسمیں ہوتی ہیں۔ آپ ان سے دوستی رکھ سکتے ہو۔۔۔ کھاؤ پیو، عیش کرو۔۔۔ اگر وہ حرام کھا رہا ہے تو آپ نہ کھاؤ بلکہ اسے اتنا حلال کھلاؤ کہ وہ حرام سے ہی رک جائے۔ اُس سے دوستی یا کوئی relationship رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ ہم اُس جگہ دوستی ترک کرتے ہیں جہاں ہمیں شبہ ہو کہ یہ ہمارے مذہب پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہو رہی ہے مثلاً اگر وہ بڑا impressive ہے، شاندار ہے اور آپ کے پاس اس کو face کرنے کیلئے مناسب دلائل نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے faith میں کمزور پڑ جاؤ۔ رفتہ رفتہ وہ آپ پر حاوی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس مضبوط کچھ اور مضبوط دلائل ہیں تو وہاں کمزوری آپ کے مذہب کی نہیں ہو گی بلکہ آپ کی ہوگی۔ اصولاً جو سوچ سمجھ کے مذہب قبول کرتے ہیں وہ بہت فراخ دل، فراخ دست اور فراخ مزاج ہوتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی شخص بھی مذہبی لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہو سکتا ہے۔ I don't think so. I don't know۔ کہ آپ کون سے مذہب کو مانتے ہو اور کون سے مذہب کو تسلیم کیے بیٹھے ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہوا ہے کہ میرے بندے، مجھے چاہنے والے، جو مسلمان ہیں ان کے آگے آگے میرا نور دوٹوتا ہے۔ Obviously they are more attractive than any body else as God said۔ جن کے آگے آگے، دائیں بائیں اللہ کا نور چل رہا ہو ان سے زیادہ خوبصورت، باوقار اور attractive بندہ کون ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو

atheist سے ڈرنے کوئی کوئی ضرورت نہیں بلکہ آپ اپنا مذہب ڈرائیج کر لو۔

خدا اور سائنس دان

سوال (۱) کیا مذہب کے ماننے والوں کیلئے الحاد کوئی مسئلہ ہے؟ (۲) اللہ اس کائنات پر سوچ و بچار کرنے والوں کی بڑی تکریم کرتا ہے مگر یہی سوچ و بچار کرنے والے اشخاص یعنی scientists اللہ کا سب سے پہلے انکار کرتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اصل میں یہ درست نہیں ہے۔ سب ایک جیسے نہیں ہوتے مگر سب سے بدترین بات یہ ہے کہ جیسے شیخ ابن عربی نے کہا کہ ”علم حجاب اکبر ہے۔“ سب سے بڑا مسئلہ کسی intellectual

کیلئے اُس کا اپنا intellect ہوتا ہے۔ This is a big dilemma, more

psychological and scientific attitudes. جب میں دیکھ رہا ہوں کہ میری

باقی صحیح ہیں۔ میری محنت کے نتائج صحیح ہیں۔ میرے غور و فکر (delebrations) کے مطابق

کائناتی اور آفاقی مسائل حل ہو رہے ہیں تو اچانک مجھے کوئی کہتا ہے کہ تم مذہب کو مان لگو میں کہتا

ہوں کہ میرے پاس کوئی scientific evidence نہیں ہے، کوئی مثال نہیں ہے تو میں کیسے

اس کے بغیر اسے مان سکتا ہوں اس لئے جو بھی سائنسدان خدا کو مانتا ہے یا ماننے کی کوشش کرتا ہے

وہ اس مسئلے کا سامنا کرتا ہے۔ جس طرح باقی لوگوں نے scientific مسائل پر research

کی ہے میں نے بالکل اسی طرح اللہ کے تصور پر research کی ہے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ

west میں مجھ سے ایک پروفیسر نے پوچھا کہ تم نے خدا کو کیسے تلاش کیا؟ میں نے اُس سے کہا کہ

بھائی میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں اکتا نہیں لگا۔ میں نے کوئی چگا وڑکا روپ اختیار نہیں کیا، بس میں

نے ایک عام طالب علم کی طرح جدوجہد کی۔ مجھ میں سچائی کو جاننے کی خواہش تھی اور زیادہ تر

خواہش یہ تھی کہ میں اللہ سے جان چیراؤں۔ سچ یہی تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میری زندگی میں ہر

جگہ ایک خوف سا تھا، ایک دوسرہ تھا کہ جدھر سے گزروں اللہ مارے گا، اللہ یہ کرے گا، اللہ وہ

کرے گا۔ وہی concepts جو پیچھے سے چلے آ رہے تھے۔ اُس خوف و ہراس سے بچتے کیلئے

میں نے فیصلہ کیا کہ چلو یا را اسکو ڈھونڈ کے ہی رہو، اگر وہ ہتھوٹا ٹھیک، اگر نہیں ہتھو جان چھوٹ جائے گی۔ اس طرح میں نے خدا کے تصور پر آٹھ سال تک تحقیق کی۔ اُس کو میں نے چھوٹے level پر تلاش نہیں کیا۔ ان فلاسفروں اور دانشوروں کے خدا پر کئے گئے بڑے بڑے اعتراضات میرے سامنے تھے جن کو واقعی atheist (لاوین) کہا جاسکتا ہے اور میں نے اُس معیار پر خدا کو پرکھنا شروع کیا۔

مجھے سائنس دانوں میں خاص طور پر cosmology کے سائنس دانوں میں خدا کے بارے میں ایک بہت بڑی کمزوری نظر آئی وہ میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ الیکٹریٹر فلمیں ایک کلچر پلیٹ پر تحقیق کرتا رہا۔ وہ ایک پلیٹ رکھ کے اُس پر جرثوموں کی ہزاروں کر رہا تھا۔۔۔۔ بارہ سال گزر گئے۔۔۔۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کے دیکھتا تھا۔۔۔۔ (culture) جرثوموں کے پالنے کو بھی کہتے ہیں، فیشن بھی کلچر کی طرح ہی ہوتے ہیں، جب یہ پھیلتا ہے تو بالکل جرثوموں کی طرح پھیلتا ہے سائنس دان جو جرثومے پالتا ہے اس کو بھی کلچر ہی کہتے ہیں) بارہ سال بعد اچانک الیکٹریٹر فلمیں پنسلین دریافت کر لیتا ہے۔ مائی سین اور ایسی ہی کئی چیزیں اسی طرح اچانک دریافت ہوئیں۔ اچانکیت بڑا اثر رکھتی ہے مگر اُس اچانکیت کے پیچھے اٹھارہ، بیس یا پچیس سال کی ایک بڑی شدید labour ہوتی ہے۔ اتنی محنت کے بعد جب وہ کچھ دریافت کر لیتے ہیں تو وہ ایسے الفاظ کہتے ہیں: Excellent...! very good...! exceptional hard work...! This is a meticulous work...! dedicated, great people work with... But when they talk about God they talk like quacks. مگر جب وہ خدا کی بات کرتے ہیں۔ چاہے وہ بود بھائی ہوں یا الطاف بھائی ہوں یا سرکار بھائی ہوں تو لگتا ہے جیسے گلی میں بندر والا کھڑا ہے نہ اُن کا کوئی مطالعہ ہوتا ہے، نہ انہوں نے کوئی غور کیا ہوتا ہے، نہ اُن کی کوئی فکری کاوش ہوتی ہے، نہ انہوں نے کوئی research کی ہوتی ہے، نہ انہوں نے قرآن پورا پڑھا ہوتا ہے، نہ

انہوں نے حدیث پر جی ہوتی ہے، نہ تاریخ اسلام کا مطالعہ ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں مذہب کا ادراک ہوتا ہے۔ وہ عجیب سے funniest way میں اس پر بات کرتے ہیں۔۔۔ بالکل ایسے جیسے میں اس وقت مذہب کے thesis کے بجائے atomic physics پر لکچر دیتا اور بڑا سا ہل سا سند انوں سے بھرا ہوتا، جو یہ توقع کرتے کہ کب یہ اسحق جائے اور ہماری جان چھوٹ جائے۔ اسی طرح جب یہ لوگ خدا پر بات کر رہے ہوتے ہیں تو کس قدر بے وقوف لگ رہے ہوتے ہیں آپ یہ جان نہیں سکتے کہ وہ کتنے ان پڑھ ہوتے ہیں اس لئے میں ان کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جس بات کا تمہیں پتہ نہیں، اس پر کیوں اپنی رائے دیتے ہو۔ میرے ساتھ ایک practical واقعہ پیش آیا۔ میں نے قرآن کے حوالے سے جب یہ کہا کہ اللہ نے پہاڑ زمین میں گاڑے ہیں تا کہ زمین کو لے کے دوڑ نہ جائیں اور زمین balance میں رہے تو قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے physics department کے ہیڈ نے مجھے ایک خط لکھا۔ My dear professor if you come at university I will teach you about that, you should not talk on these realities. We have not such evidence. This is not right. Sorry professor, you are not a professor of Geology, you are a professor of physics, do not involve yourself into other peoples job. حال تو یہ ہے کہ فزکس والا مجھے طر کر رہا ہے کہ تم نے geological statements کیوں دی ہیں۔ ظاہر ہے کہ میں نے یہ علم نہیں پڑھا کیونکہ مجھے سائنس دان تو نہیں جانا مگر مجھے اپنے اللہ کے ساتھ یا قرآن کے ساتھ جتنی تعلیمات ملیں گی چاہے وہ سائنس سے ثابت ہوں، آرٹس سے ہوں یا کسی بھی اور ذریعے سے ہوں ان کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

اللہ کی ایک statement ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں اس statement کا

ثبوت کہاں سے حاصل کروں۔۔۔ statement عجیب سی تھی کہ ہندو سلیمان کے پاس آیا اور کہا: ”اے بادشاہ عالم! ہم نے ایک بڑی عجیب اور اعلیٰ مملکت دیکھی جن کی ایک ملکہ تھی اور وہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی“ خواتین و حضرات! آپ بتا کر وہ ہند کون صاحب تھے؟ مجھے تو نہیں پتہ۔۔۔ بہت سے لوگ تو ان کو ہند ہی نہیں مانتے۔ بھلا پرندے کیسے بول سکتے ہیں۔ آج کل کے intellectuals کہتے ہیں کہ پرندے کہاں بولتے ہیں اور پیغمبر کیسے ان سے باتیں کر سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ سلیمان نے چوہٹیوں سے کوئی خطاب نہیں کیا۔ مگر انہیں تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہیے تھا تا کہ شاید کوئی شہادت نکل آئے مگر ہم تو فوری فیصلے کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ چوہٹیاں سنی ہی نہیں ہیں۔ تین سال پہلے تک چوہٹیاں نہیں سنی تھیں۔ سائنسدانوں کو کچھ بتا نہیں تھا کہ چوہٹیاں سنی ہیں۔ یہ سب داستان ہے اور کوئی کلام نہیں ہوا۔ سلیمان نے کوئی بات نہیں کی۔ یہ اشارہ کنایہ بات ہے۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ جدید تحقیقات میں پتہ چلا کہ one mega hertz (1MHZ) پر چوہٹی بات کرتی ہے، سنی ہے، اشارہ لیتی ہے۔ چلیں! اب بتائیں کہ قرآن کو سچا کہیں یا ان کو سچا کہیں۔ آپ خود کہتے ہو کہ شہادت دو۔ اب شہادت مل گئی ہے کہ چوہٹیاں کلام بھی کرتی ہیں، باتیں بھی سنی ہیں مگر one mega hertz پر۔۔۔ اب مجھے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو وہ کون سی صفت دی ہوگی کہ وہ one mega hertz پر بھی بات سن لیتے ہو گئے۔ ظاہر ہے سلیمان غیر معمولی انسان ہے۔ وہ کوئی عام بندہ تو نہیں ہے مگر یہ ثابت ہو گیا کہ چوہٹیاں بہری نہیں ہیں، یہ کلام کر سکتی ہیں۔ جب میں نے وہ ذکر پڑھا تو میں پریشان ہوا کہ میں کہاں سے evidence لاؤں۔۔۔ خواتین و حضرات آپ کو evidence ملیں گے۔ archaeologists (ماہرین آثار قدیمہ) سے آپ کو evidence ملیں گے جب آپ ”سباہین“ کے آثار کو پھروٹیں گے تو evidence آپ کو اس فرسودہ تہذیب سے ملیں گے جہاں وہ تباہ ہوا، برباد ہوا، دھرم جائیں گے، ان کو ڈھونڈیں گے اور دیکھیں گے کہ یار یہ کیا۔۔۔! آتے ہی ہند نے پہلی بات کہی کہ ”وہاں اے بادشاہ! ہم نے ایک قوم دیکھی ہے جو

سورج کی پرستش کرتی ہے۔“ کیا آپ جانتے ہیں کہ پچھلے تین چار سالوں میں sebains کی جنگیں ملی ہیں اور سب سے حیران کن، سب سے پہلے یہ بات سامنے آئی کہ یہاں ایک ایسی قوم رہا آباد تھی جو سورج کی پرستش کرتی تھی۔ جو پہلا ستون نکلا وہی پالوکا گیا۔ سورج اور اسکی پرستش کا نکلا۔ اب تو اللہ کی باتیں حیران نہیں کرتیں مگر میں تھوڑا سا حیران ہوا کہ پہلی بات قرآن میں ہند ہند نے یہی کہی کہ قوم سہا سورج کی پجاری تھی۔ یہاں archaeology نے جو کھدائی کی تو پہلی بات یہ کہی کہ یہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی۔۔۔۔۔ خواتین حضرات! اس لیے تلاش علم میں تمام لوگوں کی مدد لینا پڑتی ہے۔ میرے شیخ و مرشد سیدنا علی عثمان جیوری کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں اللہ کے بارے میں جاننا ہے تو پھر تھوڑا تھوڑا ہر اس علم سے حاصل کرو جو تجھے قرآن کی وضاحت کیلئے ضروری ہے اور اگر آج کے زمانے میں آپ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو قدرتی طور پر ہم تمام علوم میں ماہر تو نہیں ہو سکتے مگر ہم مختلف علوم کو پڑھ کر ذہانت کے اس دہانے تک تو جاسکتے ہیں جہاں ہم کسی خاص علم کے محققہ نتیجہ کو سمجھ سکیں۔ جب آپ ایک ذہنی معیار حاصل کر لیتے ہو اور مزید پروان چڑھتے ہو اور جب آپ کا ذہن آگے بڑھتا ہے تو ایک level of maturity ایسی ہے جہاں آپ کسی بھی علم کی کوئی بھی بات بآسانی سمجھ لیتے ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ ساری mathematics سیکھ لیں مگر ہو سکتا ہے کہ جو آخری نتیجہ نکلے اُس کو آپ جلدی سمجھ لیں۔ Newton نے پتہ نہیں کتنے سال لگانے کے بعد قوانین حرکت دریافت کئے مگر اس سے جو نتیجہ نکلا اس کو آج بچے بھی سمجھ جاتے ہیں اس لئے research ایک مختلف چیز ہے اور جب اس کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے تو وہ ایک سادہ سی بات رہ جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ سائنسدان مذہب کے بارے میں نیا وہ محنت نہیں کرتا جتنی آج ہم لوگ محنت کرتے ہیں۔ ویسے میں کیا کہوں کہ اتنی ہم قرآن کیلئے محنت نہیں کرتے۔ sorry to say اب دیکھئے قرآن میں ایک آیت ہے۔ ”کان النامس امة واحدة“ (سب انسان ایک امت تھے) بعد میں لوگوں نے شرک کیا اور اپنے اپنے theme بول لئے اور نئی باتیں نکال لیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کی evidence کہاں سے

ملے گی۔ جہاں تک تاریخ جاتی تھی وہاں تک بہت پرستی تھی۔ اس کے پیچھے علم الاہنام تھا وہاں بھی بہت پرستی تھی تو سوال یہ تھا کہ یہ evidence کہاں سے ملے گی پھر میں نے بڑی پیچیدگی سے دنیا کی تمام mythologies کا مطالعہ کیا۔ میں اس چکر میں تھا کہ خدا کی تخلیق کپڑوں اور مجھے خدا کے انکار کا موقع مل جائیگا اس لئے میں نے بڑی کوشش کی اور ساری mythologies اور علم الاہنام سے گزرتے ہوئے Greek mythology تک آیا۔ ایک سوال میں آپ سے ضرور پوچھوں گا کہ جب آپ Greek mythology یا کوئی بھی mythology پڑھتے ہو (میں صرف دو یا تین مثالیں دوں گا) تو اتفاق کی بات ہے کہ آپ زیادہ پیچھے نہیں جاتے۔ آپ رائج الوقت mythology تک ہی جاتے ہو۔ رائج الوقت Greek mythology آپ کو بتاتی ہے کہ Olympia کے کئی دیوتا تھے۔ اُن میں Zeus تھا، Afrodite تھی، سیفا سٹس تھا۔ آپ سوچتے ہو کہ یہ تو پانچ چھ gods ہیں مگر اگر آپ تھوڑا سا اور پیچھے جاؤ تو آپ کو عجیب و غریب داستان نظر آتی ہے کہ اولیپیا (Olympia) کے تمام دیوتا صرف ایک دیوتا کروئس (Chronus) سے پیدا ہوئے تھے۔ اُس کے بارے میں mythology کہتی ہے کہ Chronus اپنے بچے پیدا ہوتے ہی کھا جاتا تھا اس لئے Zeus اپنے بہن بھائیوں کو لے کے بھاگ گیا اور شروع میں وہ کریٹ کے ایک جزیرے میں جا کے آباد ہو گیا۔ اب لطیفہ یہ ہے کہ شروع میں تو وہ ایک خدا کی پرستش کرتے رہے جب وہ پرستش شروع ہوئی تو وہ واحدانیت ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان کو وہ جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ جانا پڑا They had to shift their place to built other temple at some other place. اور اسی سے بہت پرستی شروع ہوئی۔ اب آئیے ذرا انڈیا کا حال دیکھیں کہ انڈیا میں بہت ہی بہت ہیں اور پھر بتوں کی تسلیں اور اُن کے آباؤ اجداد۔۔۔۔۔ مگر جب آپ Indian mythology کے آغاز کو دیکھیں تو آریا (Aryans) جب انڈیا میں داخل ہوئے تو یہ واحد تھے اور Aryans کا صرف ایک خدا تھا اور اُس کا نام اندرا تھا۔ اگر آپ اُس کی

صفات سنیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ واقعی خدائے واحد تھا اسلئے کہ اُس کی دو صفات تھیں۔ God of swarg and God of thunder یعنی ذوالجلال والا کرام۔۔۔۔۔ وہ جنت کا خدا تھا اور سزا دینے والا خدا تھا۔۔۔۔۔ عذاب دینے والا، ثواب دینے والا اور جزا اور سزا کا مالک ایک ہی تھا جو نبی وہ انڈیا میں داخل ہوا تو یاہوگوں نے اُسکی دو شاہیاں کرائیں۔ تھر اور ورونا دیویوں کے ساتھ اُس کو attach کر دیا۔ یہ ایک trinity بن گئی اور واحدانیت ختم ہو گئی۔ کچھ عرصے کے بعد دوبارہ واحدانیت نے جوش مارا اور پھر ایک خدا بند ہو گیا۔ جس کا نام برہما تھا اور اسی نے first trinity to the second trinity قائم ہو گئی۔ trinity سمرتی میں جب منو سے اس کے بیٹے نے پوچھا کہ خدا کی حقیقت مطلقہ کیا ہے؟ تو اُس نے کہا:۔۔۔۔۔ ”حقیقت مطلقہ واحد ہے مگر اُس کی امثال دو ہیں۔“ وہ destroyer ہے اور constructive ہے۔ خواتین و حضرات! آپ کو معلوم نہیں کہ ایک آیت کیلئے کتنی محنت کرنا پڑتی ہے اس لئے جو جیسا ہے اُس کو ویسے ہی رہنے دو۔ اسی details میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

روحانی رہنما کی پہچان

سوال: ایک اعلیٰ روحانی رہنما کی پہچان آج کل کے اس مادی دور کے تناظر میں بیان فرمائیے؟

جواب: سب سے بڑی پہچان میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ بندے کو خطا کا حامل سمجھیں۔ جب آپ راہنما کی بجائے بہت تلاش کرتے ہو جب آپ اُن کو لانا اور لا خطا سمجھتے ہو تو آپ ایک بہت تلاش لیتے ہو۔ کوئی بھی راہنما جب زمین پر آتا ہے تو اپنی بہت ساری کمزوریوں سے پروان چڑھتا ہے۔ پھر اُس کو استطاعت نصیب ہوتی ہے یا کوئی اخلاص نصیب ہوتا ہے یا علم و دانش نصیب ہوتا ہے۔ پھر اُس کے بعد لوگ اُس سے راہنمائی طلب کرتے ہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے خیمبر کی طرح سمجھا جائے۔ یہ بات آپ کو یاد رکھنی چاہئے کہ جب آپ کی طلب اور جستجو نے ہتھیار ڈال دیئے تو آپ کسی نہ کسی بہت کا شکار ہو جاتے ہیں اور آپ کا ذہن رک جاتا

ہے۔ آپ ایک استاد سے دوسرے استاد کے پاس جاتے ہیں۔ تیسرے یا چوتھے کے پاس جاتے ہو۔ وہ استاد کبھی بھی روحانی عالم نہیں ہو سکتے۔ روحانی تو لفظ ہی فضول ہے۔ میں تو صرف تعلیم کے بارے میں کہوں گا کہ وہ شخص کبھی اچھا استاد نہیں ہو سکتا جو اپنے شاگرد کو اپنے اقوال کا پابند کرنا ہے۔ وہ شخص کبھی اچھا استاد نہیں ہو سکتا جو اپنے شاگرد کے تجسس کو پابند سلاسل کرنا ہے۔ استاد کا کام یہ ہے کہ طالب علم کو علم کیلئے initiate کرے۔ There is a difference in teaching and initiation. استاد کا کام یہ ہے کہ اپنے طالب علم کو دیکھے، جانچے، پرکھے اور اسے علم کیلئے initiate کرے۔ وہ کلاس نہیں پڑھاتا صرف کورس ختم نہیں کرانا بلکہ وہ اپنے طالب علم میں ہوس تعلیم پیدا کرتا ہے، آرزوئے علم پیدا کرتا ہے، وہ اپنے طالب علم میں شناخت کی طلب پیدا کرتا ہے اور میرا ایک اصول رہا ہے کہ جس شخص نے جتنی بھی تعلیم حاصل کی اور خدا کیلئے کی، جاننے، سوچنے کیلئے کی تو میں نے بہت پہلے ایک بات کہی تھی کہ علم کی جستجو، محنت اور ذہن کی طلب کی صرف ایک منزل ہے اور وہ اللہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس جستجوئے علم کے بعد اللہ تک نہیں پہنچا تو اس کو پلٹ کے دیکھنا چاہئے کہ میری approach کہاں غلط ہو گئی۔ اس کو واپس آ کے اپنی approach درست کرنی ہوگی۔ میں نے اللہ کو نہیں بتایا، اللہ نے مجھے بتایا ہے، میں نے اللہ کو اپنے لئے نہیں بتایا اللہ نے مجھ اپنے لئے بتایا ہے اس لئے میں اسے تلاش نہیں کر رہا بلکہ وہ مجھے تلاش کر رہا ہے۔ اس زمین کے پہلے انسان کو اللہ نے initiate کیا ہے اور initiation کا صرف ایک مقصد ہے:

”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ
 أَنْ كُنْتُمْ صَافِقِينَ“

ہم نے آدم کو اسماء سکھائے۔ ہم نے طالب علمی کے شاہیے کو دور کرنے کیلئے ملائکہ کو بھی وہی اسماء سکھائے مگر ملائکہ آگے نہ بڑھ سکے اور آدم آگے بڑھ گیا۔ آدم اس قافلے تھا کہ وہ خدا کی شناخت کے قافلے ہوا اس لئے اللہ نے اسے آگے بڑھایا۔ اسے پوچھا: ”قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ“

(اے آدم! جو ہم نے تمہیں سکھایا تھا اُس کا کیا کیا؟) ”فلما انباہم با مسماءہم“ میں نے یہ کیا اللہ میاں! اور میں نے یہ بھی کیا۔ استاد بہت خوش ہوا اور بولا: ”واہ۔۔۔۔۔“ جب سنا گرو نے یہ ہونہاری دکھائی تو استاد نے اُس پر ناز اور تفاخر کیا ”قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما قبلون وما کنتم تکلمون“ (کیا میں نہ کہتا تھا! دیکھا کیا چیز نکلی ہے یہ فتنہ آفرین زمان۔۔۔۔۔ دیکھو یہ کیسے بول رہا ہے! کیسے بتا رہا ہے! میں نہ کہتا تھا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، میں جانتا ہوں جو تمہارے دلوں میں ہے اور جو تم چھپاتے ہو مگر جو میرا دعویٰ میرے طالب علم پر تھا وہ سچا نکلا۔) خواتین و حضرات! وہ ہمیں ڈھونڈ رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اُس کو ہم سے کوئی کام ہو۔۔۔۔۔

چلتے ہر شب ہیں آسماں پہ چراغ
جانے یزداں ہے غنجر کس کا

جب آپ اُس کی تعلیم سے انحراف کرتے ہو۔ جب آپ مالا لقی کرتے ہو تو وہ کہتا ہے ”بعضرة علی العباد“ اے لوگو! مجھے تم پر حسرت آتی ہے۔ میں نے کتنے ناز سے تمہیں زمین پر پیدا کیا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ہم کن چکروں میں پڑ گئے یا کس خوف میں ہم پڑ گئے۔ آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں کہ اگر ہمارا کوئی بندہ امریکہ جاتا ہے تو پوری family اُسے چھوڑنے کیلئے جاتی ہے اس کے بڑے سا ذخیرے اٹھائے جاتے ہیں۔ سب بڑے خوش ہوتے ہیں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہی نہ ہو، یہ تو جا کے عیش کر لے۔ کسی کو تجھوں کی اُمید ہوتی ہے۔ Do you know why it is so....? land of opportunity, land of comfort, land of luxuries. Every thing is there. اس کے بچے عیش کریں گے۔۔۔۔۔ ہم خود اُسے چھوڑنے جاتے ہیں۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ اٹھارہ، بیس سال کے بعد آئے، ملے یا نہ ملے۔۔۔۔۔ خواتین و حضرات! اگر ہمیں پتہ ہو کہ ہم ایک ایسے ملک میں جا رہے ہیں جہاں نہ کوئی غم، نہ کوئی وحشت، نہ آرزو، نہ کوئی درد۔۔۔۔۔ کھلا کھانا،

میوے جو مرضی عیش کر دو مجھے قسم ہے اللہ کی قسم اچے بوڑھوں کو زبردستی قبر میں دبا کر آؤ۔۔۔۔۔ بھئی
اچر کیا کر رہے ہو؟ جاؤ فراخ دنیا میں۔۔۔۔۔ یہ ہماری estrangement ہے کہ جس کی وجہ سے
ہم اگلے جہان سے ڈرتے ہیں۔ بھئی اگلا جہان تو آرام کا ہے آسائش کا ہے، نکلی دنیا کا ہے اور
اس کا standard بڑا low ہے۔ یہ کوئی امریکہ نہیں ہے، یہ کوئی لائبریا نہیں ہے۔ اگلا
standard بڑا low ہے۔ اگلا standard بڑا simple ہے کہ پوری زندگی میں اگر ایک
وقعہ بھی تم نے دل سے یہ کہا ہو ”اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد عبدہ و
رسولہ“ تو Passport is stamped, visa is given, galaxial world is open, go and enjoy...
It is too simple to be a muslim, it is too simple to love God. آپ کے تصور سے وہ خدا کیوں نکل گیا۔۔۔۔۔؟ آپ نے بیچ میں ایکٹ کیوں بٹھا
لئے ہیں۔ کسی مسجد کے مولوی کو بیچ میں کیوں لے آئے ہو۔ کیا تمام ایکٹ آج تک ٹھیک نکلے
ہیں۔۔۔۔۔ اور تو اور کبھی تک لے جانے والے ایکٹ تک فراڈ کر رہے ہیں۔ بھئی خدا کا خوف کرو۔
سیدھے سادھے جاؤ علامہ اقبال نے بڑی مشہور بات کہی تھی کہ There is no church in Islam, every body has the right.
پاس بھی جانا۔ جبناظرہ کی ضرورت ہوگی تو ضرور کسی مولوی سے پڑھ لیتا۔ اگر اس سے زیادہ علم
کی ضرورت ہوئی تو آپ کسی بڑے عالم کے پاس جانا اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت ہوئی تو
کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس چلے جانا۔ How much do you want? How much do you need?
اخلاص کو رو نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ شیطان نے پروردگار سے کہا کہ اے پروردگار! تو
نے مجھے بڑی سزا دی، اے خدا! میں اس سے بدلتے۔۔۔۔۔ میں اس کے آؤں گا، پیچھے سے آؤں گا،
اوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا، میں اسے مطلق گھبروں گا اور میں اسے گمراہ کروں گا، تیرے

رستے سے پٹاؤں کا اور اسے جہنم میں ڈالوا کے رہوں گا۔ اللہ نے کہا: تو کر لے جو کرنا چاہتا ہے۔
 میرا simple سارستہ ہے تو سارے لوگوں کو گمراہ کرے گا میں جانتا ہوں: ”الا عباد اللہ
 المخلصین“ مگر جس بندے کے دل میں میرے لئے ذرہ برابر اخلاص موجود ہے اسے تو کبھی
 گمراہ نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کیلئے تمہاری آنکھوں سے مکھی کے سر کے
 برابر بھی آنسو نکل آئے اور ڈھلک کر تمہارے رخسار تک آجائے تو اللہ نے دوزخ تم پر حرام کر دی
 اور تمہیں دوزخ پر حرام کر دیا۔ جنت کا passport کتنا قریب، کتنا آسان اور کتنا سادہ ہے مگر
 یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ آپ مذہب کو تو جانتے ہو مگر اللہ کو نہیں جانتے۔ We are
 worshipping a religion without God. ہم تو مدرسوں میں اگلے ہوئے ہیں
 یہ دیوبندی ہے۔۔۔۔۔ یہ وہابی ہے۔۔۔۔۔ یہ فلاں ہے یا یہ فلاں ہے۔ بھئی مدرسوں سے میں نے کیا لیا
 ہے؟ میں نے تو علم حاصل کرنا ہے۔ اچھے استاد تو کہیں بھی ہو سکتے ہیں، وہابی اچھا استاد ہو سکتا ہے
 دیوبندی ہو سکتا ہے۔ You want to learn but not because of a
 school or a college. ہاں ان میں سے جو بندہ خدا کا شعور اور اس کی محبت کا ایک ذرہ
 بھی دلا دے گا تو میں اس کا شاگرد ہوں۔ مگر ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ school تو سارے ہی لگے
 ہوئے ہیں، سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ دھڑا دھڑ بھرتیاں بھی ہو رہی ہیں۔ مسلمان ان میں جانے
 کیلئے بے چین بھی ہیں مگر ان میں کوئی خدا شناس نہیں نکلتا، حکومتیں قائم ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔
 Everybody is crazy پہلے بھی ایسے کئی موصوف گزرے۔ شاہ ولی اللہ محدث دیوبند کا
 نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ اُن کا ایک مکلفہ سنتے میں بڑا سخت ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”مجھ پر اللہ نے
 انعام کیا کہ تم پر ایم مصطفویٰ اور ایم عیسوی دونوں کا جلال وارو ہوتا ہے اور تو عالم کا سردار ہے (اور
 آخری جملہ بڑا دلچسپ تھا) اب ہم سمجھتے ہیں کہ جب تو ہے تو مہدی کی کوئی ضرورت نہیں“۔۔۔۔۔
 ہمارے عالم تو اپنی تعریف و توصیف سے باہر نہیں نکل سکتے۔ انہوں نے بندوں کو خدا کی طرف کیا
 لے کے جانا ہے۔

اللہ کو محسوس کرنے کی حس

سوال: اللہ محسوس کرنے میں کیسا ہے؟

جواب: یہ کیفیت کا سوال نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ ٹھیک ہے، ہوا بھی نہیں دیکھی جاسکتی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ ہماری نظر پر بہت سے حجاب ہیں جس کی وجہ سے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ہماری نظر پر جنات کو نہ دیکھنے کا حجاب ہے، ملائکہ کو نہ دیکھنے کا حجاب ہے۔ شاید آپ کو پتا بھی نہ چلے کہ اس وقت کتنے ملائکہ یہاں موجود ہیں یا کتنے جنات موجود ہیں۔ وہ قریب کا رہتی ہیں اور قریب کا رہتی ہیں مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ خدا feel نہیں ہوتا یہ غلط ہے۔ کسی بھی لمحے میں کسی خاص فریکوئنسی پر وہ محسوس ہو جاتا ہے۔ It's a question of frequency. وہ فریکوئنسی آپ کے اخلاص سے مرتب ہوتی ہے۔ جب آپ وہ فریکوئنسی gain کر لیتے ہو تو اُس وقت اللہ واقعی آپ کی شہرگ سے بھی قریب ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم اسے نہیں دیکھ سکتے مگر بہت سی چیزیں ہم نہیں دیکھ سکتے مگر محسوس کر لیتے ہیں اور محسوس سے بھی زیادہ یہ چیز ہے کہ ہم اسے پورے کا پورا اپنے دل و نظر میں پالیتے ہیں اور اُس وقت وہ ہماری نظر میں بھی ہوتا ہے اور احساس میں بھی۔۔۔۔

اللہ کو جاننے کا ایک طریقہ بڑا مزے کا ہے۔ وہ یہ کہ جب آپ تمام اسباب پورے کر لو اور اسباب سارے کے سارے کام ہو جائیں تو آپ اپنے ذہن کو convince کر لیں کہ اب کوئی سبب نہیں رہا کہ میں اس مشکل سے نکل سکوں اور پھر آخر میں آ کے خدا کو پکارو۔۔۔۔ پھر اگر کام ہو جائے تو اللہ کو داد دو اور یہ محسوس کرو کہ وہ ہے مگر جب کام ہو جائے، آرزو پوری جائے، جب مشکل سے نکل آؤ تو اللہ کو محسوس کرنے کے بجائے آپ اللہ کو بھول جاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ تو ایسے ہی ہوتا تھا۔ It was natural to be done. یہ atheist بھی بھی کہتے ہیں۔ وہاں آپ خدا کا بڑی شہود سے انکار کرتے ہو مگر خدا ہمیشہ حقائق زندگی میں آپ کو علم دیتا ہے۔ وہ آپ کو خواب و خیال میں علم نہیں دیتا اور ایک ایک قدم پر آپ کو واضح کرتا ہے کہ اے بندے!

دیکھ میرے سوا اور کون ہے جو یہاں کچھ کر سکتا ہے۔ ”امن یجیب المضطر اذا دعاه“ کون ہے جو مضرب کو اضطراب میں سکون بخشتا ہے۔ ”ویمکشف السوء“ کون ہے کہ جب تم بھٹس جاتے ہو، الجھ جاتے ہو، چلائے بلا ہوتے ہو، مصائب میں پڑے ہو تو تمہاری مصیبت کی گرہیں کھولتا ہے۔ ”ویجعلکم خلفاء الارض“ کون تمہیں زمین میں عزتیں بخشتا ہے۔ کون اپنے گھرے پڑے بندوں کو اٹھا کر ملک آشنا کرتا ہے۔ کون ایک بے درد اور غیر معقول آدمی کو لوگوں کا سردار بناتا ہے۔ ”والدمع اللہ“ (اللہ ہی تو ہے اور تو کوئی نہیں ہے۔) ”قل قلبلما تذکرون“ (مگر تم مجھے کو بہت کم یاد کرتے ہو۔) پھر اللہ کہتا ہے کہ یا راکمال کی بات ہے کہ تم نے مجھے اتنا جاہل مطلق سمجھ لیا ہے۔ کیا میں صرف سزا کیلئے بیٹھا ہوا ہوں؟ میں رحم رحمت پکار رہا ہوں۔۔۔ محبت، محبت پکار رہا ہوں۔۔۔ کرم کرم کی صدا بلند کر رہا ہوں مگر تم الٹا مجھ پر تھوپے جارہے ہو کہ میں بڑا سخت ہوں، میں بڑا جاہل ہوں، میں بڑے جوتے مارنے والا ہوں، وہ کہتا ہے: نہیں، یہ غلط ہے۔۔۔ ”ما یفعل اللہ بعذابکم“ (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں تکلیف دیں۔) ”ان شکروتم وامنتم“ (اگر تم ہماری یاد کرنے والے ہو، اگر تمہارا ایمان ٹھیک ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں سزادیں۔) ”وکان اللہ شاکرا علیہا“ (اللہ تمہاری یاد قبول کرتا ہے اور وہ علم والا ہے۔) ایک بات یاد رکھیے گا کہ اللہ علم والا ہے اور علم کی قدر کرتا ہے اور علم کی تلاش جاری رکھنی چاہئے، چاہے آپ نے ایک جماعت پڑھی ہے یا دس پڑھی ہیں یا چاہے آپ نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ خدا کی شناخت علم میں ہے۔ ”انما یخشى اللہ من عبادہ العلمؤ“ سب سے زیادہ اللہ سے اُسکے عالم اور اس کے شناسائی ڈرتے ہیں۔ علم والے ہی خدا کو جانتے ہیں۔ علم والے ہی ہدایت خالص کے بغیر خدا کے حریف ٹھہرتے ہیں۔ علم والے ہی اُس کے گستاخ بھی ٹھہرتے ہیں مگر وہ علم دوسری قسم کا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جتنی Superior evaluation علم اور شناخت کو دی ہے اتنی کسی اور شے کو نہیں دی بلکہ جب دنیا و مافیہا میں اس نے درجات انسان مقرر کیے تو ہر چیز کے درجات مقرر کر کے اُس نے کہا کہ ”نرفع درجت من نشاء“ (میں جس کے

چاہتا ہوں درجات بند کرنا ہوں۔“ ”فوق کل ذی علم علیم“ (اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

قیامت کے دن اللہ کا ظہور

سوال: اللہ تعالیٰ کا ظہور قیامت کے دن کس shape میں ہوگا؟ کیونکہ نوریٰ نظر نہیں آتا۔

جواب: religious world اتنی مختصر نہیں ہوتی جتنی آپ مساجد میں دیکھتے ہو یا مکاتب میں دیکھتے ہو۔ Religion is cosmic knowledge ہے جس میں ہمیں ہزار ہا علوم کی چھوٹی چھوٹی شتوں کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ یہ آپ کے فکر و تجسس پر منحصر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک میڈیکل ڈاکٹر اللہ کو اپنے profession کے قوسط سے دیکھ کر حیران ہو۔ ایک physicist اپنے تصور سے، مگر ایک general student خدا کو اپنے قوسط سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جو تمام علوم سے تھوڑی تھوڑی آگہی لے رہا ہو اس کے لئے کچھ چیزیں shocking سی اطلاع من کے نکلتی ہیں۔ اس حوالے سے قرآن کریم میں ایک بڑی خوبصورت آیت ہے بلکہ اکثر میں اسے اس کی لذت کیلئے پڑھتا ہوں۔ ”واشرقت الارض بنور ربہا“ (69:39) (قیامت کے دن زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائے گی) حالانکہ اس میں تھوڑی سی سختی بھی موجود ہے۔ ”لنمک الیوم وفہ الواحد القہار“ (16:40) دوسری طرف وہ قیامت کے دن کی وضاحت کرتا ہے: ”کون سا بادشاہ؟ کون چنگیز خان؟ کون سا جارج بٹش؟ کون سا اوباما؟“ یہ سب اس وقت ہا نہیں کس مسکنی میں ہونگے؟ وہ کہیں اب بتاؤ۔۔۔۔۔؟ ”لنمک الملک الیوم“ بتاؤ تو سب آج ملک کس کا ہے؟ ”وفہ الواحد القہار“ یہ سب میرا ہی تو ہے۔ میں ہی واحد و قہار ہوں۔ بہت سارے aspects بہت سے مختلف لوگوں پر گر رہے ہوں گے مگر جو اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ ساقیمیں کھولی جائیگی تو اللہ اس وقت اپنی ساق کھولے گا۔ بڑا مشکل ہے کہ آپ چیزوں کو اسی طرح بیان کریں جس طرح وہ ہیں۔ اگر احادیث مذہبوں تو You are shoked into silence. خدا اپنی ساق کھولے گا یعنی اپنی پنڈلی کھولے گا۔ وہ قیامت

کے دن نظر آئے گی اور صرف اہل ایمان اُسے پہچانیں گے یہاں پہلی آیت rule کرتی ہے۔
 ”واشرقت الارض بنور ربھا“ دوسرا خطاب (لمن الملک الیوم) ہم مسلمانوں سے
 نہیں ہے کیونکہ ہم تو کہتے ہیں: ”اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع
 الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدک الخير انک علی
 کل شئ قدير“ ہم تو کہتے ہیں کہ مملکت اُسی کی ہے، بادشاہت اُسی کی ہے، زمین اُسی کی
 ہے، آسمان اُسی کا ہے اس آیت (لمن الملک) کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا کہ بے
 شک اللہ یہ آپ ہی کا ہے۔ ہم تو شروع سے ہی ہٹا کر کرتے رہے ہیں۔ ہمارا تو اس میں کچھ
 بھی نہیں ہے مگر جو ہمارے لئے آیت ہے کہ ساق کھولی جائے گی اور ساق کا مظاہرہ اس طرح ہو
 گا: ”واشرقت الارض بنور ربھا“ (زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائیگی) مگر شاید
 اُس وقت بھی آنکھوں پر حجاب ہو۔ زمین پر دو جانور ہیں ایک مرغ اور ایک کتا۔ ایک کی infra
 red بہت تیز ہے اور دوسرے کی ultra violet بہت تیز ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرغ
 کو ملائکہ نظر آ جاتے ہیں۔ کتے کو دیکھو تو اُس کو شیطان نظر آ جاتا ہے۔ اگر ایک ہی زمین پر دو
 جانوروں کو علیحدہ علیحدہ مخلوق نظر آتی ہے تو قیامت کے دن بھی اہل ایمان میں اور دوسروں میں
 فرق ہوگا۔ ایک اپنے ایمان کے نور سے ساق پروردگار دیکھیں گے اور دوسرے ”وللہ الواسع
 الفہار“ کا جلال دیکھیں گے

کل مجھے ایک خاتون کا خط ملا، جس میں انہوں نے لکھا کہ باقی باتوں کا تو آپ نے
 بڑا ذکر کیا ہوا ہے مرد و عورت کے relationship کے بارے میں اور family
 relationship کے بارے میں نہ آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے نہ کوئی speech کی ہے۔
 And she was very right. You pray to God and request to
 God for me also and inshallah Talaa next time we will
 meet. ہم اس chapter کو کھولیں گے۔ پھر بہت ساری خواتین مجھ سے ناراض ہوں یا

راضی ہوں اور بہت سارے مرد defensive ہو جائیں یا aggressive ہو جائیں تو میں نے سچی بات ضرور کرنی ہے۔ اگر اللہ نے موقع دیا، اجازت بخشی تو کسی major session میں اس ایک خاص موضوع پر بات کروں گا۔ Looking at the modern text of the life it is very important that ladies particularly working ladies should be able to adjust. کو شش کر رہی ہیں کہ وہ اسلام کو اللہ کو اپنے قریب رکھتے ہوئے معاشرے میں کس طرح زندگی کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق گزار سکتی ہیں۔ جوں جوں زمانے بدلتے ہیں تو معیشت بدلتی ہے اور معاشرت بدلتی ہے اور ان تبدیلیوں کو ہم نہیں بھلا سکتے۔ وہ تبدیلیاں ہر جگہ آئیں گی، ریڈیو آئیں گے، ٹیلی ویژن آئیں گے، کمپیوٹر آئیں گے۔ We should not be afraid of these changes. ان تبدیلیوں کو قبول کرتے ہوئے ہمیں بنیادی طور پر خدا کے ساتھ ہمارے تعلق اور relationship کی اساس مضبوط رکھنی ہوتی ہے کہ ہم خدا سے دور گئے بغیر زمانوں کو قبول کرتے چلے جائیں۔ میں یہاں دو باتیں quote کرتا چلوں کہ امام زین العابدین کے پاس ایک شخص گیا اور کہا کہ سورۃ حدید میں جو یہ لکھا ہے کہ خدا زمین کی گہرائیوں میں بھی دیکھ لیتا ہے اور بالائے کائنات میں بھی دیکھ لیتا ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین نے جو جواب دیا وہ میرے لئے بڑا حیران کن ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ آج کے زمانے تک امام کی نظر گئی۔ انہوں نے کہا: ”نزلت للمصطفین فی اخر الزمان“ اے انبیا! تمہارا تجھے یہ بات نہیں سمجھ آئے گی۔ جب زمانہ آخر کے لوگ آئیں گے تو ان کو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آ جائے گی۔ جب اوپر سے سکائی لب زمین کے ذخائر کی خبر دیں گے تو ان کو پتا چل جائے گا، جب نیسرے نکلیں گے تو ان کو پتا چل جائے گا، جب لوگ اندر جھانکنے والی آنکھ دیکھ لیں گے تو ان کو پتا چل جائے گا کہ اگر انسان زمین کے باطن میں دیکھ سکتا ہے تو خدا کیسے نہیں دیکھ سکتا۔ میں حیران ہوں کہ امام زین العابدین کی بصیرت کہاں تک آئی اور انہوں نے کتنا exact

جواب دیا۔ اسی طرح ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس چلے گئے اور کہا کہ ابن عباس! آپ کو اللہ کے رسول ﷺ نے دعا دی ہے ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو ہم آپ کے پاس آجاتے ہیں اور دین میں کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے یا understanding کم ہو جاتی ہے تو آپ سے رہنمائی لے لیتے ہیں مگر جب آپ نہیں ہوں گے تو پھر لوگ کس کے پاس جائیں گے۔ سوال valid تھا۔ انہوں نے فرمایا: ”الفرقان بفسرہ الزمان“ (ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرے گا)۔ قرآن تو وہی رہے گا مگر اُس کی تفسیر کے انداز تھوڑے تھوڑے ضرور بدلیں گے۔ basics وہی رہیں گی، نمازیں پانچ سے تین نہیں ہوں گی (سن لو) روزے کم نہیں ہوں گے (ہاں ایک دو زائد تو ہو سکتے ہیں) میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگلی مرتبہ رمضان میں ہر روز ایک بندے کو کھانا کھلا کر خود rest کیا کروں گا۔ بعض اوقات ہم خود ہی کسی چیز کو refuse کر دیں تو پھر ہمارے لیے ہی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ نماز قصر کے بارے میں غور کرو کہ جب مسافر چلتا ہے تو گنتا ہے کہ کتنے میل پر ہوں، کس مقام پر ہوں، کس جگہ ہوں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو گاڑی پر آرام سے سفر کر رہے ہیں، پہلے زمانے میں گھوڑے تھے، اب تو آپ کار میں سفر کر رہے ہو، اس میں کیا تکلیف ہے۔۔۔۔۔ دیکھئے گھوڑے سے آدمی گرتا ہے تو اتنی جلدی نہیں مرنے جتنا ایکسڈنٹ میں مر جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کیوں اس نکتے کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ وہ بھی سواری ہے، یہ بھی سواری ہے۔ اُس کے اوپر بھی نماز پڑھ سکتے ہو، اس کے اوپر بھی پڑھ سکتے ہو۔ ویسے اصولاً آپ مجھے بتائیے کہ بڑک پر چلتی ہوئی تیز رفتار کار سے اتر کے نماز پڑھنا اور گھوڑے کو تھوڑی دیر کھڑا کر کے نیچے اتر کے نماز پڑھنا، دونوں میں سے کون سا کام آسان ہے۔ اگر گھوڑے سے نیچے اتر کے نماز پڑھنا آسان ہے تو پھر آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ ہر سواری جو بدلتی جاتی ہے وہ اُس زمانے کی شناخت ہے۔ آپ اُس پر بھی اُسی طرح نماز پڑھو گے جیسے اُس زمانے کی سواری پر صاحب لولاک نے پڑھی تھی۔ اسی طرح miles پر ہے۔ ایک بات جو مجھے سمجھ نہیں آتی ہے وہ میں آپ کو سمجھا دوں کہ کسی نکلانے ارستا فرمایا کہ قصر پچتر میل پر ہے، کسی حکیم نے کہا کہ

جینٹلیس میل پر ہے، کسی نہ کہا کراؤ میں میل پر ہے۔ میں ایک دفعہ بہت حیران ہوا، میں نے ایک اچھے پڑھے لکھے عالم دین سے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ سفر میلوں پر ہے یا سفر پر ہے۔ یعنی اگر جینٹلیس میل سے میں چوالیسویں میل پر ہوا تو میں مسافر ہوں کہ مقامی ہوں۔۔۔۔۔ بنیادی طور پر سوال یہ بنتا تھا کہ آپ کا سفر ایک کیفیت ہے۔ سفر میلوں پر نہیں بلکہ یہ ایک کیفیت ہے۔ اب اس کا ذرا اندازہ بن لو، میں نے حضرت عمرؓ کے فتاویٰ میں پڑھا تو پتہ چلا کہ جناب عمرؓ کس پر سفر کی نماز پڑھتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے نکلتے ہی پڑھ لیتے تھے۔ بخاری میں حدیث موجود ہے کہ جناب علیؓ مدینہ سے باہر آئے تو حکم آیا کہ واپس لوٹ آؤ۔ جب واپس آنے لگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ لوگوں نے کہا: یا علیؓ! شہر تو یہ نظر آ رہا ہے انہوں نے فرمایا: ”ہم ابھی شہر میں داخل تو نہیں ہوئے۔“ آپ غور کریں کہ علیؓ اس طرح behave کریں۔ عمرؓ اس طرح behave کریں اور ہمارے پیچھے اٹھ کر میل پڑے ہیں۔ اب یہ ایک ظاہری چیز ہے کہ جب آپ پانچ میل پر بھی چلے جاؤ where you are not easy. جہاں آپ اپنی مرضی سے باتھ روم نہیں ڈھونڈ سکتے، جہاں کسی کے گھر جا کے وہ بے تکلفی، وہ آسانی نہیں رکھتے تو وہ چاہے دس میل دور ہو یا پچیس میل دور ہو آپ مسافر ہو۔ Where ever you are uneasy حضور ﷺ نے فرمایا: ”سفر عذاب کا کھڑا ہے۔“ کیونکہ اس سے بنیادی طور پر ایک بے آرامی اور تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جہاں احساس سفر پیدا ہو گیا وہاں آپ مسافر ہو فرض کرو میں ایک شہر میں ہوں، میں اس شہر کے بازار یا قلاں جگہ جاتا ہوں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ میرے پاس اتنا تانم ہے کہ واپس جا کے آرام کر کے وضو کر کے نماز پڑھوں گا چنانچہ اس شہر میں مجھ پر سفر کی نماز وار نہیں ہوتی مگر جس لمحے میں آپ اپنے شہر سے باہر نکلتے ہو تو آپ نماز سفر پڑھ سکتے ہو اس قسم کے مسائل کو اب ہمارے لئے sort out کرنا ضروری ہے، بنیادی مذہب پر سوال اٹھائے بغیر جو اپنی جگہ پر بہت مضبوط اور صحت مند بنیاد پر کھڑا ہے اور خصوصی مطالب رکھتا ہے ہمیں اپنی مذہب کی understanding کو تھوڑا سا بدلنا ہوگا۔

اس کتاب کو پڑھنے کے دوران اگر کوئی لفظی یا حوالہ جاتی غلطی نظر
سے گزرے تو براہ کرم درج ذیل ایڈریس پر اس کی نشان دہی کیجئے۔

مقصود الہی

نورالتہار گریجویٹ سکول

جامعہ اترپردیش، جہلم

0321-5442326